

اہل بیت کی پہچان

تالیف
غسان بصری



اہل بیت کی پہچان

تالیف
غسان بصری



اہم بات یہ ہے کہ شیعہ امامیہ کا اہل بیت کے متعلق وہی عقیدہ ہے جو کہ مسلمانوں کا ہے جو کہ قرآن و حدیث کے موافق ہے لیکن ان کے علماء عوام سے اور اپنے مقلدوں اور پیروکاروں سے انہیں چھپا کر رکھتے ہیں۔

(غسان)

یہ کتاب وقف فی سبیل اللہ ہے



اس کتاب کو بغیر کسی کمی و زیادتی کے طبع یا تصویر یا ترجمہ کرا کر مفت یا رمزی قیمت پر تقسیم کرنے والے، اور اس کتاب کی مکمل نئی ترتیب دینے والے، اور اسے کیسٹ پر ریکارڈ کرنے والے، اور اسے کمپیوٹر پر لکھ کر انٹرنیٹ میں نشر کرنے والیں اور سی ڈی پر نشر کرنے پر اللہ اپنی رحمت نازل فرمائے، اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے اسلام اور سنت نبویہ پر ثابت قدم رکھے آمین:

اس کتاب کی طباعت اور ترجمہ کے حقوق ہر مسلمان کو حاصل ہیں، مؤلف کو ہر اشاعت و طبع کے دس نسخے مہیا کرنا ہونگے۔

نئے طبع کی پہلی طباعت ربیع الثانی ۱۴۳۳ ہجری
خیراتی تقسیم کے لیے کتاب مؤلف سے طلب کی جاسکتی ہے۔



انتساب

ہر اس شخص کی طرف سے
جو روشن حقیقت کا متلاشی ہے خواہ وہ اہل بیت سے ہو یا شیعہ سے ہو
میں اس کتاب کو تبصرہ و تذکرہ کے طور پر اس کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

فہرست

| نمبر شمار | مضامین | نمبر شمار | مضامین |
|-----------|--|-----------|--|
| | سنی کتابوں میں اہل بیت کی طرف منسوب فرقوں کے نام امامیہ شیعہ کی کتابوں میں اہل بیت کے فرقوں کا بیان شیعان علی یا کوفہ کے رافضی بحث: ۴ تشیع کی نشوونما اور رافضی عقائد کی بنیاد عبداللہ بن سبا کی حقیقت کی پردہ پوشی کی کوشش شیعیت کو نبی ﷺ کے ساتھ ملانے کی ناکام کوشش پرانے فارسی عقائد و مینیات اور تشیع جدید رافضی عقائد والوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلوک تشیع فارسی کی اہم تالیفات اور سربراہان کا ذکر امامیہ کے سربراہان کا ذکر بحث: ۵ امامت، ولایت اور ائمہ کی تقدیس کے بیان میں ہے امامت کی تقدیس جمہور امت کے نزدیک اور امامیہ کے نزدیک امامیہ شیعہ کے نزدیک امامت کا نظریہ تشیع فارسی ائمہ کی تقدیس میں غلو کرتے ہیں امامیہ شیعہ کے قابل اعتماد مراجع کا ذکر ائمہ کے اوصاف میں مبالغہ آرائی بارہ خلفاء والی حدیث پر اعتراض کی تردید قسم، نذر، دعا اور استغاثہ کے بارے میں ائمہ شیعہ کا بیان بحث: ۶ عصمت ائمہ کا عقیدہ قرآنی آیات تطہیر کا صحیح مطلب | | قرآن پاک سے اقتباس مقدمہ پیش لفظ موجودہ دور میں شیعہ اصطلاحات کی تعریف غالی شیعیت کے عقائد کی فارس کی طرف نسبت کے اسباب بحث: ۱ اہل بیت کون ہیں اہل بیت اور اثنی عشری شیعوں کی کتب کا بیان (زین العابدین رضی اللہ عنہ پر امامت کے حصر کی وجہ) (ائمہ اہل بیت کی پہچان خود ان کی زبانی) بحث: ۲ مسلمانوں کے نزدیک اہل بیت کا رتبہ جمہور امت اور حقوق اہل بیت فارسی اہل تشیع کی نظر میں اہل بیت کا مقام سید کوئین رضی اللہ عنہ کی ذات پر طعن حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر تنقید حضرت عباس کے بیٹوں پر تنقید امام صادق پر تنقید امام رضا کی توہین بحث: ۳ اہل سنت نام کا ثبوت شیعوں کی کتابوں سے |

| نمبر شمار | مضامین | نمبر شمار | مضامین |
|-----------|---|---|--------|
| | <p>اسے کیوں پڑھتے ہیں؟</p> <p>بحث: ۱۱</p> <p>شیعہ کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ مسلمانوں اور شیعہ امامیہ کے نزدیک قرآن ایک امانت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شیعہ کتب کی نظر میں بے دینی کا سرغنہ بھی حقیقت کو مانتا ہے امامیہ شیعہ کے ایک شبہ کا ازالہ اوصاف صحابہ رضی اللہ عنہم اہل بیت کی زبانی فارسیوں کی کوشش ہے کہ رموز اسلام کو مٹا دیں کیونکہ اسلام نے ان کی بادشاہت مٹائی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اولاد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بیٹوں کا تذکرہ</p> <p>بحث: ۱۲</p> <p>ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں شیعہ کا عقیدہ ام المؤمنین اہل سنت مسلمانوں کی نظر میں سیدات عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما شیعہ کتب کی نظر میں شیعہ کتب کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے معاملات</p> <p>بحث: ۱۳</p> <p>تقیہ کا نظریہ تقیہ جمہور مسلمانوں کی نظر میں تقیہ کا تصور امامیہ شیعہ کی کتب میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ عقیدہ کا حشر نشر کرتے ہیں</p> | <p>عصمت ائمہ کا عقیدہ نہایت ہی خطرناک اور قرآن کریم سے ٹکراتا ہے عصمت ائمہ کے بارے میں شیعہ کا اختلاف اہل بیت میں سے کسی امام نے خود کو معصوم قرار نہیں دیا</p> <p>بحث: ۷</p> <p>غدير خم کا خطبہ واقعہ غدير خم شیعہ کتب کی روشنی میں اس قول پر علمی تبصرہ امام حسین اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہما نص امامت کا انکار کرتے ہیں</p> <p>بحث: ۸</p> <p>حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر خلیفہ بنانے والی حدیث پر تبصرہ</p> <p>بحث: ۹</p> <p>مہدی کے متعلق اعتقاد کا جائزہ قرآن کی رو سے غیب رہنا قابل سزا جرم ہے اہل سنت اور امامیہ کے درمیان مہدی کا موازنہ فارسی شیعہ مہدی کی خونریزی پر چند حیرت انگیز سوالات</p> <p>بحث: ۱۰</p> <p>شیعہ کا قرآن کریم کے بارے میں نقطہ نظر ائمہ اہل بیت کے امام کا قرآن کے بارے میں بیان اشاعری شیعہ کا قرآن کے متعلق عقیدہ تحریف قرآن کے قائلین کے اقوال امامیہ شیعہ کی کتب سے تحریف شدہ آیات کے نمونے امامیہ شیعہ کے قرآن میں تحریف کہنے کی وجہ اپنے دور خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کامل قرآن کیوں نظاہر کیا امامیہ شیعہ اس قرآن کو تحریف شدہ تسلیم کرنے کے باوجود</p> | |

| نمبر شمار | مضامین | نمبر شمار | مضامین |
|-----------|---|-----------|--|
| | <p>مراجع کے ہمنوا ہیں تشیع والے مسئلہ فدک کو کینہ پروری اور نفرت کے انداز میں ابھارتے ہیں اہل بیت نبوت ایک باغ کے معاملہ کو اتنا بڑا مسئلہ بنانے سے بلند تر تھے</p> <p>بحث: ۱۹</p> <p>قبروں کی زیارت اور ان کی تعظیم کے بیان میں امامیہ شیعہ کے مراجع میں مزاروں کی تقدیس کا بیان مزاروں کی زیارت کا طریقہ بعض شیعہ مراجع قبروں کے بارے میں سنی مراجع کے موافق ہیں</p> <p>بحث: ۲۰</p> <p>شیعہ رسومات کا بیان رخسار سپینے کی رسومات اور شیعہ امامیہ کا نظریہ امامیہ شیعہ کے اہم مراجع ان مراسم کو جائز قرار دیتے ہیں نوحہ، سیاہ لباس پہننا وغیرہ ائمہ شیعہ کی نظر میں مردوں پر نوحہ (گر بیان چاک کرنا) (سیاہ پوشی) (دسویں محرم کا روزہ) علمائے تصحیح کی کوشش ان رسومات کا وجود کہاں سے آیا</p> <p>بحث: ۲۱</p> <p>کفر کا فتویٰ، مال اور خونی زبی حلال قرار دینے کا بیان اسلام میں انسانی حقوق مال کی حفاظت کی ضمانت امامیہ شیعہ کے مراجع میں تکفیر وغیرہ کا بیان</p> | | <p>بحث: ۱۴</p> <p>عقیدہ رجعت کا بیان جمہور مسلمان اور دنیا کی طرف لوٹنے کا نظریہ شیعہ کے اہم مراکز اور مسئلہ رجعت رجعت سبائی عقیدہ ہے ائمہ اہل بیت نے اس کا انکار کیا ہے</p> <p>بحث: ۱۵</p> <p>عقیدہ طینت کا بیان عقیدہ طینت امامیہ شیعہ کے نزدیک عقیدہ طینت (مٹی) کے گھڑنے کی وجہ عقیدہ طینت اور قرآن کریم</p> <p>بحث: ۱۶</p> <p>نکاح متعہ کا بیان نکاح متعہ شیعہ کتب کی نظر میں حج تمتع اور نکاح متعہ سے مشابہت کی وضاحت امامیہ شیعہ کی کتب سے ان اقوال کا ذکر جن میں ائمہ اہل بیت نے نکاح متعہ سے منع کیا ہے متعہ علمائے تصحیح کی نظر میں مجوسی جنس پرستی امامیہ عقائد میں گھس آئی ہے</p> <p>بحث: ۱۷</p> <p>مال کی زکوٰۃ کا بیان امامیہ شیعہ کے مراکز میں ذرائع آمدن کا تصور خمس کی ادائیگی پر مشتبہ آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہیں امامیہ شیعہ کے فقہائے فہم کی معافی والے بیان پوشیدہ رکھے ہیں</p> <p>بحث: ۱۸</p> <p>سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور باغ فدک کا مسئلہ امامیہ شیعہ کے مراجع میں فدک کا تصور انبیا کی وراثت کے بارے میں امامیہ کے مراجع بھی سنی</p> |

| نمبر شمار | مضامین | نمبر شمار | مضامین |
|-----------|--|-----------|--|
| | <p>صفویوں نے فارسی شیعہ عقائد کا پرچار کیا ایرانی ٹمینی کی حکومت عراق میں جعفری اور مالکی حکومت اہل سنت کے خلاف شیعہ حکومت کی چند خونریزیوں کا بیان پہلے غربان الخراب کتاب سے عناوین کی فہرست دی جاتی ہے فہرست ”مساجد النار“ کتاب سے بصرہ کی وہ مساجد اور جماعت جو ظلم کا شکار ہوئیں متعصب شیعہ کا بہتان اور جھوٹ بحث: ۲۴ ایک دوسرے کے قریب آنے کا دعویٰ نجف کا نفرنس ۱۱۵۶ھ بمطابق ۱۷۴۳ء استاد عباسی کا تجزیہ شیخ موسیٰ بن جبار اللہ ترکستانی (متوفی: ۱۳۶۹ھ) کا تجزیہ وحدت کے لیے پہلے تعصب کا بت توڑنا ہوگا خواب غفلت سے بیدار ہونے والے شیعہ اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہیں خلیج کے وہ افراد جنہوں نے شیعہ مذہب سے توبہ کی عراق میں تشیع سے تائب ہونے والے باطل پرستوں کی محنت اور حق پرستوں کی سستی کتاب کے اہم نکات اختتامی کلمات</p> | | <p>خلفائے راشدین کے متعلق ان کا فیصلہ امامیہ کا اپنے دیگر مخالفین کے متعلق فیصلہ عام امت کے متعلق فیصلہ مسلمان حکام اور قضاۃ سے فیصلہ کا بیان یہ مخالفوں کے خون اور مال حلال قرار دیتے ہیں امامیہ کے مراکز کے نزدیک ناصبی کی تعریف امامیہ کے نزدیک تکفیر کے عقیدے پر جو چیز مرتب ہوتی ہے اس کا بیان قتل کے فتاویٰ کے نمونہ جات بحث: ۲۲ شیعہ کے ائمہ ان سے اور ان کے عقائد سے بیزار ہیں ائمہ کا اپنے شیعہ سے براءت کا اظہار امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطاب شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور ساسانی ملوکیت کا انحطاط زین العابدین علی بن حسین المعروف سجاد کے خطابات امام محمد بن علی المشہور باقر رضی اللہ عنہ کا بیان امام جعفر بن محمد المشہور راقم رضی اللہ عنہ کا بیان امام موسیٰ بن جعفر المشہور کاظم رضی اللہ عنہ کا بیان سیدہ زینب بنت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا بیان سیدہ فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تاثرات اہل بیت کے اقوال سنی کتابوں سے بحث: ۲۳ تاریخی اور عصر حاضر کے مشاہدات و واقعات آل بویہ کی حکومت دولت فاطمیہ ابن علقمی شیعہ کی خیانت حکومت صفوی</p> |

قرآن پاک سے اقتباس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ط فَآمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ۚ كُلُّ مَنْ عِنْدَ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أَهْلُ الْكِتَابِ ۝﴾

(۳/آل عمران: ۷)

”وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب نازل کی اس سے کچھ آیات محکم ہیں جو کہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری متشابہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھ پن ہے، وہ متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں فتنہ تلاش کرتے ہوئے اور اس کی غلط تاویل تلاش کرتے ہوئے۔ اس کی تاویل صرف اللہ جانتا ہے اور جو علم میں راسخ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس کے ساتھ ایمان لائے ہر ایک ہمارے رب سے ہے۔ نصیحت وہی پکڑتے ہیں جو عقل والے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝﴾ (۴۹/الحجرات: ۶)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لایا ہے تو اس کی وضاحت کر لو ایسا نہ ہو کہ جہالت کی وجہ سے تم قوم کو نقصان پہنچاؤ پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ۔“

ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ ۝﴾ (۵۳/النجم: ۲۳)

”نہیں وہ پیروی کرتے مگر گمان کی اور جو جانیں چاہتی ہیں ان کی پیروی کرتے ہیں اور البتہ تحقیق ان کے رب سے ہدایت آئی ہے۔“

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین۔ تمام تعریفات اللہ کے لیے جو جہانوں کا رب ہے، ایسی تعریفات جو اس کے انعامات کے برابر ہوں اور ان کی ترقی کے ہم پلہ ہوں۔ اس سے مدد طلب کرتے ہیں اور اس کی مغفرت کے طلبگار ہیں اور اسی پروردگار سے ہم ہدایت و رہنمائی مانگتے ہیں۔ اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ قرار دے اسے کوئی ہدایت سے ہمکنار نہیں کر سکتا۔

ہم گواہی دیتے ہیں اللہ وحدہ لا شریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ آپ پر برکت کرے اور آپ ﷺ کے طیب و طاہر اہل بیت رضی اللہ عنہم پر برکت دے اور آپ ﷺ کے بزرگی و عظمت کے پیکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی برکت ہو جو روشن جبینوں والے سفید روتھے اور ان پر بھی برکت کا نزول ہو جو قیامت تک آنے والے ہیں اور ان کے نقش پا پر چلنے والے ہیں۔

وبعد.....! اس امت کے علمائے کرام کی ایک عظیم تعداد اور اس زمانے کے داعیوں کی کثیر تعداد امامیہ شیعہ کے عقائد کے بارے میں گفتگو کرنے سے بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے، ان کے دلوں میں یہ اندیشہ خوف بن کر ابھرتا تھا کہ کہیں ان کے عقائد میں لب کشائی سے فتنوں کی بھر مار نہ ہو جائے اور ان کی کوشش یہ تھی کہ امت اسلامیہ کی وحدت و اتحاد میں رخنہ اندازی نہ ہو اور آپس میں ابنائے وطن باہم دست و گریبان نہ ہوں، امت کا اتحاد بھی پارہ پارہ ہونے سے بچ جائے۔

لیکن گزشتہ چند سالوں سے فارس کے غالی شیعہ اور خاص طور پر عراق کی جنگ کے بعد جب سے اس کی باگ ڈور غالی شیعوں کے ہاتھ میں آئی ہے تو شیعوں کے ان انتہا پسندوں میں ایک ہولناک تیزی پیدا ہوئی ہے کہ انہوں نے مسلمان ملکوں میں منظم طریقے اور جہد مسلسل سے اور تیار شدہ پروگرام کے تحت اور لمبے چوڑے مال کے ذریعہ جو انہوں نے اسی کام کے لیے منظور کر رکھا ہے اور ماہر تربیت یافتہ داعیوں کی وساطت سے شیعیت پھیلا رہے ہیں۔ جن کی کتابوں، کیسٹوں اور کمپیوٹر کے ذریعہ معاونت کی جاتی ہے۔ وہ شہر جنہیں اس تبلیغ کے لیے ہدف قرار دیا گیا ہے ان کی زبان سے بھی مددی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اخبارات و مجلات اور انٹرنیٹ اور لیکچرز کے ذریعہ اسے پھیلا یا جا رہا ہے اور اپنے معاشرے میں اس کے نفاذ کے لیے رشتہ داریاں قائم کی جاتی ہیں اور شیعیت کے پھیلاؤ میں سب سے زیادہ خطرناک یہ چیز ہے کہ کیبل استعمال کی جا رہی ہے، جس کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور اس کی وجہ سے فارسی شیعیت کے عقائد بھرپور انداز پر پھیل رہے ہیں جس سے مسلمانوں کے درمیان فتنہ گری جنم لے رہی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں طعن و تشنیع کے تیر برسائے جا رہے ہیں۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے بارے میں زہرافشانی کی جاتی ہے اور عام اہل سنت کے ناموں کو بگاڑا جاتا ہے۔ مختلف قسم کے قابل نفرت ناموں سے انہیں بلایا جاتا ہے کہ یہ اہل بیت کے دشمن ہیں، یہ ناصبی فرقہ ہیں، یہ وہابی ہیں۔ ان تمام ذرائع کے استعمال کا مشترکہ

نظر یہ ایک ہی ہے ابھارنا، کراہت بھڑکانا اور کینہ پروری پیدا کرنا۔ مگر اس کے مختلف درجات ہیں۔ یہ کام وہ پہلے اشاروں کنایوں سے کرتے ہیں یہ اشارے جو ان کی قماش کے آدمی ہوتے ہیں ان کے لیے تو واضح ہوتے ہیں اور عام مسلمانوں کے لیے خفیہ ہوتے ہیں اور ان اشاروں کی انتہا یہ ہے کہ پھر سے یہ کھلے انداز میں مطالبہ کرتے ہیں جس کی مثال عراق میں پائی جاتی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اہل بیت کی مساجد کو گرایا جائے کیونکہ ان سے وہابیت جنم لیتی ہے۔ ان کا خطیب ہر خطبہ جمعہ میں یہ بات دہراتا ہے جو کہ کبیل میں نقل ہوتا ہے کہ اے فاطمہ الزہراءؑ..... اللہ تجھ پر رحم کرے، اے شکستہ پسلی والی..... اے اللہ! ہمیں قوت دے جس نے ان کی پسلی کو توڑا ہے ہم ان سے انتقام لیں۔ یہ شیعہ الزام تراشی کرتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے سیدہ فاطمہؑ کی پسلی توڑ دی تھی، گھر پر حملہ آور ہوئے اور اسے جلادیا اور سیدنا صدیق اکبرؓ کی بیعت پر مجبور کیا۔

علاوہ ازیں وہ شعائر و علامات ہیں جو سارا سال تعزیر کی مناسبت سے یہ اختیار کرتے ہیں۔ ان میں سے نمایاں شہادت حسینؓ ہے اور اس کے ساتھ انہوں کے سامراء کے دو قبے گرانے کے بعد ہادی اور عسکری کے نام سے علامات کا اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح تحریض و اشتقاق اور خونریزی کے شعائر میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔

اگر ان کی عملی سرگرمیوں کی جانب دیکھا جائے تو انہوں نے تنظیموں کی بنیاد رکھی ہے۔ حزب اللہ اور ملیشیا کے نام سے تنظیمیں ہیں ان کے ذریعہ یہ گروہی کینہ پروری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور یہ نام انتقامی جذبہ پر دلالت کرتے ہیں۔

ایک گروہ ثار اللہ کے نام سے ہے۔ ایک جیش مہدی کے نام سے ہے۔ اس گروہ نے اہل سنت کے حق میں زمانے کے بدترین جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ ان خطوط پر کام کرتے ہیں اور ایسی تدبیریں اختیار کرتے ہیں جن سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور اہل سنت کی قتل گاہیں امت کے دوسرے کونوں میں منتقل کرتے ہیں۔ جن میں یہ اپنی سرگرمیاں بروئے کار لاتے ہیں مثلاً، سواریا، مصر، فلسطین، لبنان، شمالی افریقہ کی ریاستیں، سوڈان، قمر کے جزائر، بحرین، کویت، مملکت سعودیہ کا علاقہ احساء، پاکستان، افغانستان، مالیزیا، انڈونیشیا حتیٰ کہ اسلامی جمہوریہ کی حکومتیں بھی ان کی سازشوں کی لپٹ میں ہیں۔ تمام عالم اسلام میں یہ اثر انداز ہو رہے ہیں یہاں تک کہ ان کی یہ تباہ کن سرگرمیاں مغربی ممالک میں موجود مسلمانوں کی جماعتوں میں بھی انتشار کا باعث بن رہی ہیں۔ یمن میں شیعیت کی دعوت دینے والے غالی لوگ اس میں کامیاب ہوئے ہیں کہ جو لوگ زیدی گروہ کے شیعہ تھے جو صلح جو تھے اور اہل سنت بھائیوں کے ساتھ باہم الفت رکھتے تھے انہیں اثنا عشری امامیہ مذہب میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اب ان کی حالت ہی پلٹ گئی ہے وہ ایڑیوں کے بل پھر گئے ہیں۔ اب یہ ان سے برسر پیکار ہیں اور اپنی قوم کے ساتھ ہی باہم دست و گریبان ہیں اور یہ ناچاقی کی آگ پھیل چکی ہے اور حرمین کے شہروں کے پرامن علاقوں کی حدود میں داخل ہو چکی ہے۔

نائیجر یا میں شیعوں کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی ہے اور وہاں انہوں نے اپنے غلبہ کا اعلان کر دیا ہے اور ایران سے بھیجا ہوا اسلحہ ان کے پاس پہنچ رہا ہے۔ اس سے ان کا مقصد نائیجری جیش مہدی تیار کرنا ہے جیسا کہ انہوں نے عراق میں کیا تھا۔ اب معاملہ یہ نہیں کہ مسلمان صرف امامیہ شیعوں کے عقائد سے اثر قبول کر رہے ہیں بلکہ یہ صورت حال سخت گھمبیر ہوتی جا رہی ہے اور خطرناک ہے کہ ان شیعہ گروہوں کو یہ تربیت دی جا رہی ہے اور اسلحہ فراہم کیا جا رہا ہے اور انہیں مالی تعاون دیا جا رہا ہے جس کی

وجہ سے یہ اپنے دائرہ کار میں تصادم اور فتنہ گری کرتے ہیں اور اپنے ہی شہر اور ملک کے باسیوں کی خونریزی کرتے ہیں۔ اس پر ایک اور جہت سے بھی غور فرمائیں ان فارسی شیعوں نے بہت اچھی اچھی اصطلاحات تیار کر رکھی ہیں جن میں ان کی خونریزی کی شکل پر پردہ رہتا ہے مثلاً مدرسہ اہل بیت، مذہب اہل بیت، پیروکاران اہل بیت۔ یہ خود کو شیعہ اور امامیہ نہیں کہتے۔ اپنے خطابات اور فضائی اور ریڈیائی بیانون میں یہ ان ناموں کو استعمال کرتے ہیں یہ ان کی طرف سے اشارہ ہے کہ دوسرے لوگ اہل بیت کے دشمن ہیں اور یہ اپنے گروہوں کے متعلق یہ نمونہ پیش کرتے ہیں کہ یہ حسینی ہیں اور دوسرے ابن زیاد ہیں۔

یہ گروہی تعصب کی آگ بھڑکاتے ہیں جس سے گروہی میلانات آتش بداماں ہوتے ہیں اور تاریخ مکروہ شکل میں خود کو دہراتی ہے اور سالانہ میلے ہوتے ہیں اور تاریخ ساز خود ساختہ معرکہ آرائیوں کا تصور شیعہ علاقوں کی شاہراہوں پر برپا کرتے ہیں۔ خصوصاً ہر سال یہ کام عاشورہ کے دنوں میں کرتے ہیں۔ شیعہ کا فضائی میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا جیسا کہ فرات، زہراء، عراقیہ، فیحاء، کوثر، کربلاء اور ان کے اخبارات میں جو بھی لکھا یا پڑھا جاتا ہے اور نشر کیا جاتا ہے اس میں فرقہ واریت کی آگ ہی بھڑکائی جاتی ہے اور خفیہ فتنہ بیدار کیا جاتا ہے۔ اس سے ان کی دینی ثقافتی پستی کا پتہ چلتا ہے یہ ایسی ثقافت ہے جس نے عربی گروہوں کو فارسی ثقافت کی بھینٹ چڑھا دیا ہے اور محبت سے جڑے ہوئے سروں میں چھید کر دیا ہے۔ آنکھیں نکال دی ہیں اور دینی ثقافت کے پروٹوڑ دیئے ہیں اور چھینا چھپی کر دی ہے اور بے گناہوں کو ہلاکت کے گڑھے میں گرادیا ہے۔ جیسا کہ آج کل عراق میں ہو رہا ہے یہ بات لوگوں تک پہنچ چکی ہے یہ سب کچھ اہل بیت کی حمایت کے نام پر ہو رہا ہے اور ان کے بقول دشمنان حسین رضی اللہ عنہ کی خونریزی کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کیا جا رہا ہے۔

اس سیاق و سباق میں ایران کا چکر واضح ہوتا ہے یہ ایک فرقہ واریت رکھنے والی متعصب عقائد والی حکومت ہے اور یہ گیس سے مالا مال ہے اس نے اپنے سیاسی مقاصد کے لیے بھرپور جدوجہد شروع کر رکھی ہے یہ دوبارہ فارسی کیسریت کا محل تعمیر کرنا چاہتی ہے تاکہ عالم اسلام میں اثر و نفوذ پھیل سکے۔ یہ اس بات میں سرگرم عمل ہے کہ مسلمانوں کے درست عقائد کو فارسی شیعہ عقائد میں تبدیل کر دے۔ یہ اہل بیت کے لبادہ میں اپنے ان اہداف کو پورا کرنا چاہتی ہے جیسا کہ تاریخ اس پر گواہ ہے کہ یہ فرقہ باطنیہ کے نام پر تحریکوں سے یہ مفاد اٹھاتے رہے ہیں اور شیعہ عقائد کا پرچار کرتے جا رہے ہیں۔ امت کے لیڈر، علمائے کرام، داعی اور ثقافت زدہ لوگ اور میڈیا اور اس کی ثقافت کے ادارے اور تربیت گاہیں یہ سارا بوجھ ان کے کندھوں پر ہے اور یہ بہت ہی خطرناک ہے اس خطرناک اور ہولناک مصیبت کا پیچھا کرنا بہت ضروری ہے اور اس تباہ کن سیلاب کے سامنے جو جھوٹ کا پلندہ ہے اور عام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ عقیدہ صحیح سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔ جو قرآن کریم اور سنت مطہرہ پر قائم ہو امت کی جدید نسل کو شرعی ثقافت کا دلدادہ بنایا جائے کسی لمحہ بھی ان خطرناک منصوبوں سے عقلیت نہ برتی جائے جو اس امت کے خلاف عجیب و غریب سازش ہے ہر ادارہ جو بھی اسلامی علاقوں میں ہے خواہ وہ مغرب میں ہو یا مشرق میں ہو اسے اس کے خلاف برسر پیکار ہونا چاہیے خصوصاً جب یہ فتنہ امت کا عقیدہ، تاریخ اور وراثت کو اپنا نشانہ بنا رہا ہو تو اسے مٹانے کے لیے کمر بستہ رہیں۔

امامیہ شیعہ کا معاملہ یہ امت مسلمہ کے لیے کوئی معمولی نہیں ہے کہ اسے نظر انداز کیا جائے یا مؤخر کیا جائے۔ یہ امت کے قومی معاملات میں سے اول معاملہ ہے اور امت کا امن اسی سے متعلق ہے یہ کوئی ایسا فتنہ نہ تھا جو دیا ہوا تھا۔ جسے ہم اٹھا رہے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ یہ فتنہ بیدار ہے۔ اس کا باعث خمینی ہے جس نے اس فتنہ کو گرد و جوار کے عربی سکول میں بھی جاری کیا ہے اور اس کی آگ مسلسل بھڑک رہی ہے اور اس کے اثرات بہت سارے مسلم ممالک میں پھیل چکے ہیں جن میں سے سرفہرست عراق ہے۔ جب سے خمینی کے شاگرد وہاں غالب آئے ہیں جو کہ غالی شیعہ ہیں اہل سنت کو دبایا جا رہا ہے اور ایران کا طریقہ اپنایا گیا ہے کہ ان سنیوں کا کوئی عزمگسار نہیں نہ ان کا ماتم کرنے والا ہے۔ یمن کے پہاڑوں پر ان کی خونریزی کی جاتی ہے۔ اور اس فتنہ کے بانی کئی ملکوں میں فتنہ گیری کے لیے سراٹھائے کھڑے ہیں۔

یہ وہم دماغ سے نکال دیا جائے کہ شیعہ خطرہ فلسطینی معاملہ کے مطابق ہوگا ویسا نہیں یہ خطرہ جو امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے اس کا سامنا کرنا ضروری ہے تاکہ اندرونی صفوں میں مضبوطی ہو اور دوسرے خارجی خطرات کا مقابلہ کیا جاسکے۔ یہ تاریخی تجربہ ہے کہ سپہ سالار صلاح الدین ایوبی نے حکم نامی غالی شیعہ کا خطرہ پہلے دور کیا تھا پھر اس نے صلیبیوں کا مقابلہ کیا اور بیت المقدس اور فلسطین کو آزاد کرایا۔ ان خطرات کا سامنا کرنا اور ان کے درپے استھصال ہونا ضروری ہے۔ مناسب یہی ہے کہ اللہ کے احکام کو خالص نیت کے ساتھ قبول کیا جائے اور ان کی طرف حکمت اور اچھی بحث کے ساتھ دعوت دی جائے اور ان منافقوں اور تحریف کرنے والوں کے خلاف جہاد کیا جائے جو فتنہ جو ہیں اور ان کی مخبری کرتے ہیں اس سے بڑا نفاق اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ امہات المؤمنین سے اظہار بیزاری کرتے ہیں خصوصاً اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے نہایت ہی نازیبا طرز عمل اپناتے ہیں اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفر کی تہمت لگاتے ہیں اور ابدی دوزخی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے ان کے خلاف جہاد یہ ہے کہ ان پر حجت قائم کی جائے۔ جو لبادہ انہوں نے اوڑھ رکھا ہے جس کی آڑ میں یہ گھناؤنا کھیل کھیلتے ہیں اسے چاک کیا جائے جو یہ اپنے عقائد عوام اور مسلمانوں کے درمیان بیان کرتے ہیں انہیں واضح کی جائے یہ تو اس حد تک پہنچ چکے ہیں جنہیں حق اور باطل کے درمیان امتیاز نہیں وہ ان کے جھانسنے میں آجاتے ہیں۔ اس لیے ان کی حقیقت کھول کر بیان کی جائے جو زندہ رہے وہ دلیل سے رہے اور جو مرے وہ دلیل پر مرے اسے چھپانا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا آتَوْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۖ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ

اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعُنُونَ ۖ﴾ (البقرة: ۱۵۹)

”جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے ان کو لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے ایسوں پر خدا اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔“

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آیات کثرت سے ہیں اور ان کے ساتھ احادیث اور آثار بھی ملا لیے جائیں تو غلو اور باطل سے معمور عقائد کی صحت کا پیچھا کرنا اس امت کی ہر انصاف پسند نسل پر لازم ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ علم دین کو ہر بعد میں آنے والا قابل اعتماد اٹھائے گا اور یہ جاہلوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی خود ساختہ باتوں کی تردید کرے گا اور غلو کرنے والوں کی غلط تاویل کو دور کرے گا۔ (امام احمد صحیح و تاریخ دمشق ۷/ ۳۹)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما جو کہ جلیل القدر صحابی ہیں اس بارے میں فرماتے ہیں جب اس امت کا بعد والا پہلے پر لعنت کرے تو جس کے پاس علم ہو وہ اسے بتائے اس دن علم چھپانے والا ایسا ہے جیسا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی چیز کو چھپانے والا ہے۔ (تہذیب الکمال: ۱۰/ ۱۷۳)

خود امامیہ شیعوں کی کتابوں میں لکھا ہے اس امت کا بعد میں آنے والا پہلے پر لعنت اور سب و شتم کرے گا تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے۔ جب یہ چیز نمودار ہو جائے تو پھر سرخ آندھی اور زمین میں دھنسائے جانے اور چہرے مسخ ہو جانے کا انتظار کرو۔ (المبسوط للطوسی: ۸/ ۲۲۴؛ الاعتقاد فی الصحابة)

مسلمانوں اور امامیہ شیعوں کے درمیان جو اختلاف ہے وہ اصولی اختلاف ہے فروعی نہیں کہ ایک دوسرے کو معذور تصور کیا جاسکے، اس اختلاف کا تعلق عقیدے کے ساتھ ہے، کتاب و سنت کے ساتھ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کے بارے میں اختلاف ہے تاریخ اسلامی اور اخلاقی باتوں میں اختلاف ہے۔ امامیہ شیعوں کے اصولی عقیدہ قرآن کریم کی محکم اور صریح نصوص کے محتاج ہیں۔ وہ آیات جو محکم ہیں اللہ تعالیٰ انہیں کتاب کی اصل قرار دے رہے ہیں ضروری ہے کہ عقیدہ کی ان سے تائید کی جائے اور جو متشابہ آیات ہیں ان پر لوگوں کے عقائد کی بنیاد ہوتی ہے جن کے دلوں میں کجروی ہے انکے علم میں پختگی نہیں۔ محکم آیتوں سے مراد وہ ہیں جن کی دلالت واضح ہے ان میں کسی قسم کا التباس نہ ہو اور متشابہ وہ ہیں جن کی دلالت زیادہ لوگوں پر مشتبہ ہو۔ (ابن کثیر: ۱/ ۳۴۴) جیسا کہ ہم نے کتاب کی ابتدا میں آل عمران کی یہی آیت نقل کی ہے۔

شیعوں کے اعتقادات متشابہ آیات اور خود ساختہ احادیث اور اہل بیت کی طرف منسوب جھوٹے اقوال پر مبنی ہیں۔ ان کے عقائد پر صریح اور محکم کوئی نص موجود نہیں۔ جن کی بنا پر یہ مسلمانوں سے علیحدہ ہوئے ہیں مثلاً ان کا عقیدہ امامت و عصمت اور وصیت وغیرہ پر کوئی نص نہیں یہ کتاب اسی پس منظر میں آئی ہے اس میں شریعت کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ باطل چیزوں کی عقدہ کشائی کی گئی ہے۔ شبہات پر سے پردہ ہٹایا گیا ہے اور پختہ حقائق کو بیان کیا گیا ہے جن کو باطل باتوں میں گڈ مڈ کر دیا گیا تھا۔ ایسی باتیں جو حسن معاملہ سے دور تھیں یقیناً ان کی کمزوری ثابت ہو چکی ہے۔

میں نے پوری کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں میرا طریقہ وہ رہے جو جمہور مسلمانوں کی رائے کا ہے اور ان کے قابل اعتماد سرچشموں سے استدلال کروں اور اختلاف کے بارے میں ان کے فیصلہ جات اختیار کروں، پھر امامیہ شیعوں کے جو مراجع اور کتابیں ہیں ان میں سے آراء پیش کروں گا جو کہ قابل اعتماد ہیں۔ اس کے بعد اہل بیت کے ائمہ کی رائے پیش کروں گا جو امامیہ شیعوں کے قابل اعتماد مراکز ہیں۔ جس سے اوپر ذکر کردہ تین آراء کے درمیان پڑھنے والے کے لیے موازنہ کرنا آسان ہوگا اور حقیقت کی گہرائی تک رسائی بھی ممکن ہو سکے گی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے امامی شیعوں کے افکار پر تربیت پانے والے اس سے بے خبر ہیں اور جب یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے جو نسبت اہل بیت کی طرف کی ہے اور ان کے ساتھ اپنا تعلق بیان کیا ہے جو خالی جھوٹ

ہے، اس کی باسند دلیل نہیں یہ ایک باطل شعار اور باطل خیال ہے بلکہ آپ کو یہ بھی پتہ چلے گا کہ جنہیں اہل بیت کا سب سے بڑا دشمن گردانتے ہیں یہی ان سے دوستی رکھتے ہیں اور اہل بیت کے محب ہیں۔

آپ دیکھیں گے سب سے بڑی طعنہ زنی اور ظالمانہ کاروائی یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت ان کے عمل، زبان اور قلم سے ہی زخم خوردہ ہیں جو شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اللہ کی دی ہوئی قوت کے ساتھ میں نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ میں نے اس بحث کا آغاز اہل بیت کی تعریف اور ان کی منزلت سے کیا ہے اور اس کے بعد شیعوں کی طرف منسوب فرقوں کی نشوونما اور ان کے ناموں کا تعارف پیش کیا ہے۔ بعد ازاں میں نے امامیہ شیعوں کے اعتقادی اصول بتائے ہیں، مثلاً امامت، عصمت، مہدی اور قرآن کریم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کا موقف کیا ہے اس کے بعد میں نے ان کے اہم عملی اصول بتائے ہیں جیسا کہ مزاروں کی زیارت اور ان کے مراسم اور طمانچہ زنی کرنا، متعہ کرنا اور اپنے اموال کا پانچواں حصہ دینا وغیرہ۔ اس کے بعد میں نے تکفیر و کافر قرار دینے کی بحث وارد کی ہے اور خون ریزی کو حلال قرار دینے کا معاملہ بیان کیا ہے۔

اس کے بعد ایک بحث میں میں نے یہ ثابت کیا ہے اور ایسی شہادتیں دی ہیں کہ ان عقائد کے اختیار کرنے سے ائمہ نے اظہارِ براءت کیا ہے۔

اس کے بعد میں نے بحث کو تاریخی شواہد سے مضبوط کیا ہے اور ہمارے زمانہ میں جو واقعے ہوئے ان سے مشاہدات پیش کیے ہیں اور کتاب کے اختتام سے پہلے ان دعووں کی قلمی کھولی ہے جو آپس میں قریب ہونے اور ان کی رکاوٹوں میں کیے جاتے ہیں۔ یہاں اشارہ کرنا ضروری ہے کہ میں نے جو بھی امامیہ شیعوں کی پرانی اور نئی کتابوں سے حوالے دیئے ہیں یہ ان کی توثیق کے لیے نہیں بلکہ ان پر حجت ثابت کرنے کے لیے ہیں جو ان کے نزدیک معتبر ہے اور قابل اعتماد وہ حوالہ ہم نے پیش کیا ہے وگرنہ ان کی روایات نظم و نسق کے ساتھ صفائی کا عمل نہیں رکھتیں نہ ہی جرح و تعدیل ان پر ہوئی ہے جیسا کہ جمہور مسلمانوں کے علمائے کرام جرح و تعدیل کرتے ہیں اور احادیث کا معیار پرکھتے ہیں ان کی کتابیں اس معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

تاہم انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ امامیہ شیعوں کی بعض کتابوں میں صحیح روایات موجود ہیں جن کی حیثیت ائمہ پر جھوٹ باندھنے کی ہولناک تہوں کے نیچے ایک روشن چنگاری کی ہے۔ یہ قرآن کریم کے موافق ہیں اور سنت صحیحہ کے مطابق ہیں یہ اس لائق ہیں کہ ائمہ اہل بیت سے ان کا صادر ہونا تسلیم کیا جائے، کیونکہ اس بات کا انہوں نے خود اقرار کیا ہے اور اہم ترین شرط لگائی ہے کہ صحت کے اعتماد پر پوری اترنے والی بات ہی ان کی طرف منسوب کی جائے۔ انہوں نے کہا ہے ہماری وہی بات قبول کی جائے جو قرآن و سنت کے موافق ہے۔

(معجم رجال الحديث: ۱۲۵۸۷، امام خوئی، عن الامام جعفر الصادق)

یہ بھی ان کا قول ہے جو کتاب اللہ کے موافق ہے وہ لے لو اور جو مخالف ہے اسے چھوڑ دو۔

(مستدرک الوسائل: ۱۷/۳۰۴، المیزان النوی عن الامام جعفر الصادق)

اس کتاب میں جمہور مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے اس سے یہ مقصد ہے کہ یہ منحرف عقائد کے پیچ و تاب سے محفوظ رہیں اور بدعات سے دامن بچالیں اس میں ہمارا روئے سخن امامیہ شیعہ کی طرف بھی ہے ان کی کتابوں نے ان پر ستم ڈھایا ہے کہ ان کے عقائد کو ان سے چھپایا ہے اور حقائق سے آشنا نہیں ہونے دیا اس طرح شاید جسے اللہ ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کتاب کا بھی اس میں حصہ شامل ہو جائے اور وہ ایمانداروں کی راہ کا تتبع بن جائے اور شیعہ عقائد سے جو کہ ظلم و جور پر مبنی ہے اور ائمہ اہل بیت اور عترت مطہرہ کی طرف منسوب ہیں ان سے براءت کا اعلان کر کے اللہ کی طرف آجائے۔ وجہ یہ ہے کہ ان ائمہ سے واضح طور پر امامیہ شیعوں کی مرکزی کتابوں میں سے ان کے عقائد سے اور اقوال سے براءت کا اظہار کیا ہے

میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں ہر شخص کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس کے لیے دعا گو بھی ہوں جو نصیحت کرے اور راہ راست کی رہنمائی کرے، اور اس بحث کے متعلقہ مصادر میں اضافہ کرے۔ اور کتاب کے کسی بھی مقام پر حوصلہ افزائی کرے یہ کتاب پریشان اور اراق میں تھی جسے میں نے دروس کی صورت میں ثقافتی مراکز پر کیسٹوں کی صورت میں پیش کیا۔

میں نہایت ہی قدر کی نگاہ سے اپنے دواستادہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، استاد عبد اللہ یوسف جدلیج جو یورپ کی مجلس افتاء کے رکن ہیں اور دوسرے استاد عمر حمدان کہیسی جو کہ متحدہ عرب امارات میں جامعۃ الاتحاد میں استاد ہیں۔ انہوں نے نہایت ہی مہربانی کی اور شرعی اور لغوی دونوں اعتبار سے اس کے حوالہ جات کو پرکھا اللہ سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ اللہ سبحانہ ہی دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

آخر میں میں اللہ علی و قدر کی بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں۔ اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کا واسطہ دے کر گڑگڑاتا ہوں جو میں نے پیشکش کی ہے اسے نفع بخش اور اپنے کریم چہرے کے لیے خالص بنادے یعنی اسے خالص اپنی رضا کے لیے قبول کر لے اور مسلمانوں کے دلوں کو اپنی کتاب میں اور اپنے امین نبی کی سنت پر ان کو یکجا کر دے یہ موروثی تعصب سے دور ہیں اور ہمیں منع خیر بنادے اور شر کے در بند کرنے والا بنادے اور اس امت کو اپنے رب کی کتاب کی طرف لوٹنے کی توفیق دے جو کہ مصدر ہدایت ہے، سرچشمہ عزت و اصلاح ہے۔ میرا ارادہ صرف اصلاح ہے توفیق اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمین۔

غسان بصری

۲۵-۱۶-۱۴۳۱ھ-۱-۱۲-۲۰۱۰ء

اللہ مجھے میرے والدین اور مسلمانوں کو بخش دے۔

پیش لفظ

موجودہ دور میں شیعہ اصطلاحات کی تعریف

(۱)..... سیاسی شیعیت: بعض اسے عربی شیعیت بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ اہل تشیع ہیں جنہوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان کے خلافت کے وقفہ میں نصرت و حمایت کی تھی۔ یہ صرف تائید کنندہ اور حمایت کرنے والے اہل تشیع ہیں یہ عقیدہ اہل تشیع نہ تھے۔ صرف سیاسی تھے۔ کیونکہ یہ معاملہ فقہی مسئلہ پر مبنی تھا جو کہ فروغی تھا یہ اس گروہ کے متعلقہ تھا۔ جو اس واقعہ میں شرعی حکم کو پہنچا تھا۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ جمہور اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حق و صواب کے زیادہ قریب تھے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کیا تھا مگر صواب اور حق تک ان کی رسائی نہ ہوئی تھی۔ لہذا اس سیاسی شیعہ گروہ کا شیعہ امامیہ کے عقائد کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ نہ قریب کا نہ دور کا کچھ تعلق نہ تھا۔

علوی اور صفوی۔ شیعہ کی سب سے پہلی اصطلاح، ایرانی شیعہ مفکر ڈاکٹر علی شریعتی نے استعمال کی تھی۔ اس کی مشہور کتاب، ”تشیع علوی و تشیع صفوی“ میں اس نے دونوں کی وضاحت بیان کی ہے۔ اور اس نے قطعی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ اہل تشیع صفوی جو ہیں یہ غلو والے عقائد اور بدعات اور شرکیات اور عیسائیت سے حاصل کیے ہوئے رموز اور پرانے فارس کے دینی نظریات رکھنے والے ہیں۔ لیکن اس نے کوشش کی ہے علوی اہل تشیع کو ان سے بری قرار دے۔ لیکن شیعہ کے یہ دونوں گروہ غلو اور جانبداری کی دلدل میں واقع ہیں۔ دونوں کے نظریات ان دونوں پر مرکوز ہیں۔ اہل بیت کے بارے میں غلو کرنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، امہات المومنین کے بارے میں خصوصاً حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اور ان کی بیٹیوں عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ شریعتی نے خود بیان کیا ہے ان دونوں شیعوں کے درمیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نفرت اور بغض میں کوئی فرق نہیں صرف اتنا فرق ہے کہ صفوی اہل تشیع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں زیادہ بغض رکھتے ہیں۔ بہ نسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کیونکہ انہوں نے پہلی خطا کا ارتکاب کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی برائیوں میں سے ایک برائی ہیں۔

(التشیع العلوی والتشیع الصفوی: ۱۳۵)

اس کے بعد ان دونوں دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم گروہوں کے درمیان فرق کا راز بتاتا ہے۔ کہتا ہے اس میں یہ راز ہے کہ یہ بات صیخہ راز میں رکھی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے دور کیا اور باغ فدک غضب کر لیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزدگرد کو دور کیا اور اس کی ساسانی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ (حوالہ مذکور)

فارسی اہل تشیع: یہ وہ ہیں جنہیں فارسی امامیہ شیعوں نے اپنی کتابوں اور تالیفات میں پھیلا یا ہے۔ شیعیت میں غلو صفوی حکومت

کے قیام سے بھی سینکڑوں سال پہلے پایا جاتا ہے۔ کلینی کی کتاب الکافی، دیکھیں تو ان کی گروہ بندی اور غلو کے متعلق پہچان کے لیے یہ کافی ہے۔ امامیہ شیعوں کی مشہور کتب غلو کے بارے بہت کچھ بیان کرتی ہیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ علوی اہل تشیع معتدل تھے صفویوں نے انہیں غلو میں ڈالا ہے یہ درست نہیں۔ بلکہ اہل تشیع کے عقائد فارسیوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتابیں تالیف کیں اور بہانیوں کے غلبہ کے دور میں جو کہ خلافت عباسیہ میں انہیں حاصل ہوا تھا۔ اس میں انہیں پھیلا یا۔ یہ تقریباً چھٹی صدی میں صفویوں کے آنے سے پہلے کی بات ہے اس لحاظ سے درست یہ ہے کہ شیعیت کے غلو والے عقائد کو مجوسیوں کی طرف منسوب کیا جائے۔

غالی شیعیت کے عقائد کی فارس کے طرف نسبت کے اسباب

درج ذیل میں ہم ان اسباب کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے امامیہ شیعوں کے عقائد کا ربط فارس کے ساتھ جڑتا ہے۔
(۱)..... امامیہ شیعوں کے تین بڑے مرکز ہیں۔ علمی طور پر یہ جن کی طرف رجوع کرتے ہیں غالی شیعہ انہی تالیفات پر قائم ہیں۔ کلینی متوفی ۳۲۸ھ

(۲)..... مرقی جسے صدوق کے لقب سے پکارتے ہیں۔ متوفی ۳۲۹ھ

(۳)..... طوسی، جسے شیخ الطائفہ کہتے ہیں۔ متوفی ۴۶۰ھ

یہ تینوں نہ تو ائمہ اہل بیت میں سے ہیں اور نہ ہی یہ اہل بیت کے عام لوگوں میں سے ہیں۔ بلکہ یہ عرب بھی نہیں۔ یہ فارس کے شہروں میں سے ہیں انہوں نے اپنی کتابیں تالیف کیں اور بہانیوں کی حکومت میں انہیں پھیلا یا۔ خلافت عباسیہ جب کمزور ہوئی تو یہ بہائی حاکم بغداد بن گئے اور انہوں نے فتنہ انگیزی کی اور شیعہ عقائد پھیلائے۔ ان کے سینکڑوں سال بعد صفوی آئے یہ ایرانی عجمی تھے۔ ان کے زمانہ میں محمد باقر مجلسی فارسی نے اپنی ضخیم کتاب ”بحار الانوار“ لکھی جو فارسی شیعیت کے لیے عقائد کا انسائیکلو پیڈیا شمار ہوتی ہے۔

نئے اور پرانے جمہور مسلمانوں کے قائدین نسلی اختلاف کے باوجود ان میں عرب بھی ہیں فارسی بھی ہیں۔ ترک بھی ہیں کرد بھی ہیں۔ ہندو بھی ہیں، برہم بھی ہیں۔ یہ سب اسلام کے منشا کے موافق ہیں دینی وصف ہی ان کا عالمی شعار ہے۔

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ ط﴾ (۴۹/الحجرات: ۱۳)

”بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے وہ زیادہ عزت والا ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔“

کسی عربی کو عجمی پر صرف تقویٰ کی وجہ سے برتری ہے۔ (غایۃ المرام: ۳۱۳، عن جابر بن عبد اللہ وصحہ الالبانی)
سوال پیدا ہوتا ہے امامیہ شیعوں نے اور ان کے بڑوں نے جو پرانے اور نئے تھے اہل فارس پر انہوں نے کیوں اکٹفا کیا۔ حالانکہ یہ سب جانتے ہیں کہ قرآن عربی ہے۔ نبی ﷺ عربی ہیں۔ ائمہ اہل بیت عربی ہیں۔ جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں امامیہ شیعوں کے سلسلہ میں اوپر ایک بھی عربی نہیں۔ اس کے باوجود یہ علوی نسب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور سادات کہلاتے ہیں اور سیاہ پگڑیاں باندھتے ہیں۔ جو ان کے نزدیک سید عالم کی ممتاز علامت ہے۔ نجف میں امامیہ شیعوں کے نوبت بد نوبت جو سلسلے جاری

ہیں سب کے سب فارس کے علاقوں سے ہیں۔ اسی طرح ایران میں تحریک سے پہلے اور بعد بھی یہی صورت ہے۔ سب ائمہ فارسی ہیں۔

(۱)..... اب ان کا مرجع اعلیٰ سیستانی ہے۔

(۲)..... ابوالقاسم الخوئی ہے۔ متوفی: ۱۹۹۲ء

(۳)..... محسن طباطبائی ہے۔ متوفی: ۱۹۷۰ء

(۴)..... حسین بروجردی ہے۔ متوفی: ۱۹۶۱ء

(۵)..... ابوالحسن اصفہانی ہے۔ متوفی: ۱۹۴۵ء

(۶)..... محمد تقی شیرازی ہے۔ متوفی: ۱۹۶۰ء

(۷)..... کاظم یزدی ہے۔ متوفی: ۱۹۱۹ء

(۸)..... محمد کاظم خراسانی۔ متوفی: ۱۹۱۱ء

(۹)..... محمد میرزا حسن شیرازی۔ متوفی: ۱۸۹۵ء

(سبب ۲)..... شیعیت میں فارسی اثر کا یہ ہے کہ وہ پودا جس کا بیج عبداللہ بن سبائے بویا تھا۔ اس کی نگہبانی اس کے بعد فارس کے بت پرستوں کے قائدین نے اپنے سپرد لی تھی۔ وہ اس کی پرورش میں کمر بستہ ہوئے اور فارس کے قدیم نظریات اور دینیات اور عقائد کے ساتھ ان کی نشوونما کی۔ اس عبداللہ نے ان کے ذریعہ اسلام سے انتقام لیا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام نے ان کی ساسانی ملوکیت کا خاتمہ کیا اور ان کے مجوسی عقائد کو تہہ وبالا کیا اور ان کے پنچہ ستم سے انہیں نجات دلائی۔ اور نور اسلام نے اور دین حق نے ان کی عقلوں کو صیقل کیا۔

نہاوند کے معرکہ کے بعد جس میں فارس کو شکست فاش ہوئی تو یزد گرد نے اپنے لشکر کے شکست خوردہ بعض ارکان کے ساتھ مشاورت کی تو انہوں نے یہ تجویز پاس کی کہ ایک گروہ اسلام میں داخلے کا اعلان کرے اور اندر سے اسے کھوکھلا کرے اور اس طرح بڑے بڑے قائدین کو دھوکا سے ختم کرنے کا معاملہ طے پایا۔ اس کا سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ نہاوند کا مجوسی ابو لؤلؤ یہ گھس آیا۔ یہ وہی مجوسی ہے ایران میں جس کی قبر زیارت گاہ ہے۔ یہ مدیہ منورہ میں چالبازی سے آیا اور میٹنگ کے دو سال بعد اس نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

امام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مزدک اور مجوس کی ایک جماعت نے جو کہ کم تعداد میں تھے اس میں ثنویہ فرقہ کے ملحد بھی تھے اور پرانے فلسفیوں میں سے ملحدوں کا ایک بڑا گروہ بھی شامل تھا سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان دین کے جانثاروں کے غلبہ سے جو مصیبت آئی ہے اور مسلمان جو ایک ہولناک آفت بن کر چھا گئے ہیں اس بارے سوچ بچار کرنے لگے۔ اور تدابیر بروئے کار لانے لگے کہ اسے کیسے کم کیا جائے اور اس سے نجات حاصل کی جائے۔ اور دوسری رائے انہوں نے یہ پاس کی کہ ہم مسلمانوں کے گروہ کے عقیدہ کی طرف خود کو جھوٹا منسوب کرتے ہیں۔ اور ان کی طرف نسبت کر کے خود کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ اور اہل

بیت کی طرف نسبت کرتے ہیں اور جوان کی طبع کے مطابق ہے وہی ہم دوستی کا اظہار کرتے ہیں اس کے بعد ہم ان کے گزرے ہوئے ائمہ جو کہ ان کے لیے اسوہ اور پیشوا ہیں ان پر لعن طعن و تنقید شروع کر دیں گے۔ اس منصوبہ کے مطابق انہوں نے کہا ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم ایک آدمی کو چنتے ہیں جو ہمارے مذہب کے مطابق ہم سے تعاون کرے اور ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ اہل بیت میں سے ہے۔ ساری مخلوق پر واجب ہے کہ اس کی بیعت کرے۔ اور اس کی اطاعت کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ معصوم عن الخطاء ہوتا ہے اور وہ اللہ کی طرف سے لغزش سے پاک ہوتا ہے۔ (فضائح الباطنیہ: ۱۹-۱۸)

(۳) شیعیت میں فارسی عنصر کے شامل ہونے کا سبب یہ ہے کہ کینہ اور بغض ان کے خطبات اور رائٹروں کی زبان سے دولت بنو امیہ کے خلاف اگلا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ خالص عربی حکومت تھی۔ دولت عباسیہ خالص عربی نہ تھی اس میں فارسی عناصر بھی تھے یہی وجہ ہے اس میں پھوٹ ڈال سکتے تھے اور اس میں طویل وقفہ حکم چلا سکتے تھے۔ تشیع جو کہ فارسی ہے اس کے مراکز کی طرف رجوع کریں تو ان میں صدیوں سے جاری تعز یہ کے جو مراسم رہے ہیں وہ بنو امیہ کے دور کے ہیں جو لوگ خلافت بنو امیہ میں قتل ہوئے ہیں اور ان کا تعلق اہل بیت سے ہے تو ان کی تعز یہ داری زیادہ شد و مد سے کرتے ہیں جبکہ خلافت عباسیہ کے زمانہ میں ان کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ اہل بیت قتل ہوئے ہیں انہیں صرف نظر کرتے ہیں اور زیادہ تعز یہ نہیں نکالتے وجہ یہی ہے کہ خلافت عباسیہ میں فارسی بھی موجود تھے۔

تبصرہ نگار شیعہ حسن علوی کہتا ہے: فارسی دوران پریشانیوں سے خاموش ہے جو علویوں کو پیش آئیں۔ وجہ یہ ہے کہ خلافت عباسیہ کے محلات میں وزراء اور سپہ سالار جو کہ فارسی تھے وہ ان میں داخل ہو گئے تھے۔ (دماء علی نہر الکرخہ: ۵۵)

(۴) فارسی خیالات..... شیعیت میں آنے کا سبب یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد زیادہ تعظیم کرتے ہیں ان کے حقیقی بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعظیم کم کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے نہال فارسی ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ شہر بانو بنت یزید گرد کی یہ اولاد تھے۔ (بحار الانوار: ۳۹۲-۴۵ محمد باقر مجلسی)

اہل ایران کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں زیادہ تسلی اور اطمینان تھا کیونکہ یہ جانتے ہیں علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کے بادشاہ یزید گرد کی بیٹی ہے۔ ان کی رائے ہے کہ ملک کے حقوق ان کی اولاد میں ہیں۔ یہ بھی دینی حقوق کے ساتھ یکجا ہو گئے ہیں ان کے درمیان یہاں سے ہی سیاسی تعلق پیدا ہوا۔ یہ اپنے بادشاہوں کو مقدس تصور کرتے ہیں ان کا عقیدہ ہے۔ ملک آسمان سے حاصل ہوتا ہے اور اللہ عطا کرتا ہے۔ اس میں یہ اور مضبوط ہو گئے۔

(تاریخ ادبیات ایران، ڈاکٹر براؤن: ۲۵۱، یہ برطانیہ کا یورپین ہے جو ایران میں طویل مدت رہا اور ایران کی تاریخ کو خوب پڑھا پھر اس نے یہ تبصرہ کیا۔) (الشیعہ و السنہ)

استاد احمد امین کہتا ہے: فارسی قوم میں کچھ لوگ شیعہ ہو گئے وجہ یہ ہے کہ حکم فارسی کے دور میں انہوں نے مالک کے گھر کی تعظیم اور تقدیس کا ڈھونگ رچایا۔ اور انہوں نے کہا: بادشاہ عام آدمی کی مانند نہیں، یہ لوگ جب اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو بھی کسریٰ والی نظر سے دیکھا اور آپ کے اہل بیت کو مالک اور بادشاہ کے گھر کی نگاہ سے دیکھا۔ ان کا خیال تھا

نبی ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ خلافت کے حقدار اہل بیت ہیں۔ (ضحی الاسلام: ۲۰۹-۳)

(۵)..... فارسی عقائد سے متاثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ علاقہ فارس کے متعلقہ ہر چیز کے بارے میں تقدیس و تعظیم کی روایات وارد کرتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی بھی تعظیم صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ فارسی ہیں ان کے متعلق ان کا خیال ہے کہ ان کی طرف وحی آتی ہے۔ (رجال الکشی: ۲۱)

ایران کے قم شہر کے بانیوں کے بارے میں مخصوص روایات بیان کرتے ہیں کہ قم میں رہنے والوں کے لیے دروازہ ہے جو جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسے انہوں نے امام علی رضا کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ کہتے ہیں:

جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ قم والوں کے لیے مخصوص ہے۔ (بحار الانوار: ۲۸۹-۸/۸۷-۳)

یہ فارسیوں کی تعظیم میں یہاں تک چلے گئے ہیں کہ اسلام سے پہلے جو فارسی بادشاہ ہیں ان کے متعلق کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایران کے بادشاہ کسریٰ کے متعلق کہا ہے کہ اللہ نے اسے دوزخ سے نجات دلادی ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام کر دی ہے۔ (بحار الانوار: ۱۴-۴۱)

امام جعفر سے منسوب ایک قوم بیان کرتی ہے کہ قم والے قبروں سے نکال کر سیدھے جنت میں اکٹھے کر دیے جائیں گے۔

(بحار الانوار: ۲۱۸-۵۷، ۸۷-۳)

یہ فارسیوں کی تعظیم میں یہاں تک چلے گئے ہیں اسلام سے پہلے جو فارسی بادشاہ ہیں ان کے متعلق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایران کے بادشاہ کسریٰ کے متعلق کہا ہے کہ اللہ نے اسے دوزخ سے نجات دلادی ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام کر دی ہے۔ (بحار الانوار: ۱۴-۴۱)

(۶)..... اپنی ثقافت کے ایرانی ہونے کا یہ خود اعتراف کرتے ہیں یہ دینی ثقافت پر مقدم رکھتے ہیں۔ الجزیرہ ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام میں جس کا نام وثائق ہے اس میں ایک مشہور ایرانی میڈیا کے آدمی نے کہا تھا، جس کا نام محمد صادق حسینی ہے، یہ عربی بولنے میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اسے عربی ٹیلی ویژن کے اسٹیشن پر مہمان خصوصی کے طور پر بلایا جاتا ہے اور یہ موجودہ ایرانی نظام کا مقرب ہے۔ اس نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا، اس سے سوال ہوا ایران کا دین باقی مسلمانوں سے جدا کیوں ہے اس نے جواب دیا: ایران کے دین کے بارے میں نص نہیں جو کہ جزیرہ عرب سے حاصل ہوا ہو۔ یہ فارسی وراثت کی آمیزش سے وجود میں آیا ہے۔

(پروگرام، عین علی ایران، یہ ماہانہ پروگرام ہے اور اسے روزانہ پھیلا یا جاتا ہے۔ جنوری ۲۰۰۸ء)

اس میں صریح اقرار کیا گیا ہے کہ ان کے عقائد کا مرکز فقط قرآن پاک نہیں، جیسا کہ عام مسلمانوں کے عقائد ہیں ان میں فارسی دین کا امتزاج ہے جسے ”حوزہ علمیہ“ کے نام سے ان کے علما نے ادارہ بنایا ہے انہوں نے فارسی دینیات کی آمیزش کی ہے۔ امامیہ شیعہ اس مجلس کو ”مرجعیہ مقدسہ“ کہتے ہیں ان کے پیروکار اور مقلدان کی تعلیمات کے بغیر کسی روک ٹوک ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اگر کبھی کوئی عام خبردار ہوتا ہے چھان بین کی دعوت دیتا ہے اور اسلامی اور شرعی فیصلہ کی طرف آتا ہے اور موڑتی اور قدیم فارسی

دینیات سے ہٹ کر فیصلہ کرنا چاہتا ہے تو آیۃ اللہ عظمیٰ ابو فضل ربیعہ وغیرہ حوزہ (اس مجلس مجتہدین کے) جو سربرآوردہ ہیں اسے ان کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ ایران میں موجود ہیں اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۷)..... موجودہ شیخ علی کورانی قمی نے امام مہدی کے ظہور پر گفتگو کے دوران کہا ہے کہ امام مہدی غار میں بڑی مدت غیب رہنے کے بعد جب نمودار ہوگا تو وہ عراق کو مرکز بنائے گا۔ اور یہ اس کے ملک کا دار الخلافہ ہوگا۔ اور وہ اس میں پرانی فارسی بادشاہت کو نئے سرے سے آباد کرے گا اور اسے غالب کرے گا۔ اور ایرانی ظہور مہدی کے ساتھ غالب آئیں گے۔ (عصر الظہور: ۱۶)

(۸)..... عید نوروز جو ہے یہ مجوس کی عید ہے یہ ایران کی اہم ترین عید ہے ”جمہوریہ ایران“ کے قیام کے بعد عید نوروز ہمیشہ منعقد ہو رہی ہے یہ اسے عید الاضحیٰ اور عید الفطر سے بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ مناتے ہیں۔ (العطلة الرسمية: ۱۴)

نئی اور پرانی فارسی والی شیعیت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے، نوروز کی تعظیم اور اس کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔ نورطوسی کہتا ہے نوروز کی تعظیم کرنا اور عمدہ اور صاف ستھرے کپڑے پہننا مستحب ہے۔ (مستدرک الوسائل: ۳۵۶-۶) خمینی نے فتویٰ دیا ہے، غدیر اور نوروز کے دن غسل کرنا اور روزہ رکھنا جائز ہے۔ (تحریر الوسیلہ: کتاب الظہار: ۶؛ الاغسال المعزوبتہ والاغسال الزمانیہ)

اس بات سے جان بوجھ کر جہالت اختیار کرتے ہیں کہ امام موسیٰ بن جعفر کاظم نے اس بارے میں صریح کہا ہے کہ یہ نوروز کا اہتمام کرنا منع ہے۔ اور انہوں نے اسے فارسی طریقہ شمار کیا ہے۔

مجلسی نے بیان کیا ہے خلیفہ منصور نے موسیٰ بن جعفر سے مطالبہ کیا نوروز کے دن کی تیاری کے لیے جلوس نکالیں۔ جو اس کی طرف اٹھایا جائے وہ قبضہ میں لیں۔

تو انہوں نے کہا: میں نے اس بارے میں رسول اکرم ﷺ اپنے نانا جان سے مروی اطلاعات کی تفتیش کی ہے میں نے اس عید نوروز کے بارے میں کوئی خبر نہیں پائی۔ یہ فارسیوں کا طریقہ ہے اسے اسلام نے مٹایا ہے اور اللہ کی پناہ ہے کہ اسلام نے جسے مٹایا ہے ہم اسے دوبارہ زندہ کریں۔ (بحار الانوار: ۱۰۸-۴۸) اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں فارسی مذہب کی جانب غالی شیعیت کی نسبت جو ہے یہ صفوی شیعیت کی نسبت سے بھی زیادہ ہے۔

قومی اعتبار سے کسی پر فارسی کا لفظ بولنا نہ تو گالی ہے اور نہ ہی نقص ہے لیکن عیب یہ ہے کہ اسے اسلام پر مقدم کیا جائے اور دین قیم جو لے کر آیا ہے اسے اس پر برتری دی جائے۔ عید نوروز کو بڑی تعظیم دی جاتی ہے۔ امام خمینی کی وصیت ہے کہ اسے منایا جائے اور یہ خمینی دینی اور سیاسی طور پر ایک اہم مرکز ہے۔ یہ جماعتی اور قومی تعصب رکھتا تھا۔ اس نے اتنی جرأت کی ہے کہ اس نے اپنی قوم کو خیر القرون سے افضل قرار دیا ہے، حالانکہ وہ لوگ نبی ﷺ کے تربیت یافتہ تھے یہ کہتا ہے:

میرے خیال کے مطابق ایرانی قوم جو کہ لاکھوں کی تعداد میں ہے اور جو عصر حاضر میں ہے یہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ کے اہل حجاز سے بہتر ہے (الوصیۃ السیاسیۃ: ۲۳) ۱۹۶۲ء، ۱۹۷۸ء کے دوسالوں کے وقفہ میں جو یہ عراق کے نجف میں ٹھہرا دیا ہے اس نے عربی زبان میں ایک بھی لیکچر نہیں دیا اس وجہ سے فارسیوں کے اہم ارکان اسے اچھا قرار دیتے رہے ہیں وہ فارسی زبان میں بات کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ محمد صادق جو کہ اہم رکن تھا فارسی زبان کا ماہر تھا وہ خمینی کے دروس کا نجف شہر میں فوراً عربی میں

ترجمہ کرتا تھا۔ خمینی خود عربی میں درس نہ دیتا تھا خمینی فارسی میں ہی بولتا تھا اتنا متعصب تھا۔ (اغتيال الشعب: ۲۱)

محمد رضائی اور مہدی سفاری یہ دونوں ایرانی وزارت خارجہ کے اہم ذمہ دار تھے اور بلند عہدہ پر فائز تھے۔ یہ عرب لوگوں کو بدو اور صحراء نشیں قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ان کی شہریت عارضی ہے اور تیل سے وابستہ ہے۔ فارس اور عرب کے درمیان کوئی تعلق نہیں فارسی لوگ ہزاروں سال سے شہریت سے وابستہ ہیں ان کی شہریت ہزاروں سال پر پھیلی ہوئی ہے۔

(مجلۃ البیان شماره: ۲۶۴، ص: ۷۱)

خمینی کے پہلے تحریکی دور میں علی شریعی بیان کرتا ہے کہ ایک دھواں دھار بحث ہوئی کہ ایران اور خدمت اسلام ایک فریق کا یہ موقف تھا اور دوسرے فریق کا یہ موقف تھا اسلام اور خدمت ایران اس میں جن کا موقف تھا اسلام اور خدمت ایران ان کی کامیابی پر بحث ختم ہوئی اور یہ فریق نمایاں کامیاب ہوا یعنی انہوں نے ایران کی اہمیت کو اجاگر کیا اور اسلام پر اسے فوقیت دی۔

(تشیع العلوی والتشیع الصفوی: ۲۱)

ڈاکٹر علی اکبر ولایتی جو کہ ایرانی انقلاب کا اعلیٰ رہنما ہے اور اس سے مشورہ لیا جاتا ہے اس نے ایرانی ٹیلی ویژن کورسی اٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے، یہ علی خامنہائی سے بات کر رہا تھا۔

اسلام سے پہلے فارس کے بادشاہ بہت زیادہ لائق ستائش ہیں۔ اس لیے ہم نے ”مدرسہ فارسیہ“ کے نام پر سکول کھولا ہے۔ اور مزید کہا، تخت جمشید (یہ فارس کا بادشاہ تھا) کے نمایاں نقوش میں قصر خمینی بھی یادگار نقش ہے جسے (۲۵۰۰) سو سال پہلے قوروش بادشاہ نے تعمیر کیا تھا۔ یہ شیراز شہر کے قریب ہے۔ جو طہارت و عظمت کی ایک نشانی ہے یہ آثار مصر، آثار رومانیہ اور آثار یونانی اور مغربی آثار کی مانند نہیں یہ بد اخلاقی کے آثار ہیں جبکہ تخت جمشید عظمت کا نشان ہے اور تخت خمینی طہارت کا نشان ہے۔

فارس کی قومیت کی جتنی بھی تحریکیں ہیں اور جدید خطوط پر ابھر رہی ہیں یہ قصر جمشید کے تخت کے بقیہ نشانات ہیں اور فارسی قوم کا شعار اور علامت ہیں یہ عمامہ باندھنے والے دینی کردار کا یعنی ایرانی امراء اور قومیت پرست عناصر میں اب کوئی فرق نہیں۔ دونوں ایک ہیں یعنی ان ایرانی پگڑیوں والوں میں فارسی قومیت کا تعصب ہے اس میں دونوں ایک ہیں کوئی فرق نہیں۔

(موقع العربية: ۱۴، ۲۰۰۹ء، ۲۶ ذوالقعدہ: ۱۴۳۰ھ)

اہل بیت کون ہیں

(۱) اہل بیت اور آل بیت دونوں طرح بولا جاتا ہے ان میں فرق یہ ہے کہ آل، اہل کی بہ نسبت زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ آدمی کے اہل اس کی آل میں ہی شمار ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کی اکثریت کے نزدیک اہل بیت کی دلیل وہی ہے جو قرآن پاک نے ذکر کی ہے۔ اہل بیت کا لفظ قرآن پاک میں دو جگہوں پر ذکر ہوا ہے۔ ایک نبی کی بیوی کے ضمن میں بیان ہوا ہے۔ اور دوسرا نبی ﷺ کی بیویوں کے تذکرہ کے بیان ہوا ہے۔ کتاب اللہ میں اس کا تذکرہ ایسے طور پر نہیں ہوا کہ اس سے دیگر عزیز و اقارب مراد لیے گئے ہوں بیوی کے علاوہ عزیز و اقارب کے لیے یہ لفظ احادیث میں آیا ہے۔

قرآن پاک میں وہ پہلا مقام جہاں اہل بیت کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سیدہ سارہ علیہا السلام، جب فرشتوں نے انہیں لڑکے کی بشارت دی حالانکہ وہ بڑھاپے میں سے گزر رہی ہیں۔ اس سے انہوں نے تعجب کیا۔ ارشاد الہی ہے:

﴿قَالُوا اتَّعَجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمْتُ اللَّهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝﴾ (۱۱/ہود: ۷۳)

”کہا، کیا تم اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہو تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکت ہواے گھروالی، بے شک وہ تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔“

یہاں فرشتوں نے اہل بیت کے لفظ کے ساتھ مخاطب کیا ہے جو کہ بیوی کے لیے متعین ہے شیعہ مفسرین نے بھی اس کا اقرار کیا ہے جیسا کہ طبری اور کاشانی نے اقرار کیا ہے۔ کہ اہل بیت سے یہاں بیوی مراد ہے۔

(مجمع البیان: ۳/۱۸۰؛ منهج الصادقین: ۴/۹۳)

(۲)..... وہ مقام جو سورہ احزاب آیت: ۲۸ تا ۳۴ میں ہے یہاں بالکل واضح طور پر روئے سخن نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کی طرف ہے۔ اے نبی ﷺ اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں فائدہ دیتا ہوں اور اچھے انداز سے چھوڑ دیتا ہوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے ان کے لیے جو تم میں سے احسان کرنے والی ہیں اجر عظیم رکھا ہے۔

اے نبی کی بیویو! تم میں سے بالفرض کوئی بے حیائی آئے گی جو ظاہر ہو تو اس کے لیے دگنا عذاب ہوگا۔ یہ اللہ پر آسان ہے۔ اور جو تم میں سے اللہ کی اطاعت کرے گی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہوگی اور نیک عمل کرے گی ہم اسے دو مرتبہ اجر دیں گے اور ہم نے ان کے لیے اچھا رزق تیار کیا ہے۔

اے نبی کی بیویو! تم کسی عام عورت کی مانند نہیں ہو اگر تم میں تقویٰ ہے تو بات لو چدار نہ کرو۔ کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ طمع رکھ لے اور تم بات کرو تو اچھی کرو۔

اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو پہلی جاہلیت کی سی زینت کا اظہار نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۳۳)

”بے شک اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے پلیدی دور کرے اور تمہیں پاک کر دے۔“

ان کے بعد بھی خطاب نبی ﷺ کی بیویوں ہی کو ہے:

﴿وَإِذْ كُنَّ مَا يَمْكُنَنَ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾ (۳۴/ الاحزاب: ۳۴)

”اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور سنت کی تلاوت ہوتی ہے اسے یاد کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ باریک

بین خبر رکھنے والا ہے۔“

قرآن پاک کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی وضاحت کرتا ہے۔ اگر ایک مقام پر اجمال سے بیان کرتا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ آدمی کے اہل یا اس کے اہل بیت سے اس کی بیوی مراد ہے۔ جیسا کہ سورہ ہود کے حوالے سے اوپر گزرا ہے۔ ان کے علاوہ بھی آیات میں یہی مذکور ہے۔

ارشاد الہی ہے:

﴿فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا﴾

(۲۸/ القصص: ۲۹)

”پس جب موسیٰ علیہ السلام نے وہ مدت پوری کی اور اپنی بیوی کے ساتھ چل پڑے تو طور کی ایک جانب آگ دیکھی

بیوی سے کہا۔ ٹھہرو! بے شک میں نے آگ دیکھی ہے۔“

اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ صرف ان کی بیوی تھی دوسرا کوئی نہ تھا۔ مٹی اور کاشانی شیعہ مفسروں نے بھی یہی تفسیر کی ہے

(تفسیر: ۱۳۹-۲؛ منهج الصادقین: ۹۵-۷)

عزیز مصر کی بیوی اپنے خاوند سے مخاطب ہو کر کہتی ہے:

﴿مَا جَاءَهُمْ مِنْ آدَادٍ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (۱۲/ یوسف: ۲۵)

”جو تمہاری بیوی سے برائی کا ارادہ کرے اس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ ہاتھ قید کر دیا جائے یا دردناک عذاب

دیا جائے۔“

یہاں بھی اہل سے مراد بیوی ہے۔ عنکبوت، قصص، النمل، الاعراف اور صافات سورتوں میں بھی اس کی تائید موجود ہے جو کہ

اہل سے مراد بیوی ہے۔ یہ تو قرآن پاک سے ثابت ہوا کہ اہل سے مراد بیوی ہے۔ حدیث میں آتا ہے نبی اکرم ﷺ سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی جانب گئے اور کہا:

((الْسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَكَلْتُ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ)) (بخاری: ۴۷۹۳)

”اے گھروالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ! انہوں نے جواب میں کہا۔ آپ پر بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔“

آدمی کے اہل میں اور اس کے اہل بیت میں سے بیوی ہی مراد ہے۔ کس حق اور کس منطقی کی رو سے امامیہ شیعہ نبی ﷺ کی بیویوں کو اہل بیت میں سے خارج قرار دیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اہل بیت میں سے نہیں۔

(ایک شبہ) یہ ڈالا جاتا ہے کہ آیہ مبارکہ جس میں اہل بیت کا ذکر ہے۔ ضمیر جمع مذکر ہے عنکم تم سے، ویطہرکم اور تم کو پاک کرے، اگر ازواج مطہرات مراد ہوتیں تو مونث کی ضمیریں ہوتیں۔ عنکن و یطہرکن ہوتیں۔

اس کا ازالہ: اس طرح ہے کہ لغت عرب میں جب مذکر کی ضمیر آئے تو یہ مونث اور مذکر دونوں کو شامل ہوتی ہے۔ اور جب خاص مونث کی ضمیر آئے تو اس سے مقصود مونث ہوتی ہے۔ مذکر نہیں۔

قرآن پاک بھی اس زبان کو استعمال کرتا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ ۖ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۹۰)

”پس ان کے لیے ان کے رب نے ان کی بات قبول کی بے شک میں تم میں سے کسی عمل والے کا عمل ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت ہو۔“

دیکھیں یہاں خطاب مذکر کی ضمیر کے ساتھ ہے، ساتھ مونث بھی شامل ہے، اسی طرح اہل بیت والی ضمیر میں معاملہ ہے مرد اور خواتین سب شامل ہیں۔ وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے چادر پھیلائی ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بھی داخل کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اہل بیت میں شامل کیا تھا۔

یہ بہت ہی تعجب کی بات ہے کہ امامیہ شیعہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو آیت کے حکم سے نکالتے ہیں کہ یہ خواتین ہیں اور ضمیر مذکر ہے یہ اہل بیت نہیں اور خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسی آیت کے حکم سے اہل بیت میں شامل کرتے ہیں۔ یہ کتنی عجیب اور الٹی منطق ہے۔

لغت کے اعتبار سے بھی اہل سے مراد وہ افراد ہیں جن کا مسکن ایک ہو اور ایک آدمی کے ماتحت ہوں تو انہیں آدمی کے اہل کہا جاتا ہے۔ بشرطیکہ ان کا نسب ہو۔ (مفردات الفاظ القرآن الکریم)

واضح ہوا کہ قرآن وحدیث اور لغت اور عرف کے لحاظ سے اہل بیت سے مراد آدمی کی بیوی ہے۔

(العصمہ فی منظور القرآن الکریم: ۴۰-۳۷)

سنت مطہرہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے اعزہ و اقارب اور رشتہ داروں میں سے ایک مجموعہ افراد کو اس آیت مبارکہ میں شامل کریں جس میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے جیسا کہ چادر والی اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آتا ہے۔ چادر والی حدیث ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”ایک دن نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے آپ ﷺ پر ایک منقش چادر تھی جو سیاہ بالوں سے بُنی ہوئی تھی، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے، انہیں بھی ساتھ شامل کیا، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں انہیں بھی آپ ﷺ نے اس میں داخل کر لیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی چادر میں شامل کر دیا، پھر وہی آیت کا حصہ پڑھا کہ ”اللہ تعالیٰ اے اہل بیت تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے۔“ (مسلم: ۱۵-۱۹۴)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نبی ﷺ نے یہ چادر والی دعا اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد کی تھی۔ آپ ﷺ نے پسند فرمایا کہ جس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ کی بیویوں کو مخاطب کیا گیا ہے ان میں اپنے ان رشتہ داروں کو بھی شامل فرمائیں۔ (تفسیر قرطبی: ۱۸۴-۱۸۵)

اگر اس آیت مبارکہ میں یہ اعزہ و اقارب شامل ہوئے تو پھر انہیں بلا کر شامل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

اس چادر والی حدیث میں آپ ﷺ کی آل سے صرف چار بزرگ شامل ہیں یہ پتہ نہیں کہ امامیہ شیعہ کے نزدیک بارہ معصوم امام کہاں سے ثابت ہو گئے؟

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اکرم ﷺ نے خطبہ کے لیے قیام فرمایا۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں یہ آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔

حسین بن سبرہ نے عرض کی۔ اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں۔ آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں۔ کہا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت ہیں تاہم جن پر صدقہ حرام ہے وہ بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس پر صدقہ حرام ہے یہ سب آل بیت ہیں۔ (مسلم: ۱۲۲-۷)

دیگر روایات میں آتا ہے۔

وَعَنْتِي أَهْلُ بَيْتِي

”میری عزت ہی میرے اہل بیت ہیں۔“

تو نبی ﷺ کی عزت سے مراد آپ کے وہی اہل بیت ہیں۔ جن کی رعایت رکھنے کا آپ نے امت کو حکم دیا ہے۔ اور کتاب و سنت کے بعد ان کا خیال رکھنے کا حکم دیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ آل علی بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ آل عقیل اسی طرح آل جعفر اور آل عباس بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ ان کی مسلمانوں پر صدیوں حکمرانی رہی ہے۔

سورہ احزاب اور چادر والی حدیث، اور حضرت زید والی حدیث پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل بیت کا مفہوم نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کو بھی شامل ہے چادر مبارک میں شامل ہونے والوں کو بھی شامل ہے اور وہ رشتہ دار جن پر صدقہ حرام ہے ان کو بھی شامل ہے۔ یہی کشادہ اور اہل بیت کا وسیع مفہوم ہے جو اہل سنت نے اپنایا ہے۔ یہ اہل بیت کو نہ تو سات اشخاص میں محدود کرتے ہیں جیسا کہ اسماعیلی شیعوں کا نظریہ ہے اور نہ ہی بارہ میں محصور کرتے ہیں۔ جیسا کہ اثنی عشری شیعہ کہتے

ہیں۔ (مسألة التقريب بين اهل السنة والشيعة: ۱/ ۱۰۵)

(۲)..... اہل بیت اور اثنی عشری شیعوں کی کتب کا بیان

اثنا عشری امامیہ شیعوں نے اہل بیت نبوی ﷺ کو چار افراد ہیں محصور کر دیا ہے اور ان کے بارے میں سخت غلو کیا ہے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو ہی یہ اہل بیت شمار کرتے ہیں۔ ظلم کی انتہا ہے ان کے علاوہ سب کو نکال دیا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری ساری اولاد کو اہل بیت سے خارج کر دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ، ابوبکر، عمر، عثمان، عباس، جعفر، عبد اللہ، عبید اللہ اور یحییٰ رحمہم اللہ میں سے کسی کو بھی انہوں نے اہل بیت میں شامل نہیں کیا۔ اور نہ ہی ان کے بیٹوں اور بیٹیوں میں سے کسی کو شمار کیا ہے اور صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شمار کیا ہے ان کے علاوہ آپ ﷺ کی دوسری تین بیٹیوں کو بھی شمار نہیں کیا۔ ان کے خاوند اور ان کی اولاد بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ مگر انہوں نے شمار نہیں کیا۔ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور بیٹیوں کو بھی اہل بیت میں شمار نہیں کیا۔ اور نہ ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور بیٹیوں کو شمار کیا ہے ان کے صرف ایک بیٹے کو شمار کیا ہے جس سے امامت و عصمت کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ اسی اکیلے کو اولاد حسین میں سے اہل بیت میں باقی رکھا ہے وہ ہیں علی بن حسین متوفی ۹۵ھ جنہیں سجاد اور زین العابدین کا لقب دیا ہے ان کی تدفین مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔

ان سے آگے ان کے بیٹے میں امامت و معصومیت محدود کرتے ہیں۔ جن کا نام محمد ہے لقب باقر ہے۔ یہ ۱۱۴ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے ان کے بعد ان کے بیٹے جعفر ہیں جن کا لقب صادق ہے میں امامت محصور کرتے ہیں ان کی وفات مدینہ میں ۱۲۸ھ میں ہوئی ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ ہیں جن کا لقب کاظم ہے ان کی وفات بغداد میں ۱۸۳ھ ہوئی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے علی ہیں جن کا لقب رضا ہے ان کی وفات ۲۰۳ھ میں مشہد میں ہوئی۔ پھر ان کے بیٹے محمد ہیں جن کا لقب جواد ہے۔ ان کی وفات ۲۲۰ھ میں بغداد میں ہوئی، پھر ان کے بیٹے علی ہیں جن کا لقب ہادی ہے ان کی وفات ۲۵۴ھ میں سامراء میں ہوئی۔ پھر ان کے بیٹے حسن ہیں جن کا لقب عسکری ہے ان کی وفات ۲۶۰ھ میں سامراء میں ہوئی ہے۔ یہ وہی ہیں جن کے بارے میں شیعوں کا خیال ہے ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد ہے یہ آخری معصوم امام ہے جو کہ بارہواں امام ہے جو سامراء کی سرنگ میں چھپ گیا تھا۔ یہ غار بغداد کے شمال میں ہے۔ یہ ۲۶۵ھ کا واقعہ ہے۔

اہل بیت کے معصوم اماموں کی تعداد میں بھی اختلاف ہے زید یہ کہتے ہیں پانچ ہیں اسماعیلیہ کہتے ہیں یہ سات ہیں۔ ان کے مہدی کے چھپنے کے بعد شیعوں کی حالت پر نہایت ہی حیرت کی آندھی چل پڑی ہے یہ چوتھی ہجری کے نصف تک پھیلی ہوئی ہے۔

شیخ صدوق کہتے ہیں میں نے شیعوں کی اکثریت کو اس غیب ہونے والے امام کے بارے میں حیرت زدہ ہی پایا ہے اور یہ شبہات کا شکار ہیں۔ (العصمة: ۱۲۸)

کلینی اور نعمانی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ بعض مصادر میں پچاس فرقوں کے نام آتے ہیں تقریباً پچاس اماموں کے معصوم

ہونے کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے۔ (العصمة: ۱۱۶، ۱۲۸)

(۳)..... (زین العابدین رضی اللہ عنہ پر امامت کے حصر کی وجہ)

صفوی دولت کے مفتی آیت اللہ محمد باقر مجلسی نے اپنی انسائیکلو پیڈیا کتاب میں ذکر کیا ہے جو اس نے (۱۱۰) جلدوں میں لکھی ہے جس کا نام بحار الانوار ہے۔ اس میں کہتا ہے امام سجاد یعنی زین العابدین کی والدہ جو کہ یزدگرد کی بیٹی ہے۔ معرکہ نہاوند میں فارس کی شکست کے بعد اسے قیدی بنا کر لایا گیا تھا اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ان کی ساسانی ملوکیت کا خاتمہ ہوا یہ یزدگرد کی بیٹی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پسند آئی تو انہوں نے اس سے شادی کر لی اس سے ایک ہی بیٹا پیدا ہوا جو کہ علی زین العابدین تھے۔ (بحار الانوار: ۴-۱۱)

یہی وجہ ہے کہ فارسی شیعہ کی کتابوں میں بڑے فخر سے اس شادی کا ذکر آتا ہے اور اسے اسلام اور فارسی قومیت کے درمیان ملاپ کا باعث قرار دیا گیا ہے کہ یزدگرد بیٹی کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے شادی کرنا اسلام اور فارسیت کے درمیان ایک حسین امتزاج ہے۔ اور یہ امتزاج ملوک فارس میں امامت کے سلسلہ کی پہلی کڑی ہے اور ابن علی اس سلسلے کی آخری کڑی ہے۔ ایک جھوٹی حدیث نبی ﷺ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرب سے قریش کو چنا ہے اور عجم سے فارس کو چنا ہے۔

اور ایک بات علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کی جاتی ہے

”کہ میں دو خیر والا ہوں، یعنی میں آلِ کسریٰ اور بنو ہاشم سے ہوں۔“

ایک شعر ابواسود دکنی شاعر کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے امام زین العابدین کے بارے میں کہا ہے۔

وَ اِنَّ غُلَامًا بَيْنَ كِسْرَى وَ هَاشِمٍ
لَا كَرَمَ مِنْ نَيْطَتْ عَلَيْهِ التَّمَائِمُ

(التشيع العلوى والتشيع الصفوى: ۱۲۴)

ایک نوجوان جو کسریٰ اور ہاشم کے درمیان میں سے ہے یہ بہت ہی معزز ہے یہ ان میں سے جس کے مرتبہ و شرف کی بلندی کی وجہ سے حاسدوں سے بچنے کے لیے تعویذ پہنائے جاتے ہیں۔

(۴)..... (ائمہ اہل بیت کی پہچان خود ان کی زبانی)

مجلسی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے، مجھے رسول اکرم ﷺ نے بلایا اور کہا: ”تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہے خیر کے یہودی ان سے بغض رکھتے تھے اور ان کی ماں پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی انہیں اس مرتبہ پر اتار دیا جس کے وہ اہل نہ تھے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بارے میں بھی دو قسم کے آدمی ہلاک ہوں گے ایک حد سے زیادہ محب اور دوسرا مجھ سے

بغض رکھنے والا یہاں تک کہ مجھ پر بہتان باندھے گا۔ خبردار! میں نبی نہیں ہوں کہ میری طرف وحی آتی ہو میں تو کتاب و سنت پر عمل پیرا ہوں۔ میں جو تمہیں اللہ کی اطاعت کا حکم دوں اس کی اطاعت تمہارا حق ہے تمہیں پسند ہو یا نہ پسند پھر بھی اسے ماننا ہے۔

(بحار الانوار: ۳۱۷-۳۵)

امام صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک قول ہے کہ عبد اللہ بن سبا پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے، جس نے امیر المومنین کے رب ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ امیر المومنین اللہ کے اطاعت شعار بندے ہیں۔ ویل ہے اس کے لیے جو ہمارے اوپر جھوٹ باندھتا ہے۔ کچھ لوگ ہمارے بارے میں وہ کچھ کہتے ہیں جو ہم اپنے بارے میں نہیں کہتے۔ ہم ان سے اعلان بیزاری کرتے ہیں، ہم ان سے اعلان بیزاری کرتے ہیں۔ (بحار الانوار: ۲۸۷-۲۵)

ائمہ اطہار اللہ کی رحمت کے امیدوار تھے اس کے عذاب سے ڈرتے تھے۔ ہمیشہ اللہ سے دعا گورہتے تھے اس کے علاوہ انہیں کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہ تھی۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واللہ! ہم اس کے غلام ہیں جس نے ہمیں پیدا کیا۔ اور اس نے چنا ہے ہم کسی بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں اگر وہ ہم پر رحمت کرتا ہے تو اس رحمت سے یہی توقع ہے اور اگر وہ ہمیں عذاب کرتا ہے تو یہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوگا۔

واللہ، اللہ پر ہماری کوئی حجت نہیں اور نہ ہی ہمارے لیے اللہ سے براءت ہے ہم بھی مرنے والے ہیں اور قبروں میں دفن ہوں گے۔ ہمارا بھی حشر و نشر ہوگا ہم بھی قبروں سے اٹھیں گے اور اللہ کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ اور ہم سے سوال ہوگا جو ہمیں اس کے سوا تصور کرتے ہیں۔ ان پر افسوس ہے اللہ ان پر لعنت کرے یہ اللہ کو اذیت دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قبر میں اذیت دیتے ہیں اور امیر المومنین حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت علی بن حسین، محمد بن علی علیہ السلام کو بھی اذیت دیتے ہیں۔ میں تم لوگوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں ایک آدمی ہوں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہوں۔ مجھے اللہ کی طرف سے بری ہونے کی کوئی ضمانت نہیں ملی۔ اگر میں اس کی اطاعت کروں گا تو وہ مجھ پر رحم کرے گا اور اگر میں نے اس کی نافرمانی کی تو وہ مجھے سخت عذاب دے گا۔

(رجال الکشی: ۲۲۵؛ بحار الانوار: ۲۸۹-۲۵؛ عقیدہ اہل بیت: ۲۶؛ عبد اللہ بن جوران الخضر)

ہم نے امام صادق رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت شیعوں کی کتب سے نقل کی ہے۔ جو کہ اہل بیت میں غلو کرنے والے پر لعنت کرتے ہیں اور اس سے اظہار براءت کرتے ہیں اور جو انہیں مافوق البشر تصور کرتا ہے اور ان کے معصوم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس سے بھی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور اس پر لعنت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ ایسے عقائد ہیں جن کی بنیاد عبد اللہ بن سبا نے رکھی ہے اور اس کے مرنے کے بعد مجوسیوں نے ان عقائد باطلہ کی تعمیر و ترقی کی ہے۔

یہ شہادت ہی اس امام سے صادر ہونی چاہیے اور ان کے یہی شایان شان تھی۔ کیونکہ قرآنی ہدایات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے یہ عین مطابق ہے ارشاد باری ہے:

﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾ (۲۳/المومنون: ۱۰۱)

”پس جب صور میں پھونکا جائے گا اس دن ان کے درمیان کوئی نسب نہ ہوگا اور نہ وہ آپس میں سوال کریں گے۔“

جب آپ ﷺ پر یہ ارشاد بانی نازل ہوا کہ

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (۲۶/الشعراء: ۲۱۴)

”اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔“

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اے گروہ قریش! اللہ سے اپنی جانیں بچالو، میں تمہیں اللہ سے کچھ کفایت نہ کروں گا۔ اے بنو عبدالمطلب! میں تمہیں اللہ سے کچھ کفایت نہ کروں گا۔

اے عباس بن عبدالمطلب! میں آپ کو اللہ سے کچھ کفایت نہ کروں گا۔

اے صفیہ! رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں تمہیں اللہ سے کفایت نہ کروں گا۔

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر! دنیا میں مانگ لو، اللہ سے میں کفایت نہ کروں گا۔ (مسلم: ۲۰۶)

ایک روایت میں ہے، اے بنو ہاشم! لوگ میرے پاس اپنے اعمال لے کر آئیں گے اور تم میرے پاس اپنا نسب لاؤ گے۔

(الکافی الشاف: ۲۳)

نبی البلاغہ میں ہے ”جس کا عمل سست رہا اس کا نسب اسے تیزی سے نجات نہ دلائے گا۔“ (۳۳۱-۱۹) یہ مسلم (۲۹۶۴)

میں بھی آتی ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ اور کتاب وسنت کے بیانات میں گہری موافقت ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک اہل بیت کا رتبہ

امت مسلمہ کے اہل سنت کی اکثریت نبی ﷺ کے اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں اور انہیں دوست رکھتے ہیں نہ ان میں تفریق ڈالتے۔ نہ ہی ان کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جو اہل بیت سے محبت رکھتا ہے وہ احکام کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایک ایسی نیکی ہے اس کے ساتھ کوئی برائی نقصان نہیں دیتی۔ (منہج الصادقین: ۱۱۰-۸)

ایک اور کہتا ہے کہ شیعوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے اگرچہ بارش کے قطرات اور پتھروں کے سنگریزوں کے برابر بھی گناہ کریں ان سے باز پرس نہ ہوگی۔ (روضۃ الکافی: ۷۸-۸)

اس کے برعکس قرآن کریم اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ اخروی نجات اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے نصیب ہوگی۔

اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور رسول اکرم ﷺ کی اولاد سے دیگر مشہور ائمہ کرام جیسا کہ حسن بن حسن، عبد اللہ بن حسن، علی بن حسین المعروف زین العابدین، محمد بن علی بن حسن المعروف امام باقر، جعفر بن محمد المعروف امام صادق، موسیٰ بن جعفر علی بن موسیٰ المعروف امام رضا رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت علی کی تمام صلیبی اولاد جیسا کہ عباس، عمر، محمد بن حنفیہ اور تمام آباء واجداد طاہرین رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان سب سے دوستی رکھتے ہیں۔ (الفرق بین الفرق: ۳۶۰)

اس کے ساتھ ساتھ اہل سنت رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات سے بھی اظہار خوشنودی کرتے ہیں۔ ان سے ماں کی مانند چاہت رکھتے ہیں۔ اور ان کے حقوق سے آشنا ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کی دنیا و آخرت میں بیویاں ہیں۔

اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان محبت کا رابطہ اور بھائی چارہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق باقاعدہ ثابت ہے۔ احادیث کی کتابوں میں ان کی ایک دوسرے کے بارے میں تعریف کرنا اور محبت کے جذبات رکھنے کا عمل منقول ہے۔

خصوصاً بعض علمائے کرام نے اس موضوع پر کتابیں تالیف کی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے درمیان اچھے روابط تھے یہ تالیفات اس لیے معرض وجود میں آئی ہیں کہ جو امت کے درمیان تفرقہ ڈالنے اور دسیہ کاری کی کوشش کی گئی ہے اور اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان قطع رحمی کی خلیج پیدا کرنے کی نامشکور سعی کی گئی ہے اور مسلمانوں کے درمیان فرقت اور عداوت کو جاری رکھنے کا ثبوت دیا گیا ہے اس کا دفاع ہو جائے (مسئلہ التقریب: ۱۰۷-۱)

اہل سنت یہ ایک شرعی ذمہ داری جانتے ہیں اور اسے اپنا فریضہ تصور کرتے ہیں کہ اہل بیت کو وہی مقام و مرتبہ دینا ہے جو انہیں اللہ نے دیا ہے اس میں ذرہ برابر افراط و تفریط سے کام نہیں لینا۔

تاہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کا گروہ اول باوجود اس کے کہ وہ ایک کیمتائے روزگار نمونہ تھے۔ انسانی تاریخ میں ان جیسے کمیاب ہیں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر وہ بشری تقاضوں سے مبرا نہ تھے۔ نہ ہی بشری خصوصیات و کمالات سے باہر تھے۔ اللہ نے انہیں بشر پیدا کیا تھا۔ وہ فرشتے نہ تھے وہ بشری فطرت سے خالی نہ تھے۔ بشر میں ناتوانی اور قوت بھی ہوتی ہے تاہم ان لوگوں کا امتیاز یہ ہے کہ یہ بشریت کی بلند ترین چوٹی پر بسیرا رکھتے تھے۔ جو اس سطح ارضی پر بشری خصائص کے محافظ تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آسمان کی بلندی کا کڑا بھی مضبوط تھامے ہوئے تھے۔ (ظلال القرآن: ۲۸۴۴)

باقی یہ لوگ جو یہ آیت مبارکہ استعمال کرتے ہیں۔

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ط﴾ (الشوری: ۲۳)

”کہہ دو! میں تم سے مزدوری کا سوال نہیں کرتا صرف قرابتداری کی دوستی کا خیال کرو۔“

اس میں آل علی رضی اللہ عنہم کے تقدس میں اضافہ بیان ہوا ہے کہ آپ نے اس رشتہ کا واسطہ دیا ہے۔ لیکن یہ مفہوم درست نہیں، یہ آیت مبارکہ مکی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی جنگ بدر کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی اور حسن ۳ھ میں اور حسین رضی اللہ عنہما ۴ھ میں پیدا ہوئے۔

اس کی بہترین تفسیر وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کے امام ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے یہ عترت مطہرہ کے بھی امام ہیں ترجمان قرآن ہیں یہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قریش کے ہر قبیلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتداری ہے۔ جب ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دینے سے روکا تو آپ نے فرمایا:

اے گروہ عرب! اور اے قریش! میں تم سے مال تو مانگتا نہیں نہ ہی مزدوری طلب کرتا ہوں میں تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ تم میری رشتہ داری کا ہی خیال کرو، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور اپنے رب کا پیغام مجھے لوگوں تک پہنچانے دو۔ (منہاج السنہ: ۱۰۰-۷)

(۲)..... جمہور امت اور حقوق اہل بیت

درج ذیل حقوق کا خیال رکھنے پر علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ان حقوق کی نگہداشت کی جائے۔

اہل بیت سے مراد امہات المؤمنین ہیں اس پر قرآن کا بیان دلیل ہے اور آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

(۱) حق یہ ہے کہ اہل بیت سے دوستانہ رویہ رکھا جائے۔ ان کی عزت و توقیر کی جائے اور ان سے احسان کیا جائے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اس کے مطابق ہے آپ نے تین دفعہ فرمایا تھا: ”میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔“ (مسلم: ۲۴۰۸)

اہل بیت فخر اور حسب و نسب کے لحاظ سے روئے زمین پر سب سے زیادہ شرافت کا پیکر اور طہارت کا مجسمہ ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: قسم ہے مجھے اس ذات کی میری جان جس کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں سے ملنا مجھے اپنے رشتہ داروں سے ملنے سے زیادہ پسند ہے۔ (بخاری: ۴۲۴۰)

نیز فرمایا تھا ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا خیال رکھو۔“ (بخاری) سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ عطیات مالیہ کی تقسیم کے وقت بنو ہاشم کو سب پر مقدم رکھتے تھے (تاریخ یعقوبی ۱۵۳-۲) یہ ایک ایسی گواہی ہے جس پر شیعہ اور سنی کتب متفق ہیں۔

آپ اہل بیت کی اتنی توقیر اور احترام کرتے تھے کہا کرتے تھے اہل بیت مجھے آل خطاب سے زیادہ محبوب ہیں۔
(۲) حق اہل بیت کا یہ ہے کہ ان پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلاۃ اور رحمت کی دعا کی جائے۔ جیسا کہ درودِ ابراہیمی میں آتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَّ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(متفق علیہ بخاری: ۶۳۵۷)

”اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کر، جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت کی، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر برکت کر اور آل محمد پر بھی برکت کر جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت جہانوں میں بے شک تو تعریف کیا گیا، بزرگی والا ہے۔“

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امامیہ فرقہ ان سے ہمیشہ عداوت رکھتا ہے اپنے مشہور لامیہ قصیدہ میں کہتے ہیں:

يَا سَائِلِيْ عَنْ مَذْهَبِيْ وَ عَقِيْدَتِيْ
رُزِقَ الْهُدٰى مَنْ لِّلْهُدٰى يَسْأَلُ

میرے مذہب اور عقیدہ کے بارے میں پوچھنے والو، ہدایت اسے ہی دی جاتی ہے جو ہدایت طلب کرتا ہے۔

اِسْمَعْ كَلَامَ مُحَقِّقٍ فِىْ قَوْلِهِ
لَا يَنْبَغُ عَنْهُ وَّ لَا يَسْتَبْدِلُ

اس کی بات سنو جو اپنی بات میں مضبوط ہے نہ اس سے لڑتا ہے نہ بدلتا ہے۔

حُبُّ الصِّحَابَةِ كُلِّهِمْ لِيْ مَذْهَبُ
وَ مَوَدَّةُ الْقُرْبٰى بِهَا اَتَوَسَّلُ

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت میرا مذہب ہے آپ کے قراہنداروں سے محبت بھی میرے عقیدہ کا ذریعہ ہے۔

(۳) حق یہ ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والوں سے اور ان کے بارے میں غلو کرنے والوں کے خلاف دفاع کیا جائے۔ اور ان کی طرف غلط دعوے جو منسوب کیے جاتے ہیں ان سے ان کی براءت ثابت کی جائے۔ جیسا کہ سیاہ پگڑی پہننے کا کہا جاتا ہے یا سبز پگڑی کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ اہل بیت پہنتے تھے جو کہ غلط ہے۔

یہ بھی اہل بیت کا دفاع ہے کہ زندیق و بے دین لوگوں نے جو ان کی طرف جھوٹی روایات منسوب کی ہیں ان کی تردید کی جائے جن سے امامیہ شیعوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں مغیرہ بن سعید کے بارے میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ میرے باپ امام باقر رحمہ اللہ پر قصداً جھوٹ بولا کرتا تھا۔ اور کفر و بے دینی پھیلاتا تھا۔ اور ان کی طرف نسبت کرتا تھا۔ اور پھر شیعوں سے کہتا کہ اسے پھیلاؤ۔ جو بھی شیعوں سے غلو پھیلا ہے اور ان کی کتابوں میں جھوٹ لکھا ہے اسی مغیرہ بن سعید ہی نے پھیلا یا ہے۔

(رجال الکشی: ۱۹۶)

(۴)..... اہل بیت کا حق یہ ہے کہ ان کے فقر کو مال غنیمت اور مال فے سے پانچواں حصہ دیا جائے۔ جیسا کہ سورۃ الحشر اور

سورۃ الانفال میں بیان ہوا ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ حُصَّةً وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ إِن كُنتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ اتَّفَقَى الْجُنُودُ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ (۸/ الانفال: ۴۱)

”جان لو! جو بھی تم مال غنیمت لیتے ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے باقی قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہو اور جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے فرقان کے دن جس دن دونوں جماعتیں ملی تھیں اس پر ایمان رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

ارشاد باری ہے:

﴿مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۖ وَمَا لَكُمْ الرَّسُولَ فخذُوهٗ ۖ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَأْتُوهُ ۚ وَأَتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (۵۹/ الحشر: ۷)

”جو مال فے اللہ نے بستیوں والوں سے دیا ہے وہ اللہ کے لیے ہے۔ اور رسول کے لیے ہے۔ قرابتداروں کے لیے، یتیموں اور مسکینوں کے لیے ہے اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ مال کی گردش اغنیا تک ہی نہ رہے اور جو تم کو رسول دیں وہ لے لو، اور جس سے تم منع کرے باز آ جاؤ، اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

(۵)..... ان کا حق یہ ہے کہ اہل بیت پر زکوٰۃ اور صدقات حرام ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔

((إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَةُ إِنَّمَا هِيَ أَوْ سَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ))

”یہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے یہ محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث نہیں بنتے۔“

(نسائی: ۲۶۰۸)

حدیث میں ہے:

((لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً)) (متفق علیہ، بخاری: ۷۳۰۵)

”ہماری وراثت نہیں ہوتی ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔“

علمائے اہل سنت کی بے شمار تالیفات ہیں جو اہل بیت کے حق میں ہیں۔ علوم حدیث کے ماہرین نے سندیں اور روایات بیان کی ہیں اہل علم نے خلفائے راشدین کی روایات شمار کی ہیں۔ اہل سنت کی احادیث کی نو کتابوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد (۲۱۰) ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد (۹۰۰) ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد (۳۰۰) ہے اور حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ کی تعداد حدیث (۱۵۳۳) ہے۔ (مودۃ اہل البیت عند اہل السنۃ)

اس حقیقت کُشابات نے واضح کر دیا ہے کہ اہل سنت اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں اور اس سے عام شیعوں کی عقلوں پر جو جھوٹ کا پردہ ڈالا جاتا ہے کہ اہل سنت، اہل بیت سے نفرت کرتے ہیں اس کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ علی شریعتی کہتا ہے۔ صفوی شیعہ یہ تصور رکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے ناصی اور وہابی جو ہیں یہ اہل بیت سے عداوت رکھتے ہیں۔

مگر یہ چیز ایرانیوں کے حواس باختہ ہونے ہر دلالت کرتی ہے جب یہ مصر جاتے ہیں وہاں دیکھتے ہیں کہ بہت ساری کتابیں اور تالیفات اہل بیت کے حق میں موجود ہیں جبکہ اتنی کتابیں ایران میں بھی ان کے حق میں نہیں۔

اور مصری سربراہ سیدہ زینب کی قبر کی انتہا درجہ دیکھ بھال کرتے ہیں اور تکریم کرتے ہیں۔ ایرانی جب یہ صورت مذکور دیکھتے ہیں تو سخت حیرت زدہ ہو جاتے ہیں کہ صفوی شیعہ تو کہتے ہیں اہل سنت، اہل بیت سے نفرت رکھتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل نہیں مانتے اور انہوں نے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو قید کیا ہے۔

لیکن جب وہ مصر میں ان کی تعظیم میں کتابیں دیکھتے ہیں اور اہل سنت کی اہل بیت سے محبت دیکھتے ہیں تو دنگ رہ جاتے ہیں۔ (التشیع العلوی والتشیع الصفوی: ۲۰۷)

(۳)..... فارسی اہل تشیع کی نظر میں اہل بیت کا مقام

ایک گمراہ کن بات امامیہ شیعوں نے پھیلا رکھی ہے کہ ہم ہی اہل بیت کے ساتھ خاص لگاؤ رکھتے ہیں ہمارے مذہب کی بنیاد ہی ان کی محبت پر قائم ہے اور دیگر اہل سنت سے ہم نے اعلان براءت ہی ان کی وجہ سے کیا ہے اور ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً خلفائے راشدین سے بھی اعلان براءت اسی وجہ سے کیا ہے ان کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اہل بیت پر ظلم کیا ہے ان کی خونریزی کی ہے ان کا حق غصب کیا ہے اور اہل سنت کا انہوں نے ناصبی نام رکھا ہے کہ یہ اہل بیت سے عداوت رکھتے ہیں اور یہ نسل در نسل پر ترغیب منتقل کرتے آرہے ہیں کہ ان اہل بیت پر ظلم کرنے والوں سے انتقام اور بدلہ لینا ہے۔

لیکن جو حقیقت عام شیعوں سے بھی پوشیدہ ہے امامیہ شیعوں کے مہذب لوگ اور بڑی بڑی ڈگریوں والے بھی نا آشنا ہیں وہ یہ ہے کہ اہل بیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بھی مظالم ہوئے اور تکالیف پہنچیں یہ غالی شیعوں سے ہی پہنچیں۔ ان کے عمل، ان کی زبان اور ان کے قلم سے پہنچیں۔

ہم امامیہ شیعہ کی قابل اعتماد کتابوں سے یہ ہولناک روایات نقل کرتے ہیں جو اہل بیت پر طعن و تشنیع کے نشتر چلاتی ہیں۔

(۱) سید کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر طعن

ایک سچا راوی امام رضا سے بیان کرتا ہے وہ سورت احزاب کی آیت ۷۳ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں اور جب تو نے اس سے کہا جس پر اللہ نے انعام کیا تھا اور تو نے بھی انعام کیا تھا اپنے اوپر اپنی بیوی کو روک لے اور اللہ سے ڈر تو اپنے دل میں جو چھپاتا تھا اللہ اسے ظاہر کرنے والا ہے۔

کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھر گئے ان کی بیوی کو غسل کرتے دیکھا اور کہا پاک ہے وہ اللہ جس نے تجھے پیدا کیا۔ (عیون اخبار الرضا: ۱۱۲)

یہ کتنا بڑا بہتان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ پردہ نشین دوشیزہ سے بھی زیادہ باحیا تھے وہ ایک مسلمان آدمی کی بیوی کو غسل کرتے دیکھتے ہیں وہ آپ کو بھلی لگتی ہے اور اس سے بات کرتے ہیں یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عوف نے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھا ہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تم پر میرے ماں، باپ قربان ہوں۔ (اصول کافی: ۲۳۷-۱)

یہ کتنی غلط بات ہے کہ گدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیا جا رہا ہے اور یہ بات امامیہ شیعوں کی مضبوط ترین اور صحیح ترین کتاب میں تحریر ہے۔

(۳) اس دور میں جو طعن کی گئی وہ ہے جو نمینی نے اپنے خطاب میں کی ہے کہتا ہے تمام انبیائے کرام عدالت کی بنیادوں کو مضبوط کرنے آئے ہیں لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو انسانیت کی اصلاح کے لیے آئے ہیں وہ بھی اس میں کامیاب نہیں ہوئے۔ جو شخص اس میں کامیاب ہوگا وہ مہد منتظر ہی ہوگا دوسرا نہیں کامیاب ہو سکتا۔

(اخبار الراى العام الكونيتية بنارینخ: ۲۱-۶-۱۹۸۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید

امام صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی اس کے ایک انصاری آدمی سے تعلقات تھے وہ اسے چاہتی تھی اس نے ایک انڈالیا اور اس کی سفیدی اپنے کپڑوں پر ڈالی اور رانوں کے درمیان ڈالی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اس عورت کی رانوں کو دیکھا اور اس پر زنا کی تہمت ثابت کر دی۔ (بحار الانوار: ۳۰۳-۴۰)

غور کریں! امام تقویٰ ہوں اور اجنبی عورت کی ران دیکھیں ان کی معصومیت اس حیا باختہ ڈرامہ کا انکار کرتی ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ امام صادق ایسی ردی اور فضول بات نقل کریں یہ بہتان ہے۔

امام صادق ہی سے مروی ہے کہ سیدہ ام کلثوم بنت علی کی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی تو حضرت علی نے کہا یہ عصمت ہم سے غصب کی جا رہی ہے۔ (فروع الکافی: ۱۴۱-۲) اندازہ کریں ایک باقاعدہ شریعت کے مطابق شادی ہوتی ہے غصب نہیں اگر غصب تھی تو پھر ذوالفقار کا بازوئے شمشیر زن کیوں حرکت میں نہ آیا اور خیبر شکن ہاتھ اس کے تحفظ میں کیوں نہ اٹھا اتنی طاقتور ہستی ہو اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی لخت جگر غصب ہو رہی ہو اور وہ کچھ نہ کریں ثابت ہوتا ہے یہ غصب کا دعویٰ جھوٹا

ہے صحیح نکاح ہوا تھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین

کلمنی کہتا ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑا اور کھینچا۔

(روفتہ الکافی: ۸-۲۳۸؛ تفسیر العیاشی: ۶۷-۲)

اور ڈانٹ پلائی کہ اگر تم نے علی سے ہاتھ نہ روکا تو میں اپنے بال بکھیر دوں گی اور گریبان چاک کروں گی۔ (حوالہ مذکور)

امام المرسلین کی بیٹی اور خاتون جنت سے یہ طرز عمل نہیں سرزد ہو سکتا یہ سب جھوٹ ہے۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہما پر تنقید

سفیان بن ابویعلیٰ جو کہ حضرت حسن کے شیعہ میں سے تھے یہ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جب وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح نامہ طے کر چکے تھے یہ ان سے کہتا ہے: اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے السلام علیکم! کہا تجھے یہ کیسے پتہ چلا، اس نے کہا آپ نے امت کی ذمہ داری کا پٹہ گلے سے اتار دیا ہے اور اس کے گلے میں ڈال دیا ہے جو سرکش ہے اللہ کے اتارے ہوئے حکم کے بغیر فیصلہ کرتا ہے۔ (رجال اکشی ۱۰۳)

سوال یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مومنوں کو عزت سے نوازا تھا۔ ذلت سے دو چار نہ کیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچایا۔ ان کی صفوں میں اتحاد پیدا کیا تھا اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر نبوت کی تصدیق کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میرا یہ بیٹا سردار ہے یہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (بخاری: ۴۰۴۲)

بلکہ اہل سنت کے نزدیک امیر المومنین ہیں اور پانچویں خلیفہ راشد ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر تنقید

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ ان پر تنقیدیوں کرتے ہیں کہ سورہ ابراء کی (۷۲) آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

﴿وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْلَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْلَىٰ وَأَخْلَفُ سَبِيلًا ۝﴾ (۱۷ / بنی اسرائیل: ۷۲)

”جو اس دنیا میں اندھا ہوگا پس وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستہ سے گمراہ ہوگا۔“

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو اذیت دینا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

((إِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صَنُوْا آيِيْهِ))

”کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کا حصہ ہے۔“ (ترمذی: ۲۰۶۰، حسن صحیح)

حضرت عباس کے بیٹوں پر تنقید

یہ شیعہ امام عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہتے ہیں یہ کم عقل تھے۔ (اصول الکافی: ۲۴۷-۱)

امام صادق سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ اور حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر بددعا کی کہ اے

اللہ! ان دونوں پر لعنت کر اور ان کو اندھا کر دے اور ان کے دلوں کو بھی اندھا کر دے۔ (رجال الکشی: ۵۲)

جبکہ اہل سنت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ترجمان القرآن اور جبر الامۃ، یعنی امت کے بڑے عالم کے القاب سے یاد کرتے ہیں اور نبی ﷺ کا فرمان بیان کرتے ہیں جس میں حضرت عباس اور ان کے بیٹے کے لیے دعا ہے

”اے میرے اللہ! عباس کو بخش دے اور ان کی اولاد کے ظاہر و باطن کو بھی بخش دے ان کی ایسی مغفرت فرما، جو ایک گناہ بھی باقی نہ چھوڑے۔ اے اللہ! اس کی اولاد کی حفاظت فرما۔“ (ترمذی: ۳۷۶۲)

اس وضاحت سے پتہ چلتا ہے کہ اہل بیت سے حقیقی محبت اہل سنت کرتے ہیں۔

امام صادق پر تنقید

زرارہ بن اعین یہ امامیہ شیعوں کا نمایاں راوی حدیث ہے، یہ کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق سے تشہد کے بارے میں پوچھا، مجھے ان کا جواب پسند نہ آیا میں باہر نکلا تو ان کی ڈاڑھی کے سامنے ہوا مار کر چلا گیا اور میں نے کہا یہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔

(رجال الکشی: ۱۴۲)

امام رضا کی توہین

امام رضا کی عزت پر بھی بھگدیا ہے کہ ایک عورت نے اپنے بچے کی ان کی طرف نسبت کی تھی (اصول الکافی ۳۲۲-۱) خوئی نے اس پر یہ حاشیہ آرائی کی ہے اور اس عمل کی تائید کی ہے اور اس کی پردہ کشائی میں یہ رائے دی ہے کہ یہ انہوں نے اس لئے نسبت کی ہے کہ ان کی نسل عمدہ شمار ہو۔ (لئے ثم للتاریخ: ۳۴)

انہوں نے امام رضا کی پاکدامنی اور عزت کو اس لئے داغدار کیا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ مامون کے چچا کی بیٹی سے عشق کرتے تھے اور وہ ان سے عشق کرتی تھی۔ (عیون اخبار الرضا: ۱۵۳)

فارسی شیعوں کی کتابوں میں اہل بیت پر تنقید کرنے کا سلسلہ کافی طویل ہے سید حسن موسوی کی گواہی پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

یہ کہتا ہے کہ:

”امام باقر اور امام صادق پر طعن اور تہمت وغیرہ زیادہ ہوئی ہے اور شیعوں نے زیادہ تر مسائل، تقیہ، متعہ، لواطت اور کرائے پر عصمت فروشی کرنا وغیرہ انہی کی طرف منسوب کیے ہیں۔ حالانکہ اللہ ان پر سلامتی فرمائے یہ ان سب خرافات سے بری ہیں۔“ (لئے ثم للتاریخ: ۳۴)

(اہل سنت نام کا ثبوت شیعوں کی کتابوں سے)

قرآن کریم کے بعد سنت نبوی دوسرا مرکز ہے۔ اہل سنت کے جمہور مسلمانوں کا یہی نظریہ ہے۔ سنت ہی نبی ﷺ کے اقوال و اعمال کی عکاسی کرتی ہے اور یہی قرآن پاک کی تفسیر ہے یہی وجہ ہے کہ اہل سنت، سنت کی طرف خود کو منسوب کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں اور اسے لائق شرف تصور کرتے ہیں نبی ﷺ نے وصیت فرمائی۔

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي)) ”میری سنت لازم پکڑو۔“ (احادیث صحیحہ: ۳۶۱-۴)

اہل سنت ان کے نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کی سنت کی اتباع کرتے ہیں۔ جماعت سے مراد ہے مسلمانوں کی جماعت اس کی طرف آپ ﷺ نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے۔ جو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

((قَالُوا جَمَاعَةُ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ))

”مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو۔“ (متفق علیہ صحیح الجامع: ۲۹۹۴)

یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ایک دن بھی بغیر امام کے برداشت نہیں کیا گیا فوراً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر بیعت کی گئی تاکہ جماعت سازی قائم رہے (تاریخ طبری ۷۷-۲) یہ مسلمانوں کی اصل ہے۔ ان کا ہر مخالف اسی اصل سے جدا ہوا ہے۔ جماعت کی مراد میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول ہے اس سے مراد سواد اعظم ہے یا صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں یا اس سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے جب وہ ایک امیر پر جمع ہو جائے۔ یہ سارے معانی جماعۃ المسلمین پر چسپاں ہوتے ہیں۔

سنی کتابوں میں اہل بیت کی طرف منسوب فرقوں کے نام

(۱) شیعہ ہے۔ لغت میں شیعہ، پیروکاروں اور مددگاروں کو کہتے ہیں ارشاد بانی ہے:

﴿وَأَنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ۝﴾ (۳۷/الصافات: ۸۳)

”اور بے شک اس کے گروہ سے البتہ ابراہیم ہیں۔“

جو قوم بھی کسی کام پر جمع ہو جائے وہ شیعہ کہلاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں شیعہ سے مراد دوستی اور نصرت و حمایت کرنے والے تھے۔ آج جو امامیہ شیعوں کا عقیدہ ہے ہرگز مراد نہ تھا۔ اور نہ ہی یہ نام شیعیان علی کے ساتھ خاص تھا۔ جو دستاویز حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ کے لیے تحریر ہوئی تھی اس میں شیعہ کا لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں پر بولا گیا ہے۔

وہاں یہ لکھا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے شیعہ حضرت عبداللہ بن قیس کو حکم مانتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان

کے شیعہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر رضامند ہیں۔ (مسئله التقريب: ۱۴۱-۱)

اس کے بعد شیعہ کا وصف ان لوگوں پر بولا جانے لگا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کرتے ہیں۔ اس میں عقائد کا معاملہ نہ تھا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیاسی تائید و حمایت کی وجہ سے شیعیان علی کہلاتے تھے۔ مگر یہ بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم ہی رکھتے تھے۔ یہ سیاسی شیعیت تھی امامت، اماموں کی عصمت اور رجعت وغیرہ کے عقائد کا اس شیعیت سے کوئی تعلق نہ تھا ان کا ایمان تھا سیاست کے لیے ایک امام یا خلیفہ شوری کے مشورہ سے ہونا چاہیے۔

ہماری اس بات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطابات دلالت کرتے ہیں جو انہوں نے منہج البلاغہ میں دیے ہیں اس بارے میں ان کا بھی وہی عقیدہ ہے جو جمہور اہل سنت کا ہے۔

وہ لڑائی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقفہ میں برپا ہوئی اس کا مرکز و محور صرف غلبہ تھا۔ اسے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان بھی پرانی اور اجتماعی لڑائی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنو امیہ کے زوال کے بعد یہ لڑائی بنو ہاشم کے خاندان کے اندر آئی تھی۔ یہ علویوں اور عباسیوں کے درمیان جاری رہی۔ اگر یہ بنو امیہ کی وجہ سے ہوتی تو ان کے زوال کے ساتھ اسے ختم ہو جانا چاہیے تھا۔

باقی رہے فارسی اہل تشیع ان کے عقائد دوسری صدی کے نصف میں وجود میں آئے تھے۔ اور چوتھی صدی میں مکمل ہوئے۔ یہ ایک سیاسی تحریک تھی جو سخت عقائد کی ترغیب دیتی تھی۔ اس نے اہل بیت کے لہادے میں برے عقائد کو جنم دیا مثلاً امامت، اور اماموں کی عصمت وغیرہ کے عقائد کا پرچار کیا۔ ان کی اصل غرض اپنے گھناؤنے عقائد کے ذریعہ رخ اسلام کو داغدار کرنا تھا۔ اور اس تحریک کے سالاروں کی کوشش تھی کہ اسلام کو نیست و نابود کریں اور اپنی ساسانی بادشاہت کے خاتمہ کا انتقام لیں اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ فارسی اہل تشیع کی کتابیں ساری کی ساری فارسی لوگوں کی ہیں۔ ان کی کلینی سے ابتدا ہوتی ہے اور خمینی پر انتہا ہوتی ہے۔ شیعہ کا ماخذ اگر کوئی عربی کتاب بھی ہے تو اس میں بھی لعن و تشنیع ہے حتیٰ کہ صحابہ کے کفر تک فتویٰ ہے۔ جیسا کہ محمد حسین فضل اللہ ہے تاریخ کو مشکوک کرتا ہے۔ اس نے عقائد کی کتاب نہیں لکھی صرف تاریخی کتاب لکھی ہے۔ اس نے ہی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پسلیوں کے ٹوٹنے کا واقعہ لکھا ہے۔ اور محمد صادق صدر ہے یہ بھی عربی ہے۔ مگر یہ بھی فارسی شیعیت کے اصول سے باہر نہیں ہوا۔ اسی طرح سید علی امین لبنانی ہے اس نے بدترین حملہ کیا ہے، صحابہ کرام اور امہات المؤمنین پر سب و شتم کرتا ہے۔ اور امامت کے منکروں اور شیعیت کی دعوت قبول نہ کرنے والوں کی تکفیر کرتا ہے یہ عقیدہ کے معاملہ میں سستانی کی تقلید نہیں کرتا۔ وجہ یہ ہے کہ سستانی نے عقیدے کا ذکر واضح طور پر قرآن میں سے کیا ہے اور تقلید کا تعلق فقہی مسائل کے ساتھ ہے۔

(حلقات مناة المستقبلہ ۱۴۳۱ھ)

اس طرح فارسی شیعیت اپنی صفائی کے باوجود ایک ذریعہ اور پردہ بنا رہا جس کی اوٹ سے ہر وہ آدمی دخل اندازی کرتا رہا جو بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کرنا چاہتا تھا۔ اور دشمنان دین میں سے وہ لوگ جو اسلام کے خلاف کینہ کی آگ میں جل رہے تھے کہ یہ اسلام ان کی سلطنت اور دولت کے زوال کا باعث بنا تھا اس کی آڑ میں بھڑاس نکالتے رہے اہل بیت سے ہر مسلمان کی محبت ایک طبعی امر ہے کیونکہ یہ بیت نبوت سے ہیں۔ لیکن یہ ایسی محبت ہونی چاہیے جو آل بیت میں تفریق نہ ڈالے۔ اور نہ ہی ان

کے بارے میں غلو کرے اور نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرے جیسا کہ شیعیت کی طرف منسوب فرقے کرتے ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے اسلام میں اپنی دخل اندازی والے عقائد پر بنیاد رکھی ہے جن کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی باقی رہے رافضی، لغت میں رافضی کا معنی ترک کرنے والا ہے۔ اصطلاح میں رافضہ سے مراد، آل بیت کے شیعہ کا ایک فرقہ ہے جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اظہارِ برائت کرتا ہے اور ان پر سب و شتم کرتا ہے۔ (الانتصار للصحاب والال: ۲۵)

اہل سنت کے جمہور محققین کی رائے یہ ہے کہ رافضہ نام کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن علی کی امامت کو چھوڑ دیا تھا۔ جب وہ ہشام بن عبد الملک کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے لشکر لے گئے تھے یہ لوگ اس میں شامل تھے۔ یہ ۱۲۱ھ کی بات ہے، تو یہ لوگ علیحدہ ہو گئے تھے اس لیے انہیں رافضی کہا گیا۔ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ ائمہ جور کے خلاف خروج کرنا جائز سمجھتے تھے۔ اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل گردانتے تھے۔ لیکن حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتے تھے۔ ان کے بعض ساتھیوں نے کوفہ میں شیخین کے خلاف زبان طعن دراز کی تو انہوں نے منع کیا اس وجہ سے یہ انہیں چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا: رَفَضْتُمُونِي ”تم نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔“ اور ان کا نام رافضہ رکھا۔ یہ قول رازی، شہرستانی، ابن تیمیہ اور اصحابِ اہل سنت علمائے کرام رحمہم اللہ کا ہے۔ (اسمی المطالب فی سیرۃ علی بن ابی طالب: ۶۶۷)

محمد باقر مجلسی امامیہ شیعہ کے عالم کا بھی یہی قول ہے۔ (بحار الانوار: ۶۸-۱)

ابوالحسن اشعری کی رائے ہے شیخین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی امامت چھوڑنے کی وجہ سے انہیں رافضی کہا جاتا ہے۔ (مقالات اسلامیین: ۶۸-۱) زیادہ مشہور قول پہلا ہے۔

(۲) امامیہ شیعہ کی کتابوں میں اہل بیت کے فرقوں کا بیان

امامیہ شیعہ کو جب رافضی کہتے ہیں تو یہ غصے میں آ جاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہمارا یہ نام ان کے دشمنوں نے رکھا ہے حالانکہ ایسا نہیں ان کے بہت بڑے عالم نے اپنی مشہور ترین کتاب میں باب باندھا ہے۔ ”باب فضل الرافضۃ مدح التسمیۃ بها“ یہ کہتا ہے شیعہ امام زید بن علی بن حسین کی طرف آئے اور کہا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اظہارِ بیزاری کرو۔ ہم سب آپ کی بیعت کریں گے اور ساتھ دیں گے۔ انہوں نے کہا:

”یہ دونوں میرے نانا کے صحابی ہیں میں تو ان سے دوستی کروں گا تو انہوں نے کہا ہم پھر آپ کو چھوڑ رہے ہیں۔ ان

کا نام رافضہ ہوا اور جنہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ان کا نام زید یہ ہوا“ (بحار الانوار ۹۶/۶۸-۹۷)

اسی کتاب کے اسی حوالہ میں آتا ہے۔ ابو بصیر کہتا ہے میں نے ابو جعفر باقر سے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ ایک نام ہے جس کی وجہ سے حکمران ہمارے مال اور خون جائز قرار دیتے ہیں اور ہمیں سزا دیتے ہیں انہوں نے کہا وہ کونسا ہے میں نے کہا، رافضہ ہے تو انہوں نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں سے ستر آدمی حضرت ہارون علیہ السلام سے سخت پیار کرتے تھے اور ان کے لیے سخت محنت کرتے تھے۔ قوم موسیٰ نے ان کا نام رافضہ رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ ان کا یہ نام تو رات میں ثبت کر دویہ میں نے انہیں عطا کیا ہے۔ لہذا رافضی وہ نام ہے جو تمہیں اللہ نے دیا ہے۔

یہ نام خمینی نے بھی اپنی کتاب میں لیا ہے۔ جعفری مذہب کے فقہاء کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے رافضی فقہیہ موسیٰ اور عیسیٰ کے مرتبہ پر ہے۔ (الحکومة الاسلامیہ: ۹۵)

شیعہ فرقہ کی اصطلاح عام ہے جو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کرتا ہے وہ شیعہ کہلاتا ہے اس کی تین اقسام ہیں۔
(۱) شیعہ عالیہ: یہ وہ فرقہ ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو کیا اور ان میں الوہیت کا دعویٰ کیا اور ان کا خیال ہے نبوت بھی ان کا حق تھا۔

(۲) رافضہ: یہ وہ ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہیں اور یہ عام صحابہ کرام اور دیگر خلفاء سے اظہارِ براءت کرتے ہیں۔

(۳) زیدیہ: یہ امام زید بن علی رضی اللہ عنہما کے پیروکار ہیں یہ دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برتری دیتے ہیں تاہم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دوستی رکھتے ہیں۔

رافضیوں کو شیعہ کے نام میں داخل کرنا درست نہیں کیونکہ شیعہ زیدیہ فرقہ کو رافضیوں کے ساتھ داخل کرتے ہیں اور زیدی اسے چھوڑتے ہیں ان کا مطالبہ ہے کہ رافضی خطرہ دور کیا جائے یہ رافضی زیدی مذہب کے خلاف لڑتے ہیں اور یکنی معاشرہ سے بھی لڑتے ہیں

رافضی زیدیہ فرقہ کو کافر قرار دیتے ہیں اور انہوں نے زیدیہ فرقہ کی ہر نشانی دہش میں مٹا دی ہے جس کی بنیاد امام ناصر اطروش نے رکھی تھی یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ زیدیوں نے دولت عثمانیہ کی طرف دوستی کا ہاتھ پھیلا یا تھا جب مغربی استعمار نے اس پر حملہ کیا۔ صفوی رافضیوں کا ساتھ نہ دیا تھا۔

ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں جو زیدیوں کے امام ہادی سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہیں کہ ایک قوم آئے گی اس کے القاب ہوں گے انہیں رافضی کہا جائے گا۔ اگر تم ان سے ملو تو انہیں قتل کر دینا وہ مشرک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی علامت پوچھی تو فرمایا تجھ پر وہ بات بنائیں گے جو تجھ میں نہ ہوگی اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کریں گے اور سب و شتم کریں گے۔ (القول الجلی: ۲۵-۲۱)

لہذا اصطلاح پابندی سے استعمال کی جائے کہا جائے شیعہ امامیہ، یا اثنی عشر شیعہ، جیسا کہ علمائے کرام جو محقق ہیں لکھتے ہیں ملا جلا کر صرف شیعہ کا لفظ نہ بولا جائے رافضیوں نے اپنا نام شیعہ میں ملا کر بہت کامیابی حاصل کی ہے یہ لوگوں کو وہم میں ڈالتے ہیں کہ ہم پہلے شیعوں کے معاون ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حمایتی ہیں پہلے شیعہ بدعات، غلو اور وہم پرستی سے پاک تھے جو کہ بعد والے شیعوں میں آگئے تھے۔ یہ سب کام پہلے سیاسی شیعہ تھے۔ بتدریج بعد والوں نے صحیح اسلامی عقائد کو اپنے پیروکاروں کے لیے تبدیل کر دیا۔ رافضی عقائد پیدا کر دیے جو کہ مخالف اسلام تھے۔ یہ گڈ ملڈ ہونے کا عمل آج کل کے لوگوں پر مخفی رہا ہے لہذا زیدی اور رافضی شیعہ میں فرق مد نظر رہے۔ (انتصار للصحب والال: ۲۹)

(۳) شیعان علی یا کوفہ کے رافضی

کلینی امامیہ شیعوں کا راوی ہے اس کی کتابوں پر بڑا اعتماد کیا جاتا ہے یہ امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے کہ رافضہ کا نام

اللہ نے رکھا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ کوفہ کے شیعہ کی ایک جماعت ابو عبد اللہ امام صادق کے پاس آئی اور کہا ہمیں اس لقب سے پکارا جاتا ہے جس سے ہماری کمر پر بوجھ ہے اور ہمارے دل مردہ ہو گئے ہیں اور حکمرانوں نے ہماری خونریزی کی ہے۔ ابو عبد اللہ نے کہا وہ نام رافضہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں یہی ہے کہا: واللہ انہوں نے تمہارا نام نہیں رکھا یہ تمہارا نام اللہ نے رکھا ہے۔ (الکافی: ۵۳۴) آج کے امامیہ شیعہ زیادہ تر اپنے عقائد میں کوفہ کے شیعوں کی جانب رجوع کرتے ہیں ان شیعہ کی طرف نہیں کرتے جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی تھی جسے جمہور مسلمان باغی جماعت قرار دیتے ہیں جس کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَكَاتِلُوا النَّبِیَّ تَبْغِي كُفًىٰ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْصُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝﴾ (۴۹/الحجرات: ۹)

”اگر ایمان داروں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پس ان میں سے ایک گروہ دوسرے کے خلاف بغاوت کرے تو جس نے بغاوت کی ہے اس کے خلاف لڑو، حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان صلح کرادو انصاف اور عدل کے ساتھ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو کہ اہل سنت تھے زیادہ تعداد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاون اور گروہ میں سے تھے۔ علی وردی شیعہ مورخ بھی اشارہ کرتا ہے۔ اہل سنت حضرت علی کے مخلص شیعہ تھے لیکن انہوں نے التباس سے بچتے ہوئے تشیع کا لقب اختیار نہ کیا تھا انہیں سبائی شیعوں کے ساتھ لفظی شباهت بھی پسند نہ تھی۔ (لمحات اجتماعية: ۲۲۸) باقی رہے کوفہ کے شیعہ یہ رافضی ہیں امامیہ کے مصادر میں ان کا تعارف ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی تاریخ عذر، اور عہد شکنی سے بھرپور ہے۔ (موسوعة عاشوراء: ۵۹)

اور یہ اسلام کی نصرت و حمایت سے تہی دست ہیں۔ یہ مال کے متوالے ہیں اور موقف بدلتے رہتے ہیں۔

(رحاب کربلاء: ۵۳)

کوفہ تشیع کے عقائد کا منبع ہے۔ یہاں فارسی رہائش پذیر رہے ہیں۔ امامیہ اکثر مصادر میں ائمہ اہل بیت کے بارے میں لکھا ہے وہ ان کے لیے بد دعا کرتے تھے اور ان سے براءت کا اظہار کرتے تھے۔ (خطب و اقوال نساء العترة الطاهرة) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی کو بے یار و مددگار چھوڑا۔ اور انہوں نے کوشش کی کہ اسلام کی نشر و اشاعت میں تین خلفائے راشدین نے جو کہ حضرت علی کے بھائی تھے جو فتوحات کی ہیں ان کی فتوحات میں یہ حائل ہوں۔ یہی ہیں جنہوں نے حضرت علی کے بیٹے حضرت حسن پر طعن کیا، یہی کوفی شیعہ ہیں جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے خیانت کی اور غدر کیا اور ابن زیاد کی تلواروں کے حوالے کر دیا۔

بحث: ۴

تشیع کی نشوونما اور رافضی عقائد کی بنیاد

① سنی اور شیعہ مصادر تشیع کی نشوونما میں ایک دوسرے کے ہمنوا ہیں۔ فارسی تشیع اپنے عقائد اور عجیب و غریب تک بندیوں کے باوجود فکر میں اور وراثت میں امیر المومنین علیؑ کی شہادت کے زمانہ سے بعد والے زمانوں میں مختلف روپ دھارتا رہا ہے۔ اور حضرت علیؑ کی شہادت تک کئی شکلیں بدلیں۔ امامیہ شیعوں کا ابتدائی عقیدہ اور اس کا پہلا بیج سبائی گروہ کے ہاتھوں ظاہر ہوا۔ امامیہ شیعہ کی کتب خود اس کا اعتراف کرتی ہیں کہ عبداللہ بن سبا یہودی پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے امامت علیؑ کی فرضیت کا عقیدہ ظاہر کیا اور یہی عقیدہ امامت، امامیہ شیعوں کے نزدیک شیعیت کی بنیاد ہے اور یہی عبداللہ بن سبا ہے جس نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کی جو کہ رسول اکرم ﷺ کے سسرال، داماد اور رشتہ دار اور صحابہ کرام ہیں۔

نوبختی کہتا ہے، صحابہ کرام پر لعنت کرنا امامیہ شیعہ کا عقیدہ ہے جب ابن سبا تک ورائن میں حضرت علیؑ کی وفات کی خبر پہنچی تو اس نے وفات کی خبر دینے والے سے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ورائن ابھی اسلام نے فتح نہ کیا تھا اور یہ فارسی علاقوں کا دار الخلافہ تھا اس نے خبر دینے والے سے کہا تو اگر حضرت علیؑ کا دماغ ستر تھیلیوں میں لاتا اور ۷۰ ستر عادل گواہ بھی اس پر قائم کرتا تو ہم نے پھر بھی کہنا تھا کہ وہ نہ تو فوت ہوئے ہیں اور نہ ہی شہید ہوئے ہیں وہ فوت ہوں گے جب تک وہ روئے زمین کے مالک نہ ہوں گے۔ (المقالات والفرق: ۲۱؛ فرق الشیعہ: ۲۰)

امامیہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ دوبارہ لوٹیں گے۔ (مسئلة التقريب: ۱۴۰-۱)

ہم دیکھتے ہیں کہ امامیہ شیعوں کی کتب غالی شیعیت کے پروان چڑھنے کے بارے میں ایسے ہی ہیں جیسے کہ اہل سنت کی روایات ہیں اس کی مثال درج ذیل ہے۔ طبری لکھتا ہے۔ عبداللہ بن سبا اہل صنعاء میں ایک یہودی تھا اس کی ماں سوداء تھی یہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں اسلام لایا تھا پھر یہ مسلمانوں کے علاقوں میں پھرتا رہا اور انہیں بہکا تا رہا اس نے اس شیطانی مہم کا آغاز حجاز سے کیا اس کے بعد بصرہ، کوفہ اور شام میں مصروف کار رہا۔ تاہم شام میں یہ ارادہ میں اتنا زیادہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اہل شام نے اسے باہر نکال دیا یہ مصر میں آیا اور خاص پگڑی پہننے لگا اور یہ نظریہ پھیلا یا کہ یہ عجیب بات ہے عیسیٰ علیہ السلام تو واپس آئیں گے اور محمد ﷺ کے لوٹنے کو نہ مانا جائے اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ فَرضٌ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَكَ إِلىٰ مَعَادٍ ط﴾ (۲۸/ القصص: ۸۵)

”بے شک وہ جس نے تجھ پر قرآن اتارا ہے تجھے معاد کی طرف لوٹائے گا۔“

لہذا محمد ﷺ، عیسیٰ علیہ السلام سے واپس لوٹنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں یہ بات اس کی طرف سے پھیلائی گئی اور عقیدہ رجعت اس

نے وضع کیا اور اس بارے میں وہ بات کرنے لگے اور اسے لوگ عام کرنے لگے۔

اس کے بعد اس نے یہ بات بھی پھیلائی کہ ہزار انبیاء تھے ہر نبی کا وحی ہوا ہے جس کو نبی وصیت کرتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں۔

ایک اور عقیدہ پھیلا یا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الاوصیاء ہیں۔ اور اس نے کہا: وہ سب سے بڑا ظالم ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت جاری نہ کرے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی کے خلاف لڑے اور امت کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لے۔

اس نے یہ بھی کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت ناحق لی ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں ان کے لیے اٹھو، اور تحریک بپا کر دو، اور اپنے امراء پر طعن و تشنیع کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ علی الاعلان ادا کرو۔ اور لوگوں کو ادھر مائل کرو اور اس کی دعوت دو اس نے اپنے داعی پھیلا دیے اور انہوں نے شہروں میں خطوط کے ذریعہ فساد کی فضا پیدا کر دی اور اپنی اس رائے کی طرف خفیہ دعوت دی۔

(تاریخ طبری: ۳۴۷-۵)

اس گمراہ کن دعوت سے لوگوں کے دل انتشار کا شکار ہوئے اور ان کی عقلیں فتور زدہ ہوئیں۔ رافضیت کا آغاز ہوا۔ ابن سبا ان گمراہ عقائد کی دعوت دیتا رہا جو کجرو اور گمراہ لوگ تھے ان کے دلوں میں یہ سرایت کرتے رہے انہی عقائد کا نتیجہ تھا کہ اس فساد کی گروہ کے ہاتھوں سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ رونما ہوا۔ جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو یہ عقائد زیادہ ابھرے پہلے کی بہ نسبت زیادہ نمایاں ہوئے جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ تک یہ پہنچے تو انہوں نے ان کا سخت ترین انکار کیا اور ان عقائد سے اوپر ان کے حامیوں سے بیزاری کا اعلان کیا۔

مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ ابن سبا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ربوبیت کا دعویٰ کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اور اس کے ہمنواؤں کو آگ میں جلادیا۔ (الانتصار للصحیح والآخر: ۳۶)

انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے ابن سبا کے ساتھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے تو، تو ہے۔ انہوں نے کہا میں کیا ہوں، انہوں نے کہا تم باری تعالیٰ اور خالق ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے تین دن تک توبہ کا مطالبہ کیا انہوں نے توبہ نہ کی تو آپ نے ان کے لیے بہت بڑی آگ کا الاؤ چلایا اور انہیں اس میں پھینک دیا اور درج ذیل شعر کہا:

وَلَمَّا رَأَيْتُ الْأَمْرَ أَمْرًا مُنْكَرًا
أَجَجْتُ نَارًا وَ دَعَوْتُ قَنْبَرًا

”جب میں نے دیکھا کہ معاملہ بہت ہی برا رخ اختیار کر چکا ہے تو میں نے آگ بھڑکائی اور میں نے انہیں آگ میں گرانے کے لیے قبعر اپنے نائب کو بلایا۔“

(التنبیہ علی اهل الاهواء والبدع- اسمی المطالب: ۶۷۰)

بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سبا کو نذر آتش نہ کیا تھا بلکہ ورائن کی طرف اسے جلا وطن کر دیا تھا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق و بے دین افراد لائے گئے انہوں نے انہیں جلا دیا۔ یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا اگر میں ہوتا تو انہیں قتل کر دیتا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو دین سے مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔ میں انہیں آگ میں نہ جلاتا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دو۔ اس ممانعت کی وجہ سے میں انہیں قتل کر دیتا لیکن آگ میں نہ جلاتا۔ (بخاری: ۶۹۲۲)

یہ عقائد جو پیدا ہو چکے تھے نہ تو ان لوگوں کو آگ میں جلانے سے اور نہ ہی انہیں جلا وطن کرنے سے مٹے تھے بلکہ فتنوں کی فضا پیدا کر دی۔ معرکہ صفین اور تحکیم کے حادثات جو کہ ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو فیصلہ سوچنا گیا اور اس کے بعد جو بھی حالات پیدا ہوئے یہ ان کی نشوونما کی آماجگاہ بن گئے۔ اور جب واقعہ کربلا وقوع پذیر ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ رونما ہوا اب یہ فتنہ عملی طور پر یکجا ہونا شروع ہوا انہوں نے یہ دعویٰ بلند کیا کہ ہم شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام لیں گے۔

سعودی کہتا ہے، ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ سعودی شیعہ اور معتزلی مؤرخ ہے یہ لکھتا ہے، کوفہ میں ۶۵ھ میں شیعہ باقاعدہ ایک تحریک کا روپ دھار چکے تھے۔ (مروج الذهب ۱۰۰-۳)

اور تحریک تواہین، کے نام میں ایک گروہ بنا پھر تحریک مختار کیسانی کے نام سے وجود میں آئی یہ شیعہ آپس میں ملامت کرتے اور اظہارِ پشیمانی کرتے کہ ہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں دعوت دی پھر انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور انہیں ابن زیاد کے لشکر کے حوالہ کر دیا اب وہ اس بات پر متفق تھے کہ خود سے اس قتل کی عار کا دھبہ دھونا ہے۔

اس تحریک کے روح رواں یہ افراد تھے سلیمان بن صرف خزاعی، اور مختار ثقفی، اس فضا میں شیعیت کا آغاز ہوا اور یہ وجود میں آئی اور اپنے مذہب کے اصول وضع کیے اور اس کے لیے استدلال کیا۔

ان حادثات کے بعد غالی شیعہ کی آراء ظاہر ہوئیں جو اس سے پہلے اہل بیت کے تشیع کے پردہ تلذذی ہوئی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں مختصر یہ کہ شیعہ کے بعض مضبوط اصول ابن سبا کے ہاتھوں ظاہر ہوئے لیکن وہ جماعتی روپ میں نہ تھے۔ نہ ہی تشیع کے نام سے موسوم تھے پے درپے حادثات کے بعد خصوصاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شیعیت باقاعدہ ایک فرقہ بن چکی تھی۔ اور اپنے مذہب کے معین اصول کی بنیاد رکھ رہی تھی۔ بعد ازاں وہ آراء عبداللہ بن سبا نے جن کی دعوت دی تھی اس نے فکری مقام حاصل کر لیا۔ اس طرح شیعہ مذہب وجود میں آیا۔ (مسئلة التقرب: ۱۴۲)

② امامیہ شیعہ کے اہم مراجع بھی ابن سبا کے دور کو تشیع کی نشوونما کا دور قرار دیتے ہیں یہ ابن سبا ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے امامت، وصیت، رجعت اور صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کا عقیدہ گھڑا تھا۔

① مئی کہتا ہے، سب سے پہلے جس نے امامت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی رجعت کے فرض ہونے کا عقیدہ ایجاد کیا۔ وہ یہی ابن سبا ہی ہے۔ اور یہی ہے جس نے سب سے پہلے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے اور سارے صحابہ کرام پر

طعن کرنے اور ان سے بیزاری ظاہر کرنے کا کہا۔ (المقالات والفرق: ۲۱-۱۰)

② کشی کہتا ہے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا اسلام لایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوستی کا رنگ لیا یہ جب یہودی تھا تو تب بھی کہا کرتا تھا کہ یوشع بن نون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہیں اور اس نے اسلام لانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہی کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا۔ یہی ہے جس نے سب سے پہلے امامت علی کا قول مشہور کیا اور اس نے ہی سب سے پہلے شیعہ کے دشمنوں سے براءت اظہار کیا اور انہیں کافر قرار دیا یہی وجہ ہے کہ تشیع اور رافضیت یہودیت سے نکلی ہے۔ (رجال الکشی: ۱۰۱؛ منهج اہل البیت: ۱۷۱)

انتباہ

یہ کشی چوتھی صدی کا شیعوں کا ایک بہت بڑا عالم ہے، شیعہ کہتے ہیں یہ ثقہ اور سربرآوردہ ہے یہ اخبار و رجال پر گہری نظر رکھتا ہے، کثیر العلم ہے حسن اعتقاد والا ہے، راست مذہب والا ہے راویوں کے حالات کے بارے میں اس کی کتاب رجال کشی اصول اربعہ میں سے ایک معتبر کتاب تصور کی جاتی ہے۔ (مقدمہ رجال کشی)

③ مامقانی نے بھی یہی کہا ہے جو کہ امامیہ کے نزدیک جرح و تعدیل کا امام ہے۔ (تنقیح المقال: ۱۸۲-۲؛ الشیعہ والسنة: ۱۹)

④ نوختی کہتا ہے، عبداللہ بن سبا ہی تھا جس نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام پر طعن کی اور تبراء کی اور اس بات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑا اور اس سے پوچھا یہ طعن و تبرأتوں نے میری طرف منسوب کیا ہے اس نے اقرار کیا تو انہوں نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا لوگ چلائے۔ امیر المومنین!

آپ اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کی دعوت دیتا ہے اور تمہاری ولایت اور دشمنوں سے براءت کی دعوت دیا ہے اسے قتل نہ کرو مدائن کی طرف نکال دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی ایک اہل علم جماعت نے بتایا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا یہ اسلام لایا مدائن میں جب اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع ملی تو موت کی اطلاع دینے والے سے اس نے کہا، تو جھوٹ کہتا ہے وہ اس وقت تک فوت نہ ہوں گے جب تک وہ زمین کے مالک نہ ہوں گے۔ (فرق الشیعہ: ۴۳؛ منهج اہل البیت: ۱۷۲)

انتباہ

نوختی شیعہ کا سربرآوردہ ہے تیسری صدی ہجری میں ہوا ہے۔ یہ فلسفی متکلم اور امام ہے حسن الاعتقاد والا ہے، ثقہ ہے یہ چوٹی کے علماء میں سے ہے۔ (فہرست طوسی: ۹۸) دیکھا آپ نے یہ نوختی بھی عبداللہ بن سبا کی حقیقت سے پردہ کشائی کرتا ہے۔

③ عبداللہ بن سبا کی حقیقت کی پردہ پوشی کی کوشش

امامیہ شیعوں کی پرانی کتابیں، اہل سنت کے مصادر سے متفق ہیں کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا یہ بعد میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شیعہ خیالات کا پرچار کرتا رہا ہے۔ مگر ایک غالی امامیہ شیعہ مرتضیٰ عسکری نے عبداللہ بن سبا کے وجود کا انکار کیا ہے اس بارے میں

فضول کتاب بھی تالیف کی ہے اس نے اس کا نام رکھا ہے ”عبداللہ بن سبا اور دوسری کہانیاں“ اس میں اس نے خیال ظاہر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک دیو مالائی شخصیت ہے اس کا وجود نہیں، لیکن یہ اس مؤلف کی نہایت ہی عجیب حرکت ہے کہ یہ اس چیز کا انکار کر رہا ہے جو ثابت ہے اور مشہور عام ہے اور اس کا وجود شیعہ مصادر اور سنی مصادر میں متفقہ طور پر پایا جاتا ہے۔ مزید یہ ہے کہ اس کا وجود شیعہ کی چار بڑی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور امامیہ شیعہ کی درج ذیل کتابوں میں بھی ہے۔ (1) الکافی: ۵۴۵-۱ (2) فقیہ من لا یحضر الفقیہ: ۲۱۳-۱ (3) علل الشرائع: ۳۴۴-۱ الخصال: ۶۳۸- (4) تہذیب الاحکام: ۳۲۲-۲ (5) وسائل شیعہ ۵۵۴-۱۸ (6) المفید: ۲۵۷- (7) شرح نہج البلاغہ: ۹۹-۲ (8) الرجال: ۷۱-۲ (9) جامع الرواۃ: ۴۸۵-۱ (10) بحار الانوار: ۲۸۶-۲۵ (11) الانوار العثمانیہ: ۲۳۴-۲ (12) معجم رجال الحدیث: ۷۶-۷۷

یہ کہتا ہے، ابن سبا وہی ہے جو کفر کی طرف لوٹا اور غلو کا اظہار کیا یہ حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں سے تھا۔

فارسی شیعہ حقائق کی پردہ پوشی کرتے ہوئے نت نئے انداز اختیار کرتے رہتے ہیں جو کہ ناکام ہیں۔ تاکہ ان کے عقائد گمراہ عوام میں جاری رہیں۔ کبھی یہ ابن سبا کے وجود کو مشکوک قرار دیتے ہیں کبھی یہ شک ڈالتے ہیں کہ غار میں دوسرے جناب صدیقؑ نہ تھے۔ کبھی یہ لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کرتے ہیں کہ قرآن پاک شیعوں کی تعریف کرتا ہے جیسا کہ برطانیہ کی ایک یونیورسٹی میں لیکچر کے دوران یہ کہا گیا ہے، جو ہفتہ عاشورہ کے نام سے دیا گیا تھا۔

اس لیکچر نے جو کہ انگلش زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے دھوکہ دہی سے کام لیا، وہ یورپ کے لوگ جو قرآن کریم سے نا آشنا تھے ان کے سامنے کہتا ہے کہ قرآن کریم شیعہ کی تعریف کرتا ہے ان میں ایک یہ آیت ہے۔

﴿وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ۝﴾ (۳۷/الصافات: ۸۳)

”اور بے شک اس کے گروہ سے البتہ ابراہیمؑ ہیں۔“

تاہم اس لیکچر کے اختتام کے بعد وہاں حاضرین میں سے ایک نے کہا: اس آیت مبارکہ کے علاوہ جو شیعہ کا لفظ ہے وہ تفرق اور قابل مذمت گروہ بندی کے معنی میں آیا ہے، ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَزَعُوا مِنْهُمْ وَكَانُوا شِيعًا كُتِبَتْ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ طَرِئْنَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝﴾ (۱۵۹/الانعام: ۱۵۹)

”بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں فرقہ بندی کی وہ گروہ تھے تو ان میں سے نہ ہو جا، بے شک ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہ انہیں خبر دے گا جو وہ کرتے تھے۔“

ارشاد باری ہے:

﴿ثُمَّ لَنَنْبِئَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيْتُهُمُ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا ۝﴾ (۱۹/مریم: ۶۹)

”پھر چھین لیں گے ہر گروہ سے رحمن پر کون ہے جو سرکشی کرے۔“

ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا﴾ (٢٨/ القصص: ٤)

”بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اہل مصر کو گروہوں میں کر دیا۔“

ارشاد گرامی ہے:

﴿مِنَ الَّذِينَ فَتَرُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ط كُلُّ جُزْءٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ (٣٠/ الروم: ٣٢)

”ان لوگوں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو فرقہ بندی میں تقسیم کیا یہ گروہ تھے ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس کے ساتھ خوش ہے۔“

ان تمام آیات میں شیعہ کا لفظ مذمت کے انداز میں بیان ہوا ہے۔ لہذا یہ مغالطہ اندازی ہے کہ شیعہ قرآن کا پسندیدہ مذہب ہے۔ کبھی یہ کہتے ہیں۔ سوائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آپ کی دوسری ساری بیٹیاں حقیقی نہیں یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے تھیں۔ صرف فاطمہ آپ سے تھیں۔ رقیہ، ام کلثوم اور زینب حقیقی نہ تھیں۔ اور کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسرے خلفا کی بیعت کا انکار کرتے ہیں اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اسے شک میں ڈالتے ہیں۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تھا اس کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام حقائق امامیہ شیعوں کی قابل اعتماد کتابوں میں صریح اور واضح طور پر موجود ہیں۔

شیعیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملانے کی ناکام کوشش

احمد وائلی کہتا ہے: جمہور مورخ یہ ذکر کرتے ہیں کہ تشیع سقیفہ کے دن نمودار ہوا تھا کہ صحابہ کرام اس پارلیمنٹ ہاؤس میں جمع ہوئے تھے۔ اس دن تشیع کا مذہب ظاہر ہوا تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیعیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی کیونکہ یہ بات نامعقول ہے کہ شیعیت ہفتہ بھر میں ہی نکل آئی تھی۔ یہ بیچ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشت کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس ذات کی قسم میری جان جس کے ہاتھ میں ہے یہ علی اور ان کے شیعہ ہی کا میاب ہونے والے ہیں۔ (ہویۃ التشیع: ٢٩)

محمد حسین آل کاشف الغطاء کہتا ہے: سب سے پہلے جس نے اسلام کی کھیتی میں شیعیت کا بیج بویا ہے وہ صاحب شریعت اسلام یہ ہیں یعنی اسلام اور شیعیت کا بیج پہلو بہ پہلو اور برابر ہیں اور اسے لگانے والا خود اس کی نگہداشت کرتا رہا ہے اسے سیراب کرتا رہا ہے یہاں تک کہ اس نے نشوونما پائی اور یہ پھیلا پھولا اور ان کی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد محرر آ رہا۔

(اصل الشیعہ و اصولہا: ٤٣)

مناسب ہے کہ کاشف الغطاء کی بات کی وضاحت کرتے چلیں۔

ترکستانی عالم شیخ موسیٰ بن جار اللہ نے کہا تھا اس سے سوال ہوا تو اس کی بات کے انکار میں کہا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسا بیج بویا تھا تمہارے بقول شیعیت کا تھا یا اچھا بیج ہے جس سے لعنت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے جو کہ امت کے بہترین لوگ ہیں کی بالیاں اگائیں اس اعتقاد نے بال و پر نکالے کہ صحابہ کرام میں سے منافقوں نے قرآن میں تحریف کر دی ہے کیا یہ بیج بویا تھا؟

(الوشیعة فی نقد عقائد الشیعة، منقول از مسئلة التقریب: ۱۲۳)

(۴) پرانے فارسی عقائد و دینیات اور تشیع جدید

شیعیت ایک خالص سیاسی مذہب تھا اس میں اہل بیت کی محبت تھی جو کہ ہر مسلمان کے دل میں رچی بسی ہے اس میں کینہ نہ تھا نہ سب و شتم تھا نہ ہی ٹیڑھے عقائد تھے اور نہ ہی وہ طریقے تھے جن کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری نہ اس میں مزارات اور آستانوں اور عبادت خانوں کا تصور تھا اس میں زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے تھے۔ تاہم یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت بھی رکھتے تھے اور یہ بات عقیدہ مسلم کے لیے عیب والی نہیں ایک شیعہ رائٹر احمد نے ایک مباحثہ میں کہا تھا:

اگر میں سقیفہ (پارلیمنٹ) میں ہوتا تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صلاحیت کی آواز بلند کرتا اگر ان کے علاوہ کسی دوسرے صحابی کی صلاحیت کی آواز نمایاں ہوتی اسے کثرت رائے صالح قرار دیتی تو میں اسے قبول کر لیتا۔ بشرطیکہ وہ آدمی ایسا ہوتا جسے مہاجر اور انصار پسند کرتے۔ اور یہ کام شوری کے نظم و نسق سے ہوتا یہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر ہوتا۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور کہا تھا۔ (نہج البلاغہ، لقاء مع الکاتب فی قناة الحوازة الفضائیہ)

یہ پہلی شیعیت ہے جسے جمہور مسلمان بھی قبول کرتے ہیں اور کافی مدت یہی رہے ہیں جب المناک حادثات پیدا ہوئے تو انہوں نے ایسے دور میں پہنچا دیا جس سے نئی شیعیت نے جنم لیا۔ جس کا پہلی شیعیت میں نام رہ گیا ہے جو کہ صاف اور ستھری شیعیت تھی اب اس بعد والی شیعیت میں اس پہلی شیعیت کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے لے کر جمل، صفین اور ہزاروں کے جان لیوا حادثات تک پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا درد بھر واقعہ اس کے بعد واقعہ کربلاء نے کوفہ کے فارسی شیعوں کو شہادت حسین پر انتقام لینے والا فرقہ بنا دیا ان کا مقصد یہ تھا کہ انہیں یعنی حضرت حسین کو دعوت دے کر جو دشمن کے حوالہ کیا ہے وہ اس پشیمانی کے داغ کو اس طرح ہی دھو سکتے ہیں۔

ان کے علاوہ دیگر حادثات تھے ان میں سے سب سے زیادہ خطرناک یہ حادثہ تھا جو کہ فارسی اقوام جب اسلام کا مقابلہ کرنے سے بے بس ہوئیں تو اسلام میں داخل ہوئیں۔ ان کی آرزو یہ تھی کہ اس میں تحریف کریں اور اسلام کو اندر سے کھوکھلا کریں۔

لیکن ہماری مذمت میں فارس کا سارا علاقہ نہیں آتا کیونکہ اس علاقہ میں ایسے افراد اٹھے ہیں جو حسن اسلام سے آراستہ تھے اور انہوں نے جو اللہ سے عہد کیا تھا وہ سچا کر دکھایا۔ ان میں فقہ و حدیث اور تفسیر کے ماہر علماء ہوئے ہیں جیسا کہ امام بخاری اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس بھی ہوتا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قوم کے آدمی وہاں سے بھی حاصل کر لیتے۔ (بخاری ۴۸۹۷، عن ابی ہریرہ)

تاہم فارسیوں میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جو اسلام میں داخل ہوئے مگر ان میں پرانے دین کی آمیزش تھی۔ انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ حصہ ڈالا جو اس مقصد کے لیے مسلمان ہوئے تھے کہ اسلام میں تحریف کریں اور اسے اندر سے کھوکھلا کریں۔ انہوں نے نیا دین بنانے میں باقاعدہ کردار ادا کیا اور قدیم فارسی عقائد کو نئی شکل میں پیش کیا اور ان کی خواہشات کو قابل قبول بنایا۔

اور ان کے اہداف کو ثابت کیا۔ فارسی شیعیت جسے مختلف انداز سے عیسائیت کی رومانوی صورت بنا کر نیا دین تیار کیا گیا تھا۔ بت پرستی کے عقائد کو رومانوی روپ میں پیش کیا گیا اور ان کی خواہشات کو مد نظر رکھا گیا اور ان کے وہ اہداف جو صلیبی جنگوں میں پائے جاتے تھے انہیں ثابت رکھا گیا ہے۔ اور فارسی شیعیت بھی اسی طرح تھی۔ فارسی تشیع کا تابع اور اس کے اطوار و عقائد کو ماننے والا جو ہے وہ وہی عقائد و اطوار کا اس میں عکس پائے گا جو کہ اسلام سے پہلے فارسیوں کے عقائد تھے بعد میں انہی فارسی عقائد کو اسلامی عقائد کا غلاف چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔

مثلاً فارسی وراثت میں یہ داخل ہے کہ یہ اسلام سے پہلے اپنے بادشاہوں کی تقدیس و تعظیم کرتے تھے۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ بادشاہوں کی رگوں میں الہی خون گردش کرتا ہے اور یہی غالی شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ائمہ معصوم ہیں یہ ان کی تقدیس و تعظیم اس انداز میں کرتے ہیں۔

فارسی عقیدہ تھا فرمانروائی صرف کسریٰ کے گھر کے ہی لائق ہے اور سیاسی لیڈری کرنا بھی انہی کا حق ہے جو ان سے ملک چھیننے کی جسارت کرے گا وہ راندہ ہوا اور ملعون ہے۔

یہی نظریہ غالی شیعوں کا ہے۔ کہ ملک صرف اہل بیت کے ائمہ کا حق ہے دونوں قیادتیں ان میں ہی محدود ہیں سیاسی قیادت بھی اور روحانی قیادت بھی ان سے یہ سیادت چھیننے کی کسی کو اجازت نہیں نہ روحانی نہ سیاسی اگر کوئی چھینے گا تو وہ کافر، ملعون اور رحمت الہی سے دور ہوگا۔ کیونکہ امامت الہیت ہے یہ صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہی رہے گی یہ بھی اس اولاد میں جو شہر بانو بنت کسریٰ میں سے ہے۔ جن میں حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما جو کہ حضرت حسین کے شہر بانو سے پیدا ہونے والے بیٹے ہیں ان میں علوی خون اور کسروی خون کی آمیزش ہے۔

اس طرح فارس قوم کو اہل بیت کے لبادہ میں ان فارسی عقائد کو شیعہ کے درمیان پھیلانے کا موقع ملایا یہ کام تیسری صدی کے قریب اہل بیت کے کبار ائمہ کے ختم ہونے کے بعد ہوا۔ کیونکہ وہ ائمہ ان فارسی عقائد کا مقابلہ کرتے تھے اور ان کی پردہ کشائی کر کے ان کی جگہ ہنسائی کرتے تھے اور ببا ننگ دہل ان افکار کو اور ان افکار کے علبرداروں کے جھوٹ کو طشت از بام کرتے تھے اور بتاتے تھے کہ یہ افکار ائمہ اہل بیت کی طرف غلط منسوب ہیں۔

جیسا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے ”عید نوروز“ کی محفل کے بارے میں کہا تھا: یہ ایک فارسی رسم ہے اسلام نے اسے مٹا دیا ہے۔ سیاسی بُو یہی فارسی سند سے بیان ہوا ہے کہ ائمہ سے خالی وقفہ تشیع فارسی کے عقائد کے منظم ہونے کے لیے غنیمت تھا کیونکہ اس میں کبار ائمہ سے میدان خالی تھا جبکہ یہ ائمہ ان باہر سے گھسنے والے عقائد کا پیچھا کرتے تھے اور ان کی تردید کرتے تھے۔

(مہدی المنتظر هذه الخرافة: ۷۰)

زندہ یقوں نے جو کہ دشمنان اسلام ہیں انہوں نے اہل بیت کی محبت کو سیڑھی کے طور پر استعمال کیا ہے اور اپنے مقاصد حاصل کیے ہیں وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اہل بیت کی بہت زیادہ محبت ہے اور مقام و مرتبہ ہے بلکہ ان دشمنوں نے دین کے ہر دشمن کے ہاتھ میں ایک خنجر تھما دیا تھا کہ وہ اہل بیت کے نام سے اپنی غلط سوچ اور ضلالت کو پھیلاتا اور رواج دیتا تھا سبائی فرقہ نے یہی نام استعمال کیا۔ قرامطہ، باطنیہ، اسماعیلی، حشیش والے عسیدی، بہائی، صفوی یہ تمام فرقے اہل بیت کی محبت کے نام لیوا

تھے۔ انہی کے نام سے خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ شہر ویران ہوئے اور قبائل ٹکڑوں میں بٹے، اور عقائد برباد ہوئے۔

(مشاہد من التاريخ)

(۵) رافضی عقائد والوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلوک

اہل بیت کے ائمہ کے دور خلافت میں شیعوں کے تین فرقے تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:

(۱)..... فرقہ غالب تھا، انہوں نے رافضیوں کے عقائد پر اپنی بنیاد رکھی تھی جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شیعہ بدعات پیدا ہوئیں تو انہوں نے ان کا رد کیا۔ غالب فرقہ کو آگ میں جلایا۔ ہوا یوں کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کندہ کے دروازہ سے باہر نکلے تو کچھ لوگوں نے آپ کو سجدہ کیا پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا، تم اللہ ہو، آپ نے تین دن میں ان کے لیے اجازت دی کہ توبہ کر لیں انہوں نے توبہ نہ کی تو آپ نے تیسرے دن یہ حکم دیا کہ کھایاں کھودی جائیں کھود کر ان میں آگ جلائی اور انہیں اس میں پھینک دیا۔ انہوں نے الٹا اثر لیا کہنے لگے اب تو ہمارے یقین میں اور اضافہ ہوا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ”اللہ“ ہیں آگ کا عذاب رب ہی دیتا ہے بعض آگ میں یہ آیت گنگناتے ہوئے لپک رہے تھے۔

﴿وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى﴾ (طہ: ۸۴)

”اور میں نے جلدی کی تیری طرف میرے رب تاکہ تو راضی ہو جائے۔“

(۲)..... فرقہ سبّا تھا۔ جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر سب و شتم کرتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے بڑے کو پکڑ کر قتل کرنے کے لیے طلب کیا تو فرقیسیا کی طرف فرار ہو گیا۔ اس کے بارے میں اس کے امیر سے بات کی مگر اس نے تعاون نہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے امراء سے نرم سلوک کرتے تھے کیونکہ آپ کی خلافت میں وہ استحکام نہ تھا کہ ان پر ہاتھ ڈالتے اور یہ امر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سارے احکام کی پابندی نہ کرتے تھے۔

(۳)..... فرقہ تھا (مفضلہ) ان کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ جو بھی شخص میرے پاس لایا جائے وہ مجھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر برتری دے گا میں اسے جھوٹ کی حد جتنے کوڑے ماروں گا۔ اسی ۸۰ سندوں سے زیادہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سے بہترین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(مجموع الفتاوی: ۱۸۵-۳۵)

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ موقف تھا جو کہ ان کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں تھا۔ اور اسی میں انہوں نے غالی شیعوں سے یہ برتاؤ کیا تھا جو اوپر بیان ہوا ہے زمانہ اپنی گردش میں رواں دواں ہے لہذا یہی موقف ان کے دور حکومت کی انتہاء میں تھا۔ آپ اپنے کو فی شیعہ پیروکاروں کے موقف سے اعلان بیزاری کرتے ہیں اور ان کے خلاف بددعا کرتے ہیں آئندہ آرہا ہے، ان شاء اللہ۔ ائمہ نے اپنے شیعوں اور ان کے عقائد اور سلوک سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ اور ان کے متعلق یہ تاثرات دیے ہیں۔ یہ عہد شکن، دھوکے باز، حماقت کا سراپا، نفاق اور ارتداد کا پتلا تھے۔

جب ان کے بارے میں ائمہ کے یہ اقوال، افعال اور خطابات ہیں تو اب کونسا موقف کونسا مرحلہ کونسا زمان اور مکان ہے

جس میں ان ائمہ اطہار نے اپنے شیعہ پر فخر کیا ہے اور آخری چھپنے والے امام کو لائق افتخار قرار دیا ہے معاملہ تو اس کے برعکس ہے۔

(۶) تشیع فارسی کی اہم تالیفات اور سربر آوردہ علما کا ذکر

(۱)..... کتب اربعہ، چار کتابیں یہ امامیہ اثنا عشری شیعوں کے بنیادی مراجع ہیں ان کے اصول و فروغ کے لیے یہ قابل اعتماد ذخیرہ ہیں یہ درج ذیل کتابیں ہیں:

الکافی۔ اس کا مؤلف ابو جعفر محمد یعقوب بن اسحاق کلینی ہے۔ متوفی: ۳۲۸ھ اس نے اسے (۲۰) برس میں تالیف کیا۔

(۲)..... التہذیب ہے۔

(۳)..... الاستبصار ہے۔ یہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی جس کا لقب شیخ الطائفہ ہے کی تالیف ہیں متوفی: ۴۶۰ھ اس کی کتابیں التبیان، الغیۃ، امالی، رجال الطوسی بھی ہیں۔

(۴)..... فقیہ من لا یحضرہ الفقیہ ہے۔ یہ ابو جعفر بن بابویہ قمی کی تالیف ہے جس کا لقب صدوق ہے۔ متوفی: ۳۲۹ھ علاوہ ازیں اس کی کتابیں، امالی الصدوق، علل الشرائع، اکمال الدین و تمام النعمۃ، عیون اخبار الرضا، صفات الشیعہ اور فضائل شیعہ ہیں۔ کافی کتاب ثقہ ترین ہے اور کتب اربعہ میں سے سب سے زیادہ جلیل القدر اور قابل اعتماد ہے اس کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب کافی، سب سے زیادہ قدیم، عظیم اور حسین اور پختہ کتاب ہے یہ اصول سے تیار کی گئی ہے۔

فروع میں روضہ ہے ان کی تصدیق صاحب مراجعات، عبدالحسین شرف الدین موسوی نے کی ہے۔ رقم (۱۱۰) اس پر محمد صادق صدر کی توثیق بھی ہے۔ (کتاب شیعہ، امامیہ: ۱۲۷، ۱۲۸)

امامیہ کے سربر آوردہ علما

(۱)..... ابو جعفر صفار، متوفی: ۲۹۰ھ اس کی اہم ترین تالیف بصائر درجات الکبریٰ ہے۔

(۲)..... سعد اشعری قمی، متوفی: ۲۹۹ھ اس کی اہم تالیف، المقالات والفرق ہے۔

(۳)..... ابو حسن علی ابراہیم قمی، متوفی: ۳۰۷ھ، یہ کلینی کا شیخ ہے اس کی اہم تالیف تفسیر قمی ہے۔

(۴)..... محمد بن عیاش سمرقندی، متوفی: ۳۲۰ھ یہ محدث کے نام سے مشہور ہے اس کی اہم تالیف تفسیر عیاشی ہے۔

(۵)..... ابو عمرو کثی، متوفی: ۳۵۰ھ اس کی اہم تالیف معرفۃ اخبار الرجال یا معرفۃ الناقلین عن ائمہ الصادقین ہے جو رجال کثی کے نام سے مشہور ہے۔

(۶)..... حسن نوختی یہ چوتھی صدی کے اوائل میں فوت ہوا۔ یہ شیعہ کا چوٹی کا عالم ہے اس کی اہم تالیف فرق الشیعہ ہے۔

(۷)..... ابو عبد اللہ نعمان، اس کا لقب مفید ہے، متوفی: ۴۱۳ھ اس کی اہم تالیفات الارشاد، اوائل مقالات اور صحیح الاعتقاد ہے۔

شرح عقائد الصدوق ہے۔

(۸)..... ابو منصور احمد بن علی طبرسی ہے، متوفی: ۵۲۸ھ اس کی اہم تالیف الاحتجاج ہے

(۹)..... زین الدین عاملی ہے متوفی: ۹۶۵ھ اس کی اہم تالیف الصراط المستقیم الی مستحق التقدیم ہے۔

(۱۰).....یثیم بحرانی ہے، متوفی: ۶۹۹ھ اس کی اہم تالیف شرح نوح البلاغہ ہے۔

(۱۱).....محمد مرتضیٰ کاشانی ہے جس کا لقب الفیض الکاشانی ہے۔ متوفی: ۱۰۹۱ھ، اس کی دو مشہور تفاسیر الصافی اور الوافی ہیں۔

(۱۲).....محمد حسن الحر عاملی ہے۔ متوفی: ۱۱۰۴ھ اس کی اہم تالیف الايقاظ من البحجة فی اثبات الرجعة، تحریر ومسائل شیعہ اور اہل الاہل ہے۔

(۱۳).....ہاشم بحرانی ہے۔ متوفی: ۱۱۰۷ھ اس کی اہم تالیف البرہان فی تفسیر القرآن ہے۔

(۱۴).....محمد باقر مجلسی ہے۔ متوفی: ۱۱۱۱ھ، اس کا لقب شیخ الاسلام ہے یہ صفوی حکومت کا مفتی تھا۔ اس کی اہم تالیف بحار الانوار الجامعة لدرر الائمة الاطہار، مرآة العقول، شرح الکافی اور حق الیقین ہے۔

(۱۵).....نعت اللہ الجزائری، متوفی: ۱۱۱۲ھ ہے اس کی اہم تالیفات الانوار النعمانیہ اور شرح التہذیب اور حواشی الاستبصار ہیں۔

(۱۶).....ابوالحسن عاملی ہے، متوفی: ۱۱۴۰ھ اس کی اہم تالیفات، تفسیر مرآة الانوار اور مشکوٰۃ الاسرار ہے۔

(۱۷).....یوسف عصفور البحرانی ہے، متوفی: ۱۱۸۶ھ اس کی اہم تالیفات لؤلؤة البحرین، الدرر النجفیہ، الحدائق الناضرہ، الشہاب الثاقب فی بیان معنی الناصب۔

(۱۸).....مرزا حسین نوری طبرسی اس کا لقب خاتمہ المحدثین ہے، متوفی: ۱۳۲۰ھ اس کی اہم تالیفات، فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الالباب اور مستدرک الوسائل ہیں۔

(۱۹).....عدنان بحرانی ہے، متوفی: ۱۳۴۸ھ اس کی اہم تالیف مشارق الشموس الدریہ ہے۔

(۲۰).....عبداللہ مامقانی ہے، متوفی: ۱۳۵۱ھ۔ امامیہ کے نزدیک یہ جرح وتعدیل کا امام ہے اس کی اہم تالیف تنقیح المقال فی علم الرجال ہے۔

(۲۱).....محسن امین عاملی ہے، متوفی: ۱۳۷۱ھ اس کی اہم تالیف اعیان الشیعہ ہے۔

(۲۲).....محمد حسین آل کاشف الغطاء، متوفی: ۱۳۷۳ھ اس کی اہم تالیف اصل الشیعہ واصولہا ہے۔

(۲۳).....آغا باندک طہرانی، متوفی: ۱۳۸۹ھ اس کی اہم تالیفات الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، اور طبقات اعلام الشیعہ، شرح دعا صنی قریش۔

(۲۴).....روح اللہ موسوی خمینی، متوفی: ۱۴۰۹ھ اس کی اہم تالیفات تحریر الوسیلہ، الحکومت الاسلامیہ، کشف الاسرار، مصباح الہدایہ الی الخلافۃ والولایہ۔

(۲۵).....ابوالقاسم الخوئی ہے، متوفی: ۱۴۱۳ھ اس کی اہم تالیف البیان فی تفسیر القرآن ہے۔

(۲۵).....کلینی، صدوق، طوسی اور مفید بہائیہ کے زمانہ کے سربراہ و درجہ علما میں شمار ہوتے ہیں۔ نصیر طوسی، حسن یوسف الحلی یہ مغلوں کے زمانہ کے نامور علما ہیں۔ محمد باقر مجلسی، علی کرکی، اردبیلی، محمد امین استرآبادی، حسین عبدالصمد عاملی اور محمد بہاء عاملی یہ صفوی حکومت کے زمانہ کے نامور علما میں شمار ہوتے ہیں۔

بحث: ۵

امامت، ولایت اور ائمہ کی تقدیس کے بیان میں ہے

قرآن کریم نے خود کو دین اسلام کا واحد مرجع اور اصول قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَكُذِّبْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّلْحُكْمِ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝﴾ (النحل: ۸۹)

”اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر چیز کی وضاحت کرتی ہے، ہدایت ہے اور رحمت ہے اور مسلمانوں کے لیے خوشخبری ہے۔“

اس کے بعد سنت نبویہ ہے جو کہ قرآن کو بیان کرتی ہے اور اس کی تفصیل بتاتی ہے جیسا کہ نماز کی کیفیت، حج اور زکوٰۃ کے اندازوں کی تفصیل حدیث بتاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ۝﴾ (النحل: ۴۴)

”اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ لوگوں کے لیے تم بیان کرو جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔“

یعنی نبی ﷺ دین بیان کریں جو سب لوگوں کے لیے ہو صرف ایک گروہ اور فرد کے لیے ہی نہ ہو۔ سب کے لیے ہے حتیٰ کہ نبی ﷺ کے اہل بیت کے لیے بھی وہی دین ہے۔

حضرت ابو جحیفہ سوانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ تمہارے پاس کوئی خاص کتاب ہے۔ کہا نہیں صرف اللہ کی کتاب یا فہم و فراست ہے جو ایک مسلمان آدمی کو حاصل ہوتی ہے یا پھر وہ چیز ہے جو اس صحیفہ میں ہے میں نے عرض کی اس صحیفہ میں کیا ہے کہا قتل کی دیت، قیدی کو آزاد کرنا اور یہ اس میں لکھا ہے مسلمان کو کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے۔

(بخاری: ۱۱۱)

رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی ہی تب تھی جب دین کی تکمیل کا واضح اعلان ہو چکا تھا۔ ارشاد باری ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَانْتَبْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۝﴾ (المائدة: ۳)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔“

اللہ جل جلالہ کا فرمان حق ہے:

﴿وَمَنْ يُبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝﴾ (آل عمران: ۸۵)

”جس نے اسلام کے علاوہ دین تلاش کیا پس اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں

میں سے ہے۔“

رسول اکرم ﷺ اپنی امت کو اس فرمان کے ساتھ الوداع فرماتے ہیں کہ:

”میں تمہیں ایک ایسی روشنی پر چھوڑ رہا ہوں جس کی رات بھی اس کے دن کی مانند روشن ہے اس سے میرے بعد جو بھی کچی اختیار کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ تم جو میری سنت کی پہچان رکھتے ہو اسے لازم پکڑو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو اور اسے مضبوط پکڑو۔ امیر کی اطاعت کرو اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو۔“ (صحیح الجامع: ۴۳۶۹ البانی)

رسول اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوا، اور نبوت ختم ہوئی، ارشاد باری ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ جِبَالِكُمْ وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۴۰)

”محمد ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں وہ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں۔“

معصوم ہونا نبی ﷺ کا خاصہ تھا آپ کے دنیا سے جانے کے بعد عصمت بھی اٹھ گئی۔ یہی ایک زبان تھی جو وحی ترجمان تھی ارشاد باری ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (۵۳/ النجم: ۴-۳)

”آپ خواہش سے نہیں بولتے یہ صرف آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔“

نظر آنے والے معجزات باقی ہیں اور قرآن پاک محفوظ اور اسی طرح تروتازہ ہے جیسا کہ نازل ہوا تھا۔ ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (۱۵/ الحجر: ۹)

”بے شک ہم نے ذکر اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

یہی ایک قرآن ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی قرآن نہیں۔

اللہ ہی کی ذات گرامی ہے کہ جو عالم الغیب ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَعِنْدَكَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ط﴾ (۶/ الانعام: ۵۹)

”اس کے پاس ہی غیب ہے اسے صرف وہی جانتا ہے۔“

اس کا ارشاد گرامی ہے:

﴿عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۚ إِلَّا مَن ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا﴾ (۷۲/ الجن: ۲۶-۲۷)

”غیب کو جاننے والا ہے۔ وہ غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ مگر رسولوں میں سے جس کو پسند کرتا ہے اس پر ظاہر کرتا ہے

بے شک اس کے سامنے اور پیچھے نگرانی والا چلتا ہے۔“

اب رسول اللہ کا کلمہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی اور کے لیے نہیں بولا جاسکتا۔

(۲) امامت کی تقدیس جمہور امت کے نزدیک اور امامیہ کے نزدیک

جمہور مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور اکثر اہل سنت نے بھی اسے ہی پسند کیا ہے اور مسلمانوں کے ائمہ کا بھی یہی نظریہ ہے کہ جن کی بیعت کی گئی یا انہیں امامت ملی وہ سب ائمہ تھے۔ انہیں تعداد میں منحصر کرنا اور انہی انحصار شدہ ائمہ کو امام قرار دینا اور دوسروں کی امامت کو باطل قرار دینا درست نہیں۔ (مسئلة التقريب: ۱۱۴-۱)

جمہور کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ امامت کا مسئلہ دین کے اصول میں سے نہیں سنت کا اصول یہ ہے کہ جماعت کو لازم پکڑا جائے فرقہ پروری کو ترک کیا جائے اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (۳/ آل عمران: ۱۰۳)

”اللہ کی رسی کو اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑو، تفرقہ نہ کرو۔“

رسول اکرم ﷺ نے احتیاط کا حکم دیا ہے۔ اس کی زد میں آنے سے ڈریں۔

((مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شَبِيرًا فَمَاتَ إِلَّا مَاتَ مَيِّتَةً جَاهِلِيَّةً)) (بخاری ۷۰۵۴)

”جو جماعت سے ایک بالشت جدا ہوا اور مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔“

امامیہ شیعہ کے نزدیک امامت کا نظریہ

ایک اہم شیعہ محمد حسین آل کاشف الغطاء امامت کے عقیدہ کی تعریف میں کہتا ہے شیعوں کے نزدیک امامت ایک نبوت کی مانند الہی منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں میں سے جسے چاہے نبوت و رسالت کے لیے چن لیتا ہے اور معجزات کے ذریعہ اس کی تائید کرتا ہے اسی طرح وہ امامت کے لیے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ اور امام کے متعلق اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ وہ لوگوں کو بتائے کہ میرے بعد یہ امام ہوگا۔ (اصل الشیعة واصولها: ۵۸)

کلینی بیان کرتا ہے کہ ولایت اسلام کا رکن ہے ایک قول امام باقر کی طرف منسوب ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور ولایت ہے۔ غدیر کے دن جتنا آپ نے ولایت پر زور دیا اور کسی چیز پر نہیں دیا۔

(اصول کافی۔ باب فی دعائم الاسلام: ۲۰-۲)

شہادت توحید و رسالت مسلمانوں کے نزدیک ارکان اسلام میں شامل ہے ولایت بھی یہی درجہ رکھتی ہے زرارہ راوی نے امام باقر سے پوچھا کہ توحید و رسالت کی شہادت افضل ہے یا ولایت کی شہادت افضل ہے۔ تو انہوں نے کہا ولایت کی شہادت افضل ہے۔ (حوالہ مذکور ۱۸-۲) انہوں نے حج اور روزہ ارکان اسلام سے حذف کر دیا ہے امام صادق سے منقول ہے۔ اسلام کی بنیاد ان چیزوں پر ہے، نماز، زکوٰۃ اور ولایت ان تینوں کو لازماً ماننا پڑتا ہے۔ (حوالہ مذکور)

حتیٰ کہ صرف ولایت پر ایمان لانا لازمی قرار دیا ہے۔ امام صادق سے بیان کیا جاتا ہے کہ ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے

ہر نبی ﷺ اسی کے ساتھ مبعوث ہوا ہے۔ (البصائر الدرجات: ۹-۲، ۱۰-۲؛ کتاب الحجۃ من الکافی: ۴۳۸-۱)

مجلسی کہتا ہے کہ نبی ﷺ کو ولایت علی اور ان کے بعد ائمہ کی ولایت کے ساتھ ہی معراج کرائی گئی تھی اور اتنی دیگر فرائض کی تاکید نہ ہوئی تھی جتنی کہ ولایت کی تاکید ہوئی تھی۔ (بحار الانوار: ۱۹۶-۲۷)

یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ولایت آسمان والوں اور زمین والوں پر پیش کی بعض نے اقرار کیا اور بعض نے انکار کیا حضرت یونس علیہ السلام نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں بند کر دیا جب اقرار کیا تو توبہ نکالا۔ (بصائر الدرجات: ۱۰-۲۱ الشیخہ والسنہ: ۵۲)

مٹی کہتا ہے، جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا انکار کیا اس نے گویا تمام انبیاء کی نبوت کا انکار کیا ہے۔

(الاعتقادات: ۱۰۳)

یوسف بحرانی کہتا ہے یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ اللہ سبحانہ اور اس کے پیغمبروں کا جو انکار کرتا ہے اور جو ائمہ کا انکار کرتا ہے ان کے کفر میں فرق نہیں فرق جو کرتا ہے اس پر حیرت ہے۔ (الحقائق الناضرة: ۱۵۳-۱۸)

مجلسی کہتا ہے اگر ایک بندہ ایک ہزار برس اللہ کی عبادت کرتا ہے اور (۷۲) انبیاء کے برابر عمل کرتا ہے تو اسے تعالیٰ قبول نہ کرے گا حتیٰ کہ اہل بیت کی ولایت کی پہچان کرے۔ اگر نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اسے نتھنوں کے بل دوزخ میں پھینکے گا۔

(بحار الانوار: ۱۹۶-۲۷)

شیخ مفید کہتا ہے کہ امامت کے منکر کے کافر ہونے پر اجماع ہے کہتا ہے کہ امامیہ کا اتفاق ہے کہ کسی امام کی امامت کا انکار اور اللہ کے کسی فریضہ کے انکار کرنے والا دونوں کافر ہیں گمراہ ہیں اور دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے مستحق ہیں۔

(المسائل للمفید بحار: ۳۶۶-۸)

نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ نعمۃ اللہ الجوزری کہتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے۔ امامیہ شیعہ مسلمانوں سے علیحدہ ہیں اسی امامت کے مسئلہ کی وجہ سے ہی یہ تنہا ہیں یہ کہتا ہے ہم اہل سنت سے مل کر نہیں چل سکتے ہم نہ تو الہ میں نہ ہی نبی میں اور نہ ہی امام میں اکٹھے ہیں کیونکہ اہل سنت کہتے ہیں ان کا رب وہ ہے محمد ﷺ جس کے نبی ہیں اور نبی کے خلیفہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں ہم کہتے ہیں ہم اس رب کے قائل نہیں نہ ہی اس نبی کے قائل ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں وہ رب جس کے نبی کا خلیفہ ابو بکر ہے وہ ہمارا رب نہیں اور نہ ہی یہ نبی ہمارا نبی ہے۔ (الانوار النعمانیہ: ۲۷۹-۲)

ہم نے پہلے یہ لکھا ہے کہ امامیہ کے اہم مراجع اور ثبوت یہ بتاتے ہیں کہ عبد اللہ بن سبا یہودی وہ پہلا شخص ہے جس نے امامت علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ مشہور کیا تھا۔

شیعہ امامت کے مسئلہ کو اصول دین میں سے شمار کرتے ہیں جیسا کہ توحید، نبوت، معاد ہیں اسی طرح یہ امامت بھی دین کی بنیاد ہے یہ امامت کو نبوت سے بھی اعلیٰ شمار کرتے ہیں۔

آیت اللہ عظمیٰ ناصر مکارم شیرازی کہتا ہے امامت کا مرتبہ نبوت اور رسالت سے بلند تر ہے۔ (تفسیر الامثل: ۳۲۴-۱)

حاضری کہتا ہے، امامت کا مقام، نبوت کے مقام سے اوپر ہے۔ (الامامة و قيادة المجتمع: ۲۹)

اسی طرح محمد باقر حکیم کا قول ہے۔ (الامامہ و اهل البيت: ۲۲)

یہی وجہ ہے کہ شیعوں کی بنیادی کتابوں میں نبی ﷺ سے بہت کم روایات لاتے ہیں اور امام سے بہت زیادہ روایات بیان کرتے ہیں بلکہ اس کی جگہ ائمہ ہی کی روایات لاتے ہیں۔ ڈاکٹر علی شریعتی نے بیان کیا ہے صفوی شیعوں کے عقائد میں امامت بھی شامل ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے یہ انسان سے بلند تر کی دنیا کا ہوتا ہے۔ یہ تقرب الہی کا واحد وسیلہ ہے اللہ کی بارگاہ میں اس کے ذریعہ وسیلہ پکڑا جاتا ہے اور اس کی طرف سفارش حاصل کی جاتی ہے یہ بارہ ہیں یہ چھوٹے معبودوں کے دور میں کھیل کود کرتے ہیں لیکن آسمان کے معبود اکبر کے گرد گھومتے ہیں۔ (التشیع العلوی والتشیع الصفوی: ۳۰۹)

ان کا یہ عقیدہ زردشت کے عقیدہ کے مشابہ ہے یہ پرانے فارسی دین کی بنیاد ہے اس دین کے ماننے والے دو معبود مانتے ہیں۔ (۱) خیر (۲) شر: اندھیرے کو شر کا الہ قرار دیتے ہیں اور آگ کو خیر کا الہ قرار دیتے ہیں اور اسی وجہ سے آگ کی تقدیس کرتے ہیں یہ کہانت والوں کو زمین پر اللہ کا سایہ قرار دیتے ہیں اور بادشاہ کو الہ کے تصور سے دیکھتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کو بھی اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔ (المرتضیٰ: ۲۸۳) استاد احمد کا تب جو کہ شیعہ کا اس دور میں نمائندہ ہے وہ کہتا ہے۔

طویل گفتگو اور مباحثہ کے بعد کہتا ہے میں اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ امامت الہیہ سے ائمہ کرام بری ہیں یہ غالی شیعوں نے تالیف کی ہے اور ان متکلمین نے پیدا کی ہے جو اپنے ماحول میں لپٹے ہوئے تھے اس کی بنیاد شریعت متین پر قائم نہیں یہی وجہ ہے یہ چیلنجر کے سامنے نہیں ٹھہر سکی یہ بندراہ میں پہنچ چکی ہے اور یہ ختم ہو چکی ہے۔ (التشیع السیاسی والتشیع الدینی: ۱۹)

(۳) تشیع فارسی ائمہ کی تقدیس میں غلو کرتے ہیں

ضمینی کہتا ہے امام ایک مقام محمود رکھتا ہے اور بلند درجہ رکھتا ہے اور امام کی خلافت تکونی ہے اس کی ولایت کے سامنے ہر چیز سرنگوں ہوتی ہے اور اس کی ولایت کائنات کے ہر ذرہ پر چھائی ہے ہمارے مذہب کی ضروریات میں یہ چیز داخل ہے کہ ہمارے ائمہ کا مقام یہ ہے کہ اس تک مقرب فرشتہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی مرسل نبی پہنچ سکتا ہے۔ (الحکومة الاسلامیہ: ۵۲)

مزید کہتا ہے ائمہ کی تعلیم، قرآن پاک کی تعلیمات کی مانند ہے یہ کسی ایک دوسرے کے ساتھ خاص نہیں ہے یہ ہر عصر و مصر کے لیے ہے اور روز قیامت تک اس کا نفاذ کرنا اور اس کی اتباع کرنا واجب ہے۔ (الحکومة الاسلامیہ: ۱۱۳)

یہ مذہب کے فقہاء کے بارے میں غلو کرتے ہوئے کہتا ہے یہ ائمہ ہی صرف معصوم قرار نہیں دیتے یہ کہتا ہے فقیر جو کہ شیعہ رافضی ہے وہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ پر ہے۔ (الحکومة الاسلامیہ: ۹۵)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں غلو کرتے ہیں کہتا ہے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی وفات کے بعد (۷۵) دن زندہ رہیں جو کہ انہوں نے غم و اندوہ میں گزار دیے جبریل امین ان کے پاس تعزیت کے لیے آتے رہے۔ اور ایسے واقعات ان تک پہنچائے جو مستقبل میں رونما ہونے والے تھے۔ امام علی رضی اللہ عنہ وہ امور تحریر کر لیتے تھے اور یہ احتمال ہے کہ ایران کے قضا یا جات انہی امور میں سے ہیں جو سیدہ کی طرف نقل کیے گئے تھے۔ (میلاد الزہراء میں خطاب: ۲-۳-۱۹۸۶ء)

بقول ضمیمی، نبی ﷺ کی وفات کے بعد اترنے والی وحی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ لکھا کرتے تھے۔

شیخ مفید کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مناجات کی تھی یہ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے طائف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی کی اور درمیان میں جبریل اترتے تھے۔ (الاختصاص: ۳۲۲)

اور ائمہ پر نزول وحی کی کیفیت بیان کرتا ہے میں نے ابو عبد اللہ سے سنا، وہ کہتے ہیں ہم میں سے بعض ایسے ہیں اس کے کان میں نکتہ ڈالا جاتا ہے اور ہم میں سے بعض کے پاس وحی خواب میں آتی ہے اور ہم میں سے بعض گھٹی کی مانند آواز سنتا ہے اور ہم سے بعض کے پاس جبریل اور میکائیل سے بھی بڑی صورت میں وحی آتی ہے۔ (بصائر الدرجات: ب ۷؛ السنة والشیعہ: ۶۳)

مجلسی اور عیاشی امام صادق سے بیان کرتا ہے۔ پھر ہمیں لایا جاتا ہے ہم اپنے رب کے عرش پر بیٹھ جاتے ہیں۔

(بحار الانوار: ۴۷-۸؛ تفسیر العیاشی: ۳۱۲-۲)

فارسی تشیع کے عقائد نے عجیب گردش کھائی ہے کہ ایک معصوم امام کو جو کہ انسان ہے۔ اسے غیب قرار دیا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جو غائب ہے اس کی اقتدا کرنا ناممکن ہے اور اسے معصوم بھی قرار دیتے ہیں۔ علی شریعتی کہتا ہے۔ تشیع صفوی میں امام ذاتی طور پر معصوم ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ معصوم امام گناہوں کا ارتکاب کرتا ہی نہیں ان کا ارتکاب کرنا اس کے بس میں نہیں اس کی عملی تربیت ہی اس انداز پر ہوتی ہے اور لوگوں کے بس کی بات نہیں کہ ایسے شخص کی اقتداء کر سکیں جو ذات میں ان سے مختلف ہے۔

تشیع صفوی نے ائمہ کو کائنات مجرّد سے اور موجودات فیزیقیہ سے قرار دیا ہے اور ایک خاص آب و گل سے ان کی تخلیق قرار دیا ہے اور پھر اس کا نتیجہ ہے کہ یہ امامت کا اعتقاد اسی طرح معصوم قرار دیتے ہیں اور ان معصوم ائمہ کا طرز عمل بھی معصوم ہے اس کی اقتدا واجب ہے اگرچہ ان جیسی اقتدا ممکن نہیں۔ (التشیع العلوی والتشیع الصفوی: ۲۵۱)

(۴) امامیہ شیعہ کے قابل اعتماد مراجع کا ذکر

ائمہ کے بارے میں غلو اور ان کی تقدیس میں امامیہ شیعوں نے جو اختیار کی ہے ہم اسے درج ذیل بیان کرتے ہیں۔

(۱)..... الکافی کتاب میں یہ فہرست ہے، یہ باب اس بارے میں ہے کہ ائمہ جانتے ہیں یہ کب فوت ہوں گے اور یہ اپنے اختیار سے فوت ہوتے ہیں۔ (۲) باب اس بارے میں ہے کہ ائمہ اللہ کے علم کے خازن ہیں۔ (۳) باب اس بارے میں ہے کہ ائمہ جو ہو چکا ہے وہ بھی جانتے ہیں اور جو ہونا ہے وہ بھی جانتے ہیں ان پر کوئی چیز مخفی نہیں (۴) یہ باب اس بارے میں ہے کہ لوگوں کے اعمال ائمہ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ (۵) یہ باب اس بارے میں ہے کہ انبیاء اور فرشتوں کا علم ائمہ جانتے ہیں۔

(۲)..... بحار الانوار میں درج ذیل عنوان باندھے گئے ہیں۔

(۱) یہ باب اس بارے میں ہے کہ ائمہ انبیاء سے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں۔ (۲) یہ باب ہے کہ ائمہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہیں، پیدائشی اندھے، برص والے کو شفا دیتے ہیں اور تمام انبیاء کے معجزات پر قادر ہیں (۳) یہ باب اس بارے میں ہے کہ انبیاء بھی ائمہ کی سفارش طلب کرتے ہیں۔ (۴) جو دلوں میں پوشیدہ ہے ائمہ وہ بھی جانتے ہیں۔ انہیں موت اور مصائب کے آنے کا علم ہوتا ہے انہیں فیصلہ کن خطاب دیا جاتا ہے اور یہ بچوں کی ولادت بھی جانتے ہیں (۵) یہ باب اس بارے میں ہے کہ ائمہ کے اسمائے گرامی عرش اور کرسی پر تحریر ہوئے ہیں۔

(۳).....کامل الزیارات، کتاب میں درج ذیل عنوان ہیں۔

(۱) یہ باب اس بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کرتا ہے (۲) یہ باب اس بارے میں ہے کہ جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کی گویا کہ اس نے عرش پر اللہ کی زیارت کی ہے (۳) یہ باب اس بارے میں ہے کہ انبیاء اور فرشتے ہر جمعہ کو حضرت حسین کی زیارت کرتے ہیں۔

(۴).....امامیہ شیعوں کی ائمہ کے بارے میں شعروں میں مبالغہ آرائی:

امامیہ شیعوں کے پرانے اور نئے شعراء عقائد کے بارے میں غلو کا ارتکاب کرتے ہیں۔ درج ذیل میں ہم ان کے شعری دیوان سے عبارت نقل کرتے ہیں۔ ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی میں یہاں تک غلو کیا ہے کہ خالق کے ساتھ ملا دیا ہے۔ مجتہد، آیۃ اللہ عبدالحسین بن شیخ ابراہیم عالمی کہتا ہے:

أَبَا الْحَسَنِ أَنْتَ عَيْنُ الْإِلَهِ
وَعُنْوَانُ قُدْرَتِهِ السَّامِيَّةُ
اے ابو حسن! تم عین الہ ہو، اور الہ کی بلند قدرت کا عنوان ہو۔
وَأَنْتَ الْمُحِيطُ بِعِلْمِ الْغُيُوبِ
فَهَلْ عَنْكَ تَعَزُّبٌ مِنْ خَافِيَةٍ
تم علم الغیب کا احاطہ کرنے والے ہو، تم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔
وَأَنْتَ مُدِيرُ رَحَى الْكَائِنَاتِ
وَعِلَّةُ إِيجَادِهَا الْبَاقِيَّةِ
تم کائنات کی چکی گھما رہے ہو، اور کائنات کی ایجاد کی علت ہو۔
لَكَ الْأَمْرُ إِنْ شِئْتَ تُنْجِي غَدَا
وَإِنْ شِئْتَ تَسْفَعُ بِالنَّاصِيَةِ
معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے اگر چاہو تو تم کل کونجات دلا دو اگر
چاہو تو پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹ لو۔

(دیوان حسین: ۴۸- ۱؛ مسئلۃ التقریب: ۷۴-۲)

علی بن سلیمان مزیدی کہتا ہے:

أَبَا حَسَنِ أَنْتَ زَوْجُ الْبُتُولِ
وَ جَنْبُ الْإِلَهِ وَ نَفْسِ الرَّسُولِ
اے ابو حسن! تم فاطمہ بتول کے خاوند ہو معبود کا پہلو ہو، اور ذات رسول ہو،

دَعَاكَ النَّبِيُّ بِيَوْمِ الْكَذِيرِ
وَنَصَّ عَلَيْكَ بِأَمْرِ الْعُدِيرِ
نبی ﷺ نے آپ کو پریشانی کے دن بلایا۔ اور غدیر کا معاملہ آپ کے سپرد کیا۔
إِلَيْكَ تَصِيرُ جَمِيعُ الْأُمُورِ
وَأَنْتَ الْعَلِيمُ بِذَاتِ الصُّدُورِ
تمام معاملات آپ کی طرف لوٹتے ہیں، اور تم سینہ کی باتوں سے آگاہ ہو۔
وَأَنْتَ السَّمِيعُ وَأَنْتَ الْبَصِيرُ
وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
تم ہی سننے والے ہو، اور تم ہی دیکھنے والے ہو، اور تم ہی ہر چیز پر قادر ہو۔

نعوذ باللہ یہ وہ شرک اکبر ہے جو یہود و نصاریٰ میں پایا جاتا تھا۔ قرآن پاک میں آتا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عَزِيزُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ط ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهَوْنَ
قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ط قَاتِلْهُمْ اللَّهُ زَأْنِي يُؤَفِّكُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ
دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ط وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا
يُشْرِكُونَ ۝﴾ (۹/التوبة: ۳۰-۳۱)

”یہودیوں نے کہا، عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں یہ بات ان لوگوں کے مشابہ ہوئی جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا ہے اللہ انہیں برباد کرے یہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے علما اور راہبوں کو اللہ کے سوارب بنالیا۔ اور مسیح ابن مریم کو بھی رب بنادیا۔ نہیں وہ حکم دیے گئے مگر تاکہ وہ عبادت کریں ایک ہی معبود کی نہیں کوئی معبود مگر وہی پاک ہے اس چیز سے جو یہ شرک کرتے ہیں۔“

(۶) ائمہ کے اوصاف میں مبالغہ آرائی

امامیہ شیعہ کے بڑے بڑے مراجع نے جیسا کہ کلینی، اور قمی اور حر عاملی ہے انہوں نے ائمہ کے ایسے اوصاف اور خصائص بیان کیے ہیں جو معجزات ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ امام اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک وہ بعد والے کے لیے وصیت نہیں لیتا۔ اور علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے بعد امامت ان کی ہی نسل در نسل میں آتی رہے گی۔ (اصول الکافی، کتاب الحجۃ: ۲۷۷-۱) اور امامت ائمہ کی اولاد میں سے بڑے کو ملے گی اور امام کو غسل امام ہی دے گا دوسرا نہ دے گا۔ (حوالہ مذکور: ۲۸۴-۱) اور امام نبی ﷺ کی زہر پہنے گا اور نبی ﷺ والا اسلحہ اس کے پاس ہوگا۔ جو کہ بنو اسرائیل کے تابوت کی مانند ہے۔ (حوالہ مذکور ۲۸۴-۱) ان کے علاوہ بھی اوصاف بیان کرتے ہیں جو دوسرے کسی امام میں نہیں پائے جاتے اور نہ ہی ان ائمہ کی نسل میں یہ وصیت

ہے نہ ہی عصمت ہے نہ ہی غسل دینا ہے نہ ہی وراثت ہے اور نہ ہی نسل در نسل ان کی بڑھائی پائی جاتی ہے، تاریخ اس کا انکار کرتی ہے اور ان خیالات کی تردید کرتی ہے۔

جب امام علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی تو انہوں نے ائمہ کی عصمت کی نفی کر دی۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرتے ہیں جو کہ جماعت کے سال کے نام سے مشہور ہے تو انہوں نے ائمہ کی عصمت کی نفی کر دی ہے۔

اور جس وقت حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے اسماعیل رضی اللہ عنہ جب ان کی زندگی میں وفات پا گئے تو امامت کا نظریہ سرنگوں ہو گیا کہ ایک امام کے بعد اس کا بڑا بیٹا امامت پر فائز ہوتا ہے ان کی موت نے امامت اور خلافت کے تسلسل کو منقطع کر دیا ان کی موت نے یہ بات واضح کر دی کہ اس کا تعین اللہ کی طرف سے نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو بیٹا باپ سے پہلے فوت نہ ہوتا۔

(تطور الفكر السياسي الشيعي: ۱۲۷)

امام رضا نے اپنے باپ موسیٰ کاظم کی وفات کے بعد انہیں غسل نہ دیا تھا۔ کیونکہ موسیٰ کاظم بغداد میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے جب کہ امام رضا اس وقت مدینہ منورہ میں تھے۔

اور امام رضا خراسان میں فوت ہوئے اور مشہد میں دفن ہوئے۔ اور پیچھے بیٹا محمد جواد چھوڑا جن کی عمر سات برس تھی ظاہر ہے اتنی چھوٹی عمر کے بچے کو اللہ تعالیٰ امت کی قیادت نہیں سونپتا۔ ان تمام تناقضات نے امامیہ کو مجبور کر دیا ہے۔ فلسفہ کی جانب اور ایسے نظریات کی جانب جو عقل و نقل کے خلاف ہیں رجوع کریں استاد احمد کا تب کہتا ہے۔

شیعہ ان تناقضات کی بدولت، فرقوں اور گروہوں کی نظر ہو گئے ہیں اس پر سب متفق ہیں کہ سب اختیارات ائمہ کے پاس ہیں تاہم یہ (۳۰۰) فرقوں میں بٹ گئے ہیں زیدیہ، امامیہ، اسماعیلیہ، دروزیہ، قرامطہ، شیخیہ، علویہ، اخباریہ، اصولیہ وغیرہ۔ ان سب میں نمایاں تر امامیہ شیعہ ہیں جو جعفریہ مذہب کی طرف منسوب ہیں جو کہ امام جعفر صادق کی طرف منسوب ہے۔ یہ نسبت بھی وہی ہے تحقیق میں اتریں تو یہ نسبت ثابت نہیں ہے۔

(تطور الفكر السياسي الشيعي، الشيعة و لتشيع: ۲۸۳؛ اسطورة المذهب الجعفري)

(۷) بارہ خلفاء والی حدیث پر اعتراض کی تردید

امامیہ شیعہ، امامت کے ثبوت پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ (۱۲) امام ہیں اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ بارہ ائمہ کی خلافت تک اسلام عزیز ہوگا جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔

اس کا جواب ہے کہ یہ حدیث صراحت کر رہی ہے یہ لوگوں پر امرا اور خلفاء ہوں گے ان کی تعداد (۱۲) ہے یہ ائمہ نہیں ہوں گے۔ اور علمائے کرام میں سے کسی نے بھی پختہ بیان نہیں دیا کہ یہ ائمہ ہیں ابن بطل، مہلب سے بیان کرتے ہیں کہ میں جس سے بھی ملا ہوں وہ اس حدیث کے مفہوم کا تعین نہیں کرتا تاہم یہ بات واضح ہے کہ یہ بات عقیدہ کے اصول میں سے نہیں نہ ہی اس کی فروعات میں سے ہے یہ عقیدے کی بنیاد سے خارج ہے۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امامیہ شیعہ کے ائمہ میں سے صرف دو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی خلافت پر متمکن ہوئے ہیں دوسرا کوئی امام بھی خلیفہ نہیں ہوا۔ لہذا شیعہ کے ائمہ پر یہ حدیث منطبق نہیں ہوتی۔

یہ صحافی لکھتا ہے کہ سنی روایات اور شیعہ روایات ائمہ پر صادق نہیں آتیں یہ ائمہ (۱۲) نہیں (۱۱) ہیں وجہ یہ ہے کہ شرعاً اور تاریخی طور پر ثابت ہے کہ امام حسن عسکری رحمہ اللہ کا بیٹا نہ تھا ان کا بیٹا ہوتا تو امام بارہ ہوتے۔ اور احمد کاتب نے لکھا ہے کہ کلینی نے الکافی میں بیان کیا ہے۔ کہ ائمہ کی تعداد (۱۳) ہے۔

(التشیع السیاسی والتشیع الدینی: ۳۹۴-۴۰۰)

پہلے شیعہ (۱۲) ائمہ کے قائل نہ تھے۔ وہ اس میں منقسم ہیں بعض کا موقف ہے ائمہ پانچ ہیں بعض کا موقف ہے سات ہیں۔ ان کے نام نہیں لیے گئے جیسا کہ اس حدیث میں جو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں بارہ منافقوں کے ناموں کا تعین نہیں کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں بارہ منافق ہوں گے وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ ہی وہ جنت کی خوشبو پائیں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے۔ (۲۷۷۹)

بعض تاریخ کے ماہر علمائے کرام نے بارہ ائمہ والی حدیث کا مصداق بیان کیا ہے جس پر لوگوں کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد خلفائے راشدین اور بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفا ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حدیث میں یہ ائمہ مراد لیے گئے ہیں شیعوں کے بارہ ائمہ نہیں۔

(۸) قسم، نذر، دعا اور استغاثہ کے بارے میں ائمہ شیعہ کا بیان

امام صادق رضی اللہ عنہ نے غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے منع کیا ہے انہوں نے اپنے آبا سے بیان کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ جو غیر اللہ کی قسم اٹھاتا ہے اس کی اللہ کے ہاں کچھ حیثیت نہیں۔ اور امام صادق رضی اللہ عنہ نے منع کیا ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے تیری زندگی کی قسم، یا فلاں کی زندگی کی قسم۔

(من لا یحفرہ الفقیہ: ۱۰-۴؛ وسائل الشیعہ: ۲۵۹-۲۳؛ امالی الصدوق: ۳۴۷)

نوری طبرسی بیان کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر اور شرک کیا۔“

(مستدرک الوسائل: ۱۶-۶۵؛ ترمذی سندہ صحیح)

اب نوری طبرسی کی بات دیکھیں اور دوسری طرف شیعہ حضرات کی زبان زد عام یہ نعرہ مشہور ہے۔ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نام کی قسم کھاتے ہیں۔

نذر کے متعلق ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نذر دو قسم کی ہے (۱) جو اللہ کے لیے نذر ہو اسے پورا کیا جائے (۲) جو غیر اللہ کے لیے نذر ہو تو اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ (تہذیب الاحکام: ۳۱۰-۸؛ الاستبصار: ۵۵-۴)

دعا کے بارے میں یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہیں کہ جان لے بیٹے! جس کے ہاتھ میں آسمان اور زمین کے خزانے ہیں اس نے تجھے دعا کا حکم دیا ہے۔ اور پھر اس نے قبولیت کی ذمہ داری کی ہے اور تجھے حکم دیا

ہے تو اس کے سامنے دست سوال دراز کرے تاکہ وہ تجھے عطا سے نوازے اور تو اس سے رحمت طلب کرے اور وہ تجھے رحمت سے ہمکنار کرے اس نے تیرے اور اپنے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں کیا۔ اور نہ ہی تجھے اس بات پر لاچار کیا ہے کہ تو اس کے سامنے سفارشی لائے۔ (نہج البلاغہ: ۴۷-۳)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اے میرے مولا! تو میرا مولیٰ ہے میں تیرا بندہ ہوں اپنے بندے پر اس کا مولیٰ ہی رحم کرتا ہے اے میرے مولا! تو عزیز ہے اور میں ذلیل ہوں، ذلیل پر عزیز ہی رحم کرتا ہے اور مخلوق پر خالق ہی رحم کرتا ہے اور فریادری اسی سے کی جاتی ہے جو فریادرس ہو۔ (الصحفۃ السحادیہ: ۳۸)

یہ ہیں امام باقر رضی اللہ عنہ جو اپنی نانی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی وفات کے بعد ساٹھ دن زندہ رہی ہیں۔ پھر بیمار ہوئیں اور بیماری شدت اختیار کر گئی اس بیماری کے دوران ان کی یہ دعا تھی اے زندہ رہنے والے اے قائم رہنے والے، تیری رحمت کے ساتھ میں مدد طلب کرتا ہوں پس میری فریادری کراے میرے اللہ! مجھے دوزخ سے دور رکھنا اور جنت میں داخل کرنا اور مجھے میرے بابا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملانا۔ (بحار الانوار: ۲۱۷-۳۴)

یہ امام رضا ہیں ان کی دعا ہے اپنے رب سے سرگوشی کرتے ہیں اے اللہ! ہم تیرے غلام ہیں، اور تیرے غلاموں کے بیٹے ہیں ہم اپنی جانوں کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے نہ موت اور زندگی اور اٹھنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

اے اللہ! جن کا ہمارے بارے میں یہ خیال ہے کہ ہم رب ہیں تو ہم ان سے اعلان بیزاری کرتے ہیں اور جن کا ہمارے بارے میں خیال ہے کہ ہم داتا ہیں ہم ان سے بیزار ہیں ایسے بیزار جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں سے بیزار تھے اے اللہ! جو ان کا خیال ہے ہم نے انہیں اس کی دعوت نہیں دی جو یہ کہتے ہیں اس پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا اور ان کے خیال غلطی سے ہمیں معاف رکھنا۔ (الاعتقادات: ۹۹)

قارئین کرام! یہ دعائیں اور مناجاتیں جو عین شریعت کے مطابق اور خشوع سے لبریز ہیں یہ امامیہ شیعوں کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں اور دوسری طرف ایسی پکاریں ہیں جو اللہ کے ساتھ شرک میں لٹھڑی ہیں اور شرک کی تصویر ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پکارا جاتا ہے اور ان سے فریادری کی جاتی ہے جیسا کہ کر بلائی کے نام سے گایا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارو، تو تمام مصائب میں انہیں مددگار پاؤ گے۔ اے ابو غوث! میری فریادری کرو اے علی! مجھے پکڑ لو۔ اے میری مولا! فاطمہ! میری فریادری کرو۔

ان کی بعض دعائیں ہر امام کے نفع و نقصان کے وظیفہ کے ساتھ خاص ہیں یہ کہتے ہیں بادشاہوں سے نجات کے لیے اور شیطانوں کے شر سے نجات کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارنا چاہیے۔ اور آخرت کی کامیابی کے لیے امام باقر اور صادق رضی اللہ عنہما کو پکارتے ہیں۔ خشکی اور تری میں سلامتی کے لیے امام رضا کو پکارا جائے اور جب کشت و خون ہو تو صاحب زماں امام کو پکارتے ہیں جو ان کی مدد کرتا ہے۔ (بحار الانوار: ۳۳-۹۱)

جبکہ امامیہ شیعوں کی کتابیں اس پکار کی تردید کر رہی ہیں۔

بحث: ۶

عصمت ائمہ کا عقیدہ

عصمت کے متعلق جمہور مسلمانوں اور اہل سنت کا نظریہ یہ ہے جو درج کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ ناممکن ہے کہ ساری امت گمراہی پر جمع ہو جائے اس وجہ سے کہ یہ امت کتاب و سنت کی وجہ سے معصوم ہے کہ یہ ضلالت پر اکٹھی نہ ہوگی۔ اب عصمت کے بارے میں اہل سنت کا نظریہ سماعت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ تَنَادَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝﴾ (۴/النساء: ۵۹)

”اگر تم کسی چیز میں تنازع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ اللہ اور رسول کے بعد امام کی طرف رجوع کریں قرآن تو یہاں وضاحت کرتا ہے کہ بشر مطلق طور پر معصوم نہیں وہ تو ابوالبشر آدم علیہ السلام سے بیان کرتا ہے۔

﴿وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى ۝﴾ (۲۰/طہ: ۱۲۱)

”آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گئے۔“

درج ذیل آیات میں اپنے نبی اور مصطفیٰ اور امام الانبیا حضرت محمد ﷺ کو حق تعالیٰ سرزنش کر رہے ہیں۔

① ﴿عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعَنَّ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ۝﴾ (۹/التوبہ: ۴۳)

”اللہ نے آپ سے درگزر کیا ہے آپ نے انہیں اس سے پہلے کیوں اجازت دی تھی۔ کہ آپ کے سامنے کہنے والے ظاہر ہو جاتے اور جھوٹوں کو جان لیتے تب اجازت دیتے۔“

② ﴿عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ۖ لَا اَنْ جَاءَهُ الْاَعْلَىٰ ۝﴾ (۸۰/عبس: ۱-۲)

”تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا ہے۔“

③ ﴿وَتَخَفَىٰ فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللَّهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ ۝﴾ (۳۳/الاحزاب: ۳۷)

”تو لوگوں سے چھپاتا ہے جو تیرے دل میں ہے اللہ اسے ظاہر کرنے والا ہے تو لوگوں سے ڈرتا ہے اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔“

④ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾

”اے نبی! جو چیز اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے اسے کیوں حرام قرار دیتے ہو اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

علاوہ ازیں بہت ساری آیات وارد ہوئی ہیں جن میں انبیائے کرام کو استغفار کا حکم ہے جیسا کہ نوح، ابراہیم، یونس، موسیٰ علیہم السلام، اس بات پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام جو اللہ کے پیغام کی تبلیغ کرتے ہیں اس میں بھول اور خطا سے معصوم ہیں اس میں بھول پر برقرار نہیں رہتے امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”زمانہ نبوت میں انبیائے کرام علیہم السلام قصداً کبیرہ یا صغیرہ گناہ سے معصوم ہیں تاہم سہوً خطا کا سرزد ہونا جائز ہے۔“

(عصمة الانبياء: ۴۰؛ مسئلہ التقریب: ۳۲۶)

رسالت و وحی کو ٹھوس رکھنے کے لیے اور اسے شک سے محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت کا اعلان کیا ہے اور ان کے کلام کا تزکیہ بیان کیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم: ۳-۴)

”اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ انسان اپنے باپ آدم علیہ السلام کی مانند حق کی جستجو میں محنت کرے۔ اگر وہ ٹیڑھے ہو جائیں یا لغزش کھا جائیں تو اللہ کی طرف توبہ کریں اور انابت کریں اور استغفار کریں یہ ہے بشریت کے بارے میں اللہ کی مرضی یہی وجہ ہے وہ انسان کو توبہ، ذکر اور استغفار پر ابھارتا ہے اگر اس نے ان کے لیے عصمت رکھی ہوتی تو پھر وہ انہیں فرشتہ بنا دیتا جو ذرہ برابر نافرمانی نہ کرتا۔ ارشاد باری ہے فرشتوں کے بارے میں حکم ہے۔

﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (التحریم: ۶۶)

”اللہ جو انہیں حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“

اگر انسان معصوم ہوتا تو یہی اعلان اس کے لیے بھی ہو جاتا۔

(۲) امامیہ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کے علاوہ ائمہ بھی معصوم ہیں ان معصوم ائمہ کی تعداد میں یہ اختلاف کرتے ہیں ان کے نزدیک عصمت ائمہ کا مطلب یہ ہے اور یہ بر ملا کہتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء، پیغمبر اور ائمہ اور فرشتے یہ سب معصوم ہیں ہر عیب سے پاک ہیں یہ نہ تو صغیرہ گناہ کرتے ہیں نہ کبیرہ گناہ کرتے ہیں اور اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو ان سے جاہل ہے وہ کافر ہے یہ ان کی عصمت تسلیم نہیں کرتا وہ جاہل ہے اور جو ان سے جاہل ہے وہ کافر ہے یہ ان کا مشہور محدث فتی کہہ رہا ہے جسے صدوق کے نام سے پکارا جاتا ہے ان کے بارے میں ہم شیعوں کا مذہب ہے کہ یہ معصوم ہیں یہ کمال اور تمام کا وصف رکھتے ہیں یہ پہلوں اور بعد والوں کے امور کا علم رکھتے ہیں ان میں کوئی کسی صورت نقص نہیں نہ ہی نافرمانی اور جہالت ہے۔

(الاعتقادات فی دین الامامیہ: ۷۰؛ العصمة: ۷)

کلینی، امام صادق سے بیان کرتا ہے کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ لے کر آئے ہیں اسے لیا جائے اور جس سے منع کرتے ہیں اس

سے باز رہا جائے انہیں وہی شرف و فضل ملا ہے جو حضرت محمد ﷺ کے لیے جاری ہوا تھا ان کے احکام پر تنقید کرنے والا ایسے ہی ہے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر تنقید کرنے والا ہے ان کی چھوٹی یا بڑی بات کو رد کرنے والا اللہ کے ساتھ شرک کی حد والا جرم کرتا ہے۔ (اصول کافی: ۱۹۶-۱؛ کتاب الحجہ، باب الاثمة هم اركان الارض)

شیعہ نے جو سب سے زیادہ قوی دلیل لی ہے کہ ائمہ خطا، سہواور گناہ سے معصوم ہیں وہ یہ آیت مبارکہ ہے جس میں اہل بیت کی تطہیر اور ان سے رجس (پلیدی) دور کرنے کا ذکر ہے یہ طہارت بھی ان کے نزدیک تمام اہل بیت کے لیے نہیں متعدد ائمہ کا مجموعہ ہے جن میں عصمت پائی جاتی ہے یہ عصمت ائمہ کے نظریہ کو اپنے عقائد کی ضروریات میں سے شمار کرتے ہیں کیونکہ یہی ان کی اساس ہے جس پر امامت کا عقیدہ استوار ہوتا ہے اگر یہ بنیاد ہی منہدم ہو جائے تو امامت کی ساری دیوار ہی گر جاتی ہے اسی وجہ سے یہ عصمت ائمہ پر سخت انداز میں ایمان لانے کا کہتے ہیں اور جو اس کا انکار کرے اسے تنقید کا شدید نشانہ بناتے ہیں اسے کافر قرار دیتے ہیں اور ملت سے خارج قرار دیتے ہیں۔

یہاں امامیہ شیعوں کی کتب میں عصمت کے معاملہ میں نہایت ہی عجیب و غریب تناقض اور ٹکراؤ ہے۔ آیت اللہ مقانی کہتا ہے کہ مذہب شیعہ کا یہ ضروری عقیدہ ہے کہ ائمہ سے بھول سے دو چار ہونے کی نفی کی جائے۔

اور ساتھ ہی اسی لمحہ کہتا ہے کہ ہمارے شیوخ ائمہ کے نہ بھولنے کے نظریہ کو غلط تصور کرتے تھے۔ (تنقیح المقال: ۲۴۰-۳) حالانکہ ان کے نزدیک ضروری بات کا منکر کافر ہے جیسا کہ امامیہ شیعوں کا اہم مرجع محسن امین کہتا ہے اس کا مقصد یہ ہوا کہ امامیہ کے بعد والے اپنے پہلوں کو کافر قرار دے رہے ہیں اور پہلے بعد والوں کو کافر قرار دے رہے ہیں۔

نہ پہلوں نے اور نہ ہی بعد والوں نے اس عصمت کے نظریہ کے آغاز کا وقت نہیں بتایا۔ کیا یہ اللہ کی قضا و قدر سے مقرر ہوا ہے اور اس نے ازل سے ہی ائمہ کے لیے عصمت اپنے ارادہ سے مقدر کر دی ہے یا یہ رسول اکرم ﷺ کی دعا سے آئی ہے جو ان ائمہ کو حاصل ہوئی ہے اور پھر وراثت میں منتقل ہو کر امام کے غار میں چھپنے تک حاصل ہوتی رہی ہے۔ یہ ایسے ہرگز نہیں ہوا یہ عصمت ائمہ کا خود ساختہ نظریہ ہے جس کے آغاز کا علم نہیں۔

(۳) قرآنی آیات تطہیر کا صحیح مطلب

حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۳۳)

”اپنے گھروں میں قرار پکڑو پہلی جاہلیت کا سنگار نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو بے شک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی دور کرے اے اہل بیت! تمہیں اچھی طرح پاک کرے۔“

اس آیت مبارکہ کی ابتدا میں امہات المؤمنین کو مخاطب کیا گیا ہے اور اہل بیت سے یہی مراد ہیں۔ تاہم (۱) بحث میں گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ، حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بھی اہل بیت میں شامل کیا ہے۔ اور سورت

احزاب کی اس آیہ مبارکہ سے پہلی آیات اور بعد والی ازواج مطہرات کی تعلیم و تربیت کے لیے نازل ہوئی ہیں تاکہ وہ اس بلند رتبہ پر فائز ہوں جو نبی کریم ﷺ کے شان و مقام کے لائق ہے۔ باقی رہی بات آپ ﷺ کے اہل بیت سے رجس کو دور کرنے والی تو اس کا عصمت ائمہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہ اسی وقت تعلق ہوتا ہے اگر شیعہ کی مانند غلط معانی پہنائے جائیں۔ (العصمة:)

رجس (پلیدی) کا خطا کے ساتھ لغوی اعتبار سے بھی کوئی رابطہ نہیں رجس گندی چیز کو کہا جاتا ہے۔ (مفردات الفاظ القرآن)

جیسا کہ قرآن پاک میں شراب، جوا اور تیروں کی تقسیم کا ذکر کرنے کے بعد آتا ہے۔

﴿رَجُسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ (۵/ المائد: ۹۰)

”یہ پلید ہیں شیطان کا عمل ہیں۔“

تو تطہیر والی آیت خطا سے عصمت پر دلالت نہیں کرتی۔ اس موضوع کی درج ذیل آیات پر غور فرمائیں ہمارا مؤقف نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔

﴿وَآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَىٰ اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ

رَحِيمٌ ۝ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾ (۹/ التوبة: ۱۰۲-۱۰۳)

”اور دوسرے ہوں گے جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا انہوں نے نیک اور برے عمل ملا کر کیے اللہ یقیناً ان پر رجوع کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ان کے مالوں سے صدقہ لو ان کو پاک کرو۔“

اللہ نے تزکیہ اور تطہیر ملا کر بیان کیا ہے اور تزکیہ اعلیٰ پاکیزگی ہے ان گنہگاروں کا تزکیہ کے ساتھ وصف بیان ہوا ہے اس کے باوجود یہ لوگ معصوم نہیں تزکیہ کے بغیر تطہیر کا ذکر کیا گیا ہے وہ کیسے معصوم ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو مسجد قبلہ میں آتے جاتے ہیں ان کے بارے میں قرآن میں فرمان الہی ہے:

﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ۝﴾ (۹/ التوبة: ۱۰۸)

”اس میں مرد ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

یہ لوگ گناہوں سے پاک نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ اہل بدر کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْسَ الشَّيْطَانِ﴾ (۸/ الانفال: ۱۱)

”وہ اتارے گا تم پر آسمان سے پانی تاکہ وہ تم کو اس کے ساتھ پاک کرے۔ اور تم سے شیطان کی پلیدی دور کرے۔“

رجز اور رجس ہم معنی ہیں یہ (۳۱۳) بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو مخاطب فرماتے ہیں:

﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُنْزِلَ عَلَيْكُمْ رِجْسَ الشَّيْطَانِ﴾

﴿تَشْكُرُونَ ۝﴾ (۵/ المائدة: ۶)

”اللہ تعالیٰ تم پر تنگی کرنے کا ارادہ نہیں کرتا لیکن وہ ارادہ کرتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے تاکہ تم شکر کرو۔“

ان واضح آیات سے پتہ چلتا ہے کہ تطہیر سے کسی صورت بھی عصمت کا مفہوم نہیں نکلتا۔ قرآن پاک کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی وضاحت کرتا ہے جیسا کہ اوپر ہم نے آیات سے ثابت کیا ہے۔ اور عقائد کے متعلق معاملات جو ہیں ان کے ثبوت کے لیے قرآنی واضح اور قطعی الدلالة آیات کی ضرورت ہے جیسا کہ توحید اور محمد ﷺ کی نبوت کے ثبوت اور نماز کے متعلقہ ثبوت کے لیے آیات ہیں یہ درست نہیں کہ اہم اعتقادات کی بنا ظنی اور مشتبہ دلائل پر رکھی جائے۔ ارشاد باری ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۚ﴾ (۳/ آل عمران-۷)

”وہی ہے جس نے تیرے اوپر کتاب نازل کی اس سے بعض آیات محکم ہیں یہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری متشابہ ہیں۔ لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھاپن ہے وہ اس کی متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں تاکہ فتنہ تلاش کریں اور اس کی غلط تاویل تلاش کریں۔“

اہل بیت کی تطہیر والی آیت ائمہ کی عصمت پر صریح دلیل نہیں اس سے ان پر محض اس سے دلالت کرنا اور اشتباہ ڈالنا ایک باطل کام ہے وجہ یہ ہے جب دلیل میں احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ لہذا اس آیت مبارکہ سے استدلال کی تردید کے لیے اور عصمت کے عقیدہ کو ساقط کرنے کے لیے ہماری یہی بحث کافی ہے۔ (آیۃ تطہیر و علاقتها بعصمة الائمه: ۶)

(۴) عصمت ائمہ کا عقیدہ نہایت ہی خطرناک اور قرآن کریم سے ٹکراتا ہے

عصمت کے عقیدہ میں سب سے زیادہ خطرناک یہ بات ہے کہ اسے ایمان کی شرط قرار دیا گیا ہے اور جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے اور امام کا تعاقب کرنے والا مشرک ہے۔ اس سے مسلمان امت کی بہت زیادہ اکثریت کی تکفیر لازم آتی ہے جو کہ آج کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ وہ اس عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ تمام مسلمانوں کی تکفیر ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کی تاریخ کے مسلمانوں کی تکفیر ہے۔

اس تکفیر پر بہت سارے مفاسد استوار ہوتے ہیں جن کا شمار نہیں۔ ان میں سے ایک یہ خرابی ہے کہ اس کی بنا پر مسلمانوں کے مال اور خون حلال ہونے کا فتویٰ دیا گیا ہے اور ان کے مخالفوں سے لڑنے اور حکام کے خلاف بغاوت کی اجازت دیتے ہیں۔ (ان شاء اللہ عن قریب تفصیل بیان ہوگی۔)

اتنے اہم عقیدہ کے ثبوت کے لئے قطعی اور صحیح دلالت کی ضرورت ہے ایسی دلالت ہو جو اتنی مضبوط ہو جس میں شک نہ ہو نہ ہی احتمال ہو ورنہ دین اور اس کی اساسیات کھنڈروں کا کھیل بن جائے گا۔ (رسالہ ۶)

قرآن کریم میں مسلمان کا بیان کیا گیا عقیدہ عصمت کے عقیدہ سے ٹکراتا ہے جس کی متعدد وجوہ ہیں۔

(۱)..... عقیدہ عصمت سے مخلوق اور خالق کے درمیان مساوات پیدا ہو جاتی ہے اور خالق و مخلوق میں تشبیہ ہو جاتی ہے جبکہ اللہ کی تسبیح و تزییہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ہے۔ امام صدوق سے روایت کردہ عقیدہ جو ہے وہ تو امام معصوم میں خالق کی صفات ثابت کرتا ہے جب کہ اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (النمل: ۶۵)

”کہہ دو، آسمان اور زمین کا غیب صرف اللہ جانتا ہے۔“

اور کلینی، امام صادق سے بیان کرتا ہے کہ میں آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور جنت اور دوزخ میں جو کچھ ہے جو ہو چکا اور جو ہو گا سب جانتا ہوں۔ (اصول الکافی: ۲۶۱-۱)

(۲)..... عقیدہ عصمت ائمہ سے نبی ﷺ کے مرتبہ و منزلت کی برابری ہو جاتی ہے کلینی امام صادق سے بیان کرتا ہے کہ ائمہ رسول اکرم ﷺ کے مرتبہ پر ہیں صرف فرق یہ ہے کہ یہ انبیاء نہیں۔ (اصول الکافی: ۲۷۰-۱)

(۳)..... اس عقیدہ سے نبی ﷺ پر برتری ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک امام بھول سے معصوم ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے:

﴿سَقَرْتُكَ فَلَا تَسْأَلْنِي﴾ (۸۷/الاعلیٰ: ۶)

”عن قریب ہم آپ کو پڑھائیں گے پس تم نہ بھولو گے۔“

اللہ عز و جل کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ كُنَّا رَبَّكَ إِذَا أَنْسَيْتَ﴾ (۱۸/الکہف: ۲۴)

”اور تو جب بھول جائے تو اپنے رب کو یاد کر۔“

(۴)..... اس عقیدہ عصمت کو تسلیم کرنے سے قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی مخالفت ہوئی ہے آیت میں حکم ہے تنازع کے وقت اللہ اور رسول کی طرف معاملہ لوٹاؤ اس سے غیر اللہ غیر رسول کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط﴾

(۴/النساء: ۵۹)

”اگر تم کسی معاملے میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔“

(۵)..... یہ ائمہ کی عصمت کا عقیدہ، نبی ﷺ کا اپنے زمانہ کے لوگوں کے لیے حجت ہونے کے بھی خلاف ہے اور وفات کے بعد بھی حجت نہ رہنے پر دلالت کرتا ہے کہ جب آپ کی وفات ہوئی آپ کی حجت بھی ختم ہوئی لوگ اس کے محتاج ہوئے جن کی ذات حجت ہے یہ نظریہ آپ ﷺ کی عالمگیر رسالت اور ہر زمان و مکان کے رسالت عامہ کے بھی خلاف ہے اور آپ جو تمام انسانوں کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اس کے بھی خلاف ہے اور اس آیت مبارکہ سے ٹکراتا ہے:

﴿رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ لَعَلَّ يُكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ط وَ كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا

حکیمؑ (۴/ النساء: ۱۶۵)

”اس نے پیغمبر بھیجے جو خوشخبری دینے والے اور ڈرنے والے ہیں تاکہ لوگوں کے لیے پیغمبروں کے بعد اللہ پر حجت نہ رہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔“

قرآن کی یہ آیت اعلان کر رہی ہے کہ اللہ نے پیغمبر بھیج کر لوگوں کی حجت تمام کر دی ہے ان کے بھیجے جانے کے بعد کوئی حجت باقی نہیں رہی۔ (الوجوہ الخمسہ، باب موانع العصمة: ۵۷/ ۶۶)

جو نبی ﷺ کے بعد ائمہ کو بطور حجت مقرر کرتا ہے بلکہ اذان میں ان کے حجت ہونے کی منادی کرتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں علی اور ان کی اولاد معصوم ہیں اور اللہ کی حجت ہیں وہ اس آیت مبارکہ کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے۔

(۵)..... عصمت ائمہ کے بارے میں شیعہ کا اختلاف

امامیہ شیعوں کے درمیان عصمت کے بارے میں اختلاف حد سے بڑھا ہوا ہے یہ فروعی اختلاف سے نکل کر اعتقاد کے اصولی اختلاف تک پہنچ چکا ہے۔ الصدوق، عقائد شیعہ میں لکھتا ہے زیادہ وقت نہیں گزرا کہ میرا شاگرد المفید آیا۔ اس نے لکھا صحیح الاعتقاد فی الرد علی شیخ الصدوق۔ اور اسے جاہل قرار دیا اور خطی کہا اور نظر سے محروم قرار دیا اور ملحد فلاسفہ کے مذاہب کا بانی قرار دیا پھر کچھ وقت گزرا تو شریف مرتضیٰ نے اپنے شیخ المفید کا رد لکھا۔ کہا (۹۵) مسئلہ عقیدہ کے بارے میں ہے کہ اس نے معصوم کی اتباع کو کیوں معصوم قرار نہیں دیا یہ تو عقائد کا بنیادی معاملہ ہے۔ (المرحله: ۷۱)

یعنی یہ شیعہ ایک دوسرے پر رد کر رہے ہیں کہ جن شیعہ علما نے ائمہ کو معصوم قرار نہیں دیا ان پر بعد والے تنقید کر رہے ہیں ایسا تب ہی ہوا ہے ائمہ کو معصوم قرار دینے میں ان کے درمیان اختلاف تھا۔

(۶) اہل بیت میں سے کسی امام نے خود کو معصوم قرار نہیں دیا

ائمہ اہل بیت اور ان میں سے سربراہ و درہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے اپنے کسی بھی قول و فعل کے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ یہ برسر عوام صراحت سے اعلان فرماتے ہیں کہ ہم انسان ہیں کبھی غلطی اور کبھی درستی اختیار کرتے ہیں ہم گناہوں سے معصوم نہیں شیعہ کے اہم مراجع خود اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

(۱)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کوئی بھی گناہ مجھے پریشان کرے تو مہلت ملتے ہی میں اس کے بعد دو رکعت نماز

پڑھتا ہوں۔ (نہج البلاغہ ۷۲-۴)

اپنی ایک دعا میں فرماتے ہیں اے میرے اللہ! جو بھی تو جانتا ہے مجھے معاف کر دے اگر میں لوٹوں تو بھی مغفرت لے کر لوٹنا، اے میرے اللہ! جو میں زبانی تیرے تقرب کے لیے کروں اور میرا دل اس کی مخالفت کرے تو مجھے بخش دینا۔ اے میرے اللہ! آنکھوں کی رمزیں، اور الفاظ کی لغزشیں، دل کی شہوتیں اور زبان کی لرزشیں معاف کر دے۔ (حوالہ مذکور)

(۲)..... ان میں یہ بات مذکور ہے مجھے گم پانے سے پہلے مجھ سے سوال کر لیں۔

ظاہر ہے یہ تاثرات آپ اس لیے ہی دے رہے ہیں اپنے بعد کسی کو معصوم تصور نہ کرتے تھے۔

(۳)..... اہل کوفہ کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں۔ امام بعد! میں اس وقت نکل رہا ہوں یا ظالم ہوں یا مظلوم ہوں یا باغی ہوں یا مجھ پر بغاوت ہوئی ہے۔ اگر میں محسن ہوں، میری اعانت فرما، اگر میں غلط ہوں میرے غلطی معاف کر دے۔

(نہج البلاغہ: ۱۱۴-۳)

کیا اس بات میں کہیں بھی عصمت کی جھلک دکھائی دی ہے؟ اگر عصمت تھی تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں قبول کیا تھا کبھی معصوم بھی بندوں کے فیصلہ پر مجبور ہوتا ہے اور آپ نے خارجیوں کو کافر قرار نہ دیا تھا۔ حالانکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑتے تھے۔ اور نبی کی مانند معصوم سے لڑنے والا کافر ہوتا ہے۔

(۴)..... آپ رضی اللہ عنہ صفین میں آپ سے لڑنے والے اہل شام کو بھائی قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ یہ اہل شام ہمارے بھائی ہیں تاہم ان میں ٹیڑھاپن، کجی اور شبہ اور تاویل پیدا ہوئی ہے۔ (حوالہ مذکور)

غور فرمائیں! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا کو اپنے اسلامی بھائی قرار دے رہے ہیں لڑائی کرنے کے باوجود انہیں بھائی کہہ رہے ہیں وجہ یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کی ان آیات کو سمجھتے تھے جو ایمانداروں کے درمیان نزاع کے بارے میں کہتی ہیں جو کہ سورۃ الحجرات کی (۹-۱۰) آیات ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں اب ہم ان کے ترجمہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

”اگر ایمانداروں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، اگر ان میں سے ایک دوسرے پر سرکشی کرتا ہے تو اس کے خلاف لڑو جس نے سرکشی کی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اگر لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے بیشک ایماندار آپس میں بھائی ہیں اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

ان میں ایک دوسرے پر بغاوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مومن لیا ہے۔

(۵)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار کے بارے میں اپنی صریح رائے سے کہا تھا یہ وہ تھے کہ جنہوں نے مشورہ سے حضرت عفان کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اس میں اللہ کی رضا شامل ہے۔ (نہج البلاغہ ۵۲۶) یہ بات عقیدہ عصمت ائمہ کا مکمل صفایا کر دیتی ہے۔

(۶)..... یہاں یہ بھی بتانا مناسب ہوگا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس وقت بیان فرمایا تھا جب انہوں نے خلافت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبرداری کی تھی یہ کیسے ہو سکتا ہے امام معصوم ہو اور اس کی اطاعت فرض ہو اور اسے ماننا ہر ایک کا واجب فریضہ ہو اور اس کی موجودگی میں دوسرے کی اطاعت باطل بھی ہو اور وہ خلافت سے دستبردار ہو جائے لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ دستبردار ہوئے ہیں اور پھر صورت حال یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مرتد اور کافر قرار دیتے ہیں مگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی امارت سے اور مومنوں کی امارت سے دستبردار ہو کر ان کے بقول وہ یہ امارت اور مسلمان مرتدوں کے حوالے کر رہے ہیں یہ تو کسی عام مسلمان سے سرزد ہونا بھی درست نہیں کجا کہ یہ معصوم سے سرانجام پائے۔ لہذا ثابت ہوا ائمہ نے عصمت کا دعویٰ نہیں کیا یہ غلو والا عقیدہ ہے۔ (العصمة: ۸۶)

(۸) امامیہ کے آٹھویں امام امام رضا ہیں وہ بھی عصمت کا انکار کرتے ہیں ان سے پوچھا گیا، کوفہ میں ایک قوم ہے جن کا خیال ہے کہ نبی ﷺ کو نماز میں سہو بھول نہیں ہوئی، انہوں نے کہا اللہ ان پر لعنت کرے یہ جھوٹ بولتے ہیں جسے بھول نہیں ہوتی وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔ (بحار الانوار: ۵۲-۳۵۰)

امام رضاؑ نے خلیفہ مامون رشید سے ولی عہد کا منصب قبول کیا تھا۔ اور اپنی رائے سے امت کے حق میں یہ تعبیر کیا کہ جو امام بھی بدل جائے یا خطا کا مرتکب ہو یا منحرف ہو جائے تو اسے سزا دی جائے۔

جب انہوں نے مامون سے ولی عہد کا منصب قبول کیا تو فرمایا۔ اگر میں مائل ہو جاؤں یا بدل جاؤں تو میں سزا کا مستحق ہوں میں اللہ کی ناراضگی سے اس کی پناہ مانگتا ہوں۔ (التشیع السیاسی والتشیع الدینی: ۳۱)

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ نے ایسے غلو سے منع کیا ہے فرمایا: میرے بارے میں دو قسم کے آدمی ہلاک ہوں گے حد درجہ محبت کرنے والے اور بغض رکھنے والے۔ ایسے محب کی محبت ناحق ہوگی اور ایسے بغض والے جو حق سے ہٹ جائیں گے بہترین وہ ہیں جو میانہ رو ہیں انہیں لازم پکڑو یہی سواد اعظم اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے تفرقہ سے بچنا۔ (نہج البلاغہ: ۴۲۸، ۲۸)

غدير خم کا خطبہ

(۱)..... غدير خم والی حدیث جو مسلمانوں کی کتب میں وارد ہوئی ہے پہلے ہم وہ بیان کرتے ہیں۔
حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چشمے پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے یہ مکہ سے تقریباً ۱۵۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے یہ رانغ بستی کے قریب ہے آج کل یہ غُزْبہ کے نام سے مشہور ہے اس وقت یہ غدير خم کے نام سے مشہور تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثنا کی وعظ فرمایا اور نصیحت کی اور کہا: اما بعد! اے لوگو! میں ایک بشر ہوں، قریب ہے کہ اللہ کا بھیجا ہوا میرے پاس آجائے جسے میں قبول کر لوں۔

”میں تم میں دو چیزیں انتہائی وزنی ہیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے پہلی تو کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے اللہ کی کتاب کو لے لو، اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔“

آپ نے اللہ کی کتاب کے لیے ابھارا اور اس میں ترغیب دی پھر فرمایا: دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں میں تمہیں اپنے اہل بیت میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔“
حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کی اہل بیت میں سے نہیں انہوں نے کہا: ہاں وہ اہل بیت میں سے ہیں۔
ان کے علاوہ بھی اہل بیت میں سے ہیں آپ کے بعد جن پر صدقہ حرام ہے انہوں نے پوچھا وہ کون ہیں فرمایا، آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں ان سب پر صدقہ حرام ہے کہا: ہاں ان پر صدقہ حرام ہے۔

(مسلم ۲۴۰۸)

باقی رہی وہ روایت جس میں ہے۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْ مَوْلَاهُ (ترمذی: ۳۷۱۳)

”جس کا میں مولیٰ ہوں پس علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔“

بعض محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور کچھ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ترمذی رضی اللہ عنہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے امام ابن حزم اندلسی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (الفصل فی الملل والاهواء والنحل: ۱۱۶-۱۱۷؛ مجموع الفتاوی: ۴۱۷-۴۱۸)

لیکن یہاں مولیٰ سے مراد اور مولات کا مطلب یہ ہے کہ نصرت کرنا محبت کرنا اور تائید کرنا اس کے علاوہ بعض دیگر اضافی ضعیف اور جھوٹ ہیں مثلاً یہ کہا جاتا ہے آپ نے کہا: اے اللہ! جو اس مولیٰ کی مدد کرتا ہے تم اس کی مدد کرو جو اسے چھوڑتا ہے تم اسے

چھوڑ دو، اور یہ جہاں گردش کرے حق اس کے ساتھ گردش کرے، یہ سفید جھوٹ ہے۔

اس خطبے کا سبب یہ تھا کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تھا تاکہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ وصول کریں اسے راستے میں ہی تقسیم کر دیں۔ وہاں بعض ساتھی ناراض ہو گئے۔ انہوں نے آدمی بھیجا کہ نبی ﷺ کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت لگائے۔

ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جلدی سے یمن میں اپنا نائب مقرر کر کے وہاں سے روانہ ہو گئے تاکہ نبی ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شرکت کریں۔

اس نائب نے لشکر کو وہ جوڑے پہنادیے حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اس نائب کے سپرد کیے تھے وہ لشکر جب مکہ کے قریب آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی ملاقات کے لیے باہر آئے دیکھا کہ انہوں نے جوڑے زیب تن کر رکھے ہیں۔

اپنے نائب سے کہا افسوس یہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے انہیں یہ اس لیے زیب تن کرائے ہیں تاکہ لوگوں کے سامنے باجمال ہو کر آئیں انہوں نے فرمایا۔

انہیں رسول اکرم ﷺ تک پہنچنے سے پہلے ہی اتار دو۔ اس نے یہ جوڑے اتروادیے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل پر شکوہ کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے غدیر خم کا مذکور بالا خطبہ دیا۔ (البدایہ: ۹۵-۵؛ سیرت ابن ہشام: ۲۵۹-۴)

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب اس لشکر نے زیادہ ہی فضول باتیں شروع کر دیں کہ انہوں نے صدقہ کے اونٹوں سے روکا ہے اور جو نائب نے انہیں جوڑے دیے ہیں وہ بھی انہوں نے واپس لوٹانے کا حکم دیا ہے یہ تنقید لشکر والوں نے زیادہ ہی زور و شور سے شروع کر دی تو نبی ﷺ نے ارادہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے براءت بیان کر دیں۔ اس لیے آپ نے خطاب کے لیے قیام فرمایا:

”اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن کو بری قرار دیا۔ اور ان کی قدر کو بلند کیا اور ان کے شرف و فضل سے آگاہ کیا جس کی

وجہ سے لوگوں کے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وقار بڑھا۔“

(اسمی المطالب: ۷۲۸؛ منہج اہل بیت: ۳۷)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ والی حدیث پڑھ کر، اور غدیر والے خطبے کی وجہ جان لینے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی وصیت نہ کی تھی بلکہ مسلمانوں کو ڈرایا تھا کہ اہل بیت کی اذیت سے بچیں اور ان سے عداوت نہ رکھیں ان سے محبت کریں۔

یہ رائے بعض شیعہ تبصرہ نگاروں کی بھی ہے احمد کا تب غدیر والی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے یہ خلافت علوی کے تعین پر نص نہیں اور نہ ہی کسی نے یہ مفہوم لیا ہے حتیٰ کہ خود امام علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہ نہیں سمجھا انہوں نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہے انہیں خلافت لوگوں نے اس وقت سوچی تھی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی پھر ان کی مسجد

میں بیعت عامہ ہوئی تھی۔ (التشیع السیاسی والتشیع الدینی: ۲۹)

دیکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق کے بارے میں احادیث وارد ہیں۔ مثلاً یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی سیرت سے ہدایت یافتہ ہونا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد کو مضبوط پکڑنا۔“ (السلسلة الصحيحة: ۱۲۳۳) یہ احادیث بھی امامت و خلافت پر دلالت نہیں کرتیں یہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ لوگ رسول اکرم ﷺ کی سیرت پر کار بند تھے ان کے لیے نشانہ نبوت سے یہ شہادت جاری کی گئی ہے کہ یہ حضرت مقتدا بننے کے لائق ہیں اسی طرح غدیر خم والے خطبہ نبوت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے حق میں بلندی کا اظہار کیا گیا ہے۔ خلافت و امامت نہیں سوئی گئی۔

(۲) واقعہ غدیر خم شیعہ کتب کی روشنی میں

سید کاظم قزوینی ایک طویل روایت میں بیان کرتا ہے، یہ آیت مبارکہ غدیر خم میں نازل ہوئی تھی۔

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ٥﴾ (المائدة: ۶۷)

”اے پیغمبر! جو چیز آپ کی طرف آپ کے رب سے نازل ہوئی ہے وہ پہنچادیں، اگر آپ نے نہ کیا تو آپ نے رسالت ہی نہیں پہنچائی، اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کو بچائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔“
 فروغی کہتا ہے کہ اس میں امر الہی ہے کہ نبی ﷺ کے بعد خلافت علی رضی اللہ عنہ کی تبلیغ کی جائے۔ اور یہ شرط لگائی ہے کہ اگر اس خلافت کی تبلیغ نہ کی تو رسالت اسلامی کامل نہ ہوگی۔

نبی ﷺ نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو مخاطب کیا جن میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے انہیں یہ پیغام پہنچایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا کی اے اللہ! اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرتا ہے اور اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے جو اسے چھوڑتا ہے اور جہاں بھی علی گردش کرے حق اس کے ساتھ کر دے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امیر المؤمنین ہونے کے ناطے لوگوں سے بیعت لی۔
 اس کے بعد ایک نہایت رکیک قسم کا قصیدہ نقل کیا ہے جو جھوٹ کے ساتھ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کیا ہے۔ اور کہتا ہے اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَانْتُمُ عَلَىٰ نِعْمَةٍ وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط﴾ (المائدة: ۳)

”آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو

دین کے طور پر پسند کیا۔“

اس قول پر علمی تبصرہ

(۱)..... اگر یہ خطبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے وصیت کے متعلق تھا تو نبی ﷺ اس کا اعلان حُجَّاج کی جماعتوں کے سامنے کرتے اہل یمن واپس لوٹ رہے ہیں اہل مکہ بھی آرام پکڑ چکے ہیں اور دیگر قبائل اپنے اپنے علاقوں میں منتشر ہو چکے ہیں

ان میں سے کسی کو بھی آپ ﷺ وصیت نہیں کرتے صرف ان حجاج کو کرتے ہیں جو آپ کے ساتھ مدینہ میں لوٹ رہے ہیں انہیں غدیر خم پر اس وصیت سے آگاہ کرتے ہیں دوسروں کو نہیں کرتے اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔

(۲)..... یہ روایت تو پیغام اسلام اور اس کی دعوت و دولت کو اڑا کر رکھ رہی ہے۔ کیونکہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ فقط حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے ثبوت کے لیے ہی پیغمبر بن کر آئے تھے یہ بات عقل و فکر کے خلاف ہے۔

(۳)..... یہ روایت تقاضا کرتی ہے ایک لاکھ بیس ہزار جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں جزیرہ عرب کے قبائل کے مشائخ بھی تھے یہ سب اس وصیت سے مرتد قرار پاتے ہیں اور اس کے منکر تصور ہوتے ہیں یہ بہت ہی بری بات ہے اگر ان عرب کی جاہلیت کی طرف جائیں تو ان میں ایسی اچھی عادات اور روایات تھیں کہ یہ وعدہ کی پاسداری کرتے تھے عہد و پیمان کا لحاظ رکھتے تھے اور حق بات کا خیال رکھتے تھے اسے مان لیا جائے تو پھر تو یہ ماننا پڑے گا کہ انہوں نے جاہلی قدروں کو بھی بھلا دیا تھا۔

(۴)..... وہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں نبی ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے کیا وہ اپنے رفیق جنت ساتھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے پھر گئے تھے۔ یا پھر یہ خرابی ماننی پڑے گی کہ وہ نبی جو خواہش سے نہیں بولتا اس نے ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی ہے جنہوں نے اتنے ہی اہم فریضہ سے مرتد ہونا تھا۔

(۵)..... اگر غدیر خم کا معاملہ اس قدر اہم تھا تو قرآن پاک میں کیوں وارد نہ ہوا جب کہ اس سے کم اہمیت والے معاملات اس میں بیان ہوئے ہیں جیسا کہ حیض کے احکام ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی اور ان کی امامت کا ذکر قرآن پاک میں نہیں آیا اور جب کہ انبیاء اور صالحین کے اسمائے گرامی اور ان کے واقعات اس میں مذکور ہیں۔

(۶)..... اور جو قرآنی نے دعا نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حق کے گردش کرنے کی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ کے خلاف مدد کیوں نہ کی اور نہ ہی دیگر مخالفین پر مدد کی۔

یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ نے اپنے نبی کی دعا کو قبول نہیں کیا اور اس کے مطابق تو پھر جس دن امت نے حضرت صدیق، عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی بیعت کی تھی اللہ تعالیٰ کو چاہیے تھا کہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا لیکن یہ امت نصرت یافتہ تھی کامران تھی اور زمین کی امتوں پر فاتح تھی ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا اللہ نے اس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حق رکھا تھا ان کے بقول جب ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی بیعت نہ کی تھی اور نبی ﷺ کے بعد ان سے نظریں پھیری تھیں۔

(۷)..... سوال یہ ہے کہ جس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مہاجرین اور انصار نے سفیفہ بنو ساعدہ میں اختلاف کیا تھا انہوں نے یہ غدیر خم والی حدیث کیوں پیش نہ کی تھی جب کہ وہ یہ کہہ رہے تھے ایک امیر انصار میں سے ہو اور ایک مہاجر میں سے ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ پیش کر دیتے اور اسی حدیث کو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجتے ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما اور مالک اشتر وغیرہ کو پیغام میں انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان رسائل کا ذکر نبی البلاغہ میں آتا ہے۔

مزید آپ کے خطاب اور اقوال میں بھی ہے اور دوسرا کوئی ہوتا تو ہم سمجھتے شاید اسے حذف کر دیا گیا ہے مگر شریف رضی ہاشمی

جورج البلاغہ کا جامع ہے اس نے ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کی اس غدیر خم میں شرکت کا دعویٰ کیا ہے اس نے رسائل علی رضی اللہ عنہ سے غدیر خم والی بیعت کو حذف کر دیا ہوتا اس نے اسے حذف نہیں کیا لہذا ان رسائل میں غدیر خم والی بیعت کا ذکر ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے حجت میں پیش نہیں کیا۔

(۸)..... سقیفہ بنو ساعدہ میں مشورہ کرنے والوں پر ہم کس طرح ملامت کر سکتے ہیں جب کہ امام حسن رضی اللہ عنہ جو کہ شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں وہ خود اپنی مرضی سے خلافت سے دستبردار ہوئے ہیں ان کے بقول کافر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بیٹھ جاتے ہیں اگر خلافت امر الہی تھا جو کہ محکم ہے تو پھر معصوم امام نے یہ خطا کیوں کی۔

(۹)..... یہ سوال ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے نمبر پر اپنے بھائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں خلیفہ بنے دیا۔ اور نج البلاغہ (۱۸-۲) میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو لشکر کسریٰ کے مقابلہ میں بھیجا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ گئے تھے۔ بہتر تو یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اگر ان سے خلافت غصب کی تھی تو یہ مدینہ سے باہر چلے جاتے تاکہ اس غاصبانہ خلافت سے نجات پاتے۔

(۱۰)..... اگر یہ وصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے امر الہی تھا کہ خلافت ان کی ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو انہوں نے ان سے یہ کیوں کہا تھا مجھے چھوڑ دو کسی اور کو تلاش کرو اور اگر تم مجھے چھوڑ دیتے ہو تو میں تم میں سے ایک انسان ہوں جس کو تم والی بناؤ گے میں تم سے زیادہ اس کی سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔ میں تمہارا وزیر بننا پسند کرتا ہوں امیر بننا پسند نہیں کرتا واللہ! مجھے خلافت میں رغبت نہیں اور نہ ہی ولایت کی ضرورت ہے۔ تم نے مجھے اس کی دعوت دی ہے اور اسے مجھ پر سوار کر دیا ہے۔ (نہج البلاغہ: ۱۸۱-۱)

(۱۱)..... بیعت غدیر پر امامیہ شیعہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب قصیدہ سے استدلال کیا ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہیں مفید نے ارشاد میں، ابو فتح کراچکی نے کنز الفوائد میں، عبدالرحمان امین نے الغدیر میں استدلال کیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا ایک بہت بڑے عقیدہ کے مسئلہ کے لیے اس بے دست و پا قصیدہ سے استدلال کرنا درست ہے یہ وہ قصیدہ ہے جسے قدیم شیعہ علما بھی قبول نہیں کرتے۔

احمد کا تب تبصرہ نگار اس کی وضاحت میں لکھتا ہے:

”حقیقت یہ ہے کہ ہم اس بات کے محتاج نہیں کہ اس قصیدہ کے بناوٹی ہونے پر زیادہ محنت کریں یا امامیہ شیعہ کی وضاحتیں پڑھیں اس کی ضرورت نہیں یہ اس کے بغیر ہی بناوٹی ظاہر ہوتا ہے اس کے لیے یہی کافی ہے کہ امامیہ شیعہ کے محدث و متکلم اور مؤرخ کسی نے بھی اس قصیدہ کی طرف اشارہ نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے اسے اپنی سابقہ کتابوں میں ذکر کیا ہے جیسا کہ نو بختی ہے اس کی کتاب فرق شیعہ ہے اشعری قتی کی کتاب المقالات والفرق ہے کلینی کی کتاب الکافی ہے اور صفار کی کتاب بصائر الدرجات ہے ان میں سے کسی نے قصیدہ کا ذکر نہیں کیا۔“

انتباہ

یہ سوالات بعنوان غدیر خم ام غدیر وہم، انٹرنیٹ پر بھی موجود ہیں۔

(۳) امام حسین اور اہل بیت کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہما نص امامت کا انکار کرتے ہیں

اثنا عشری شیعہ کی کتب اہل بیت کے ائمہ سے جو اقوال نقل کرتی ہیں ان میں نفی ہے کہ غدیر خم والی حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت علی رضی اللہ عنہ پر نص نہیں۔ حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا اور یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ طالب امامت بھی تھے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں یہ حدیث ہے لیکن واللہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے امامت اور سلطنت مراد نہیں لی اگر آپ یہ مراد لیتے تو اس کی صراحت فرما دیتے۔ (بصائر المومنین: ۱۵۳؛ الاعتقاد: ۱۸۲) یہ اہل سنت کی کتاب ہے۔ اسی المطالب (۷۳۵) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لخت جگر امام عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اس امر خلافت میں ہمارے لیے کوئی چیز نہیں جیسا کہ دوسروں کے لیے نہیں، اہل بیت میں کوئی بھی ایسا امام نہیں جس کی اطاعت اللہ کی جانب سے فرض ہو اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی امامت بھی اللہ کی طرف سے نہ تھی۔ (اسمی المطالب: ۷۳۷)

جب اہل بیت کے سادات ائمہ نے یہ بیان دیا ہے تو یہ عقائد کہاں سے آئے جو ان کے مخالف ہیں اور جس نے ان اقوال غلط کی ان کی طرف نسبت کی ہے اور ان پر بہتان باندھا ہے اس نے بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

امام شریف مرتضیٰ نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ یہ حدیث جو کہ غدیر خم ہے امامت میں واضح نص نہیں ہے بلکہ یہ نص مخفی ہے۔

(کتاب الشافی: ۱۲۸-۲)

سابقہ واضح شیعہ بیان کے مجموعہ سے پتہ چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کے لیے وصیت نہیں کی، امر خلافت کو آپ نے مسلمانوں کی شوریٰ کے ساتھ وابستہ کیا تھا تا کہ شرعی معاملہ وراثتی رخ نہ اختیار کیا جائے کہیں یہ چیز امت کے معاملہ کو ایک حاکم خاندان میں ہی منحصر نہ کر دے یہ بھی ساز و سامان کی مانند کہیں وراثت نہ بن جائے۔

گزشتہ زمانے اس کے گواہ ہیں جیسا کہ خلافت بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانہ میں وراثت وہی ہے یہ شرعی قاعدہ کے خلاف ہے۔

بحث: ۸

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر خلیفہ بنانے والی حدیث پر تبصرہ

(۱)..... ۹ھ میں نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کا ایک لشکر لے کر تبوک کی جانب روانہ ہوئے آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ صحابہ کرام میں سے ایک آدمی کو اپنا نائب مدینہ میں بنایا کرتے تھے۔ اس غزوہ میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا منافقوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور تنقید شروع کر دی اور اپنا اندرونی کینہ اور نفاق ظاہر کیا کہنے لگے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے سامان پر یہاں چھوڑا ہے یہی بات کہنا ان کے ظاہر نفاق کی علامت تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود یہ حدیث بیان کی تھی کہ اس ذات کی قسم! جس نے دانہ پھاڑ کر درخت نکالا اور جان پیدا کی کہ اُمّی نبی ﷺ نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔ (مسلم: ۷۸)

یہ منافقوں کا طعن سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لشکر تک رسائی پائی اور ان کے ساتھ مل کر غزوہ کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور نبی ﷺ سے کہا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر نائب بنا کر چھوڑے جا رہے ہو؟ نبی ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا تَرَوْهُ أَنْ تَكُونَ مِثْلَ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي)) (بخاری: ۴۴۱۶)

”کیا تم یہ پسند نہیں کرتے تمہارا میرے ہاں وہی مرتبہ ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ پر نائب بن کر واپس لوٹے سامان کے محافظ نہ تھے نہ ہی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا معاملہ تھا یہ تو منافقوں نے افواہ پھیلائی تھی۔

اور یہ بات یاد رہے دیگر غزوات میں نبی ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی مدینہ پر اپنا نائب مقرر کیا تھا اس کا کسی نے بھی یہ مطلب نہیں لیا کہ ان کے لیے آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کی وصیت تھی یہ تو وقتی نیابت تھی اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں نائب بنانا عارضی تھا خلافت کی وصیت نہ تھی۔

(۲)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کی وصیت والی حدیث سے شیعہ کے استدلال کی تردید میں گزارش ہے کہ اس کے باوجود کہ امامیہ شیعہ امام بخاری رحمہ اللہ پر اور ان کی صحیح پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کے لیے ان کی بیان کردہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو کہ متعدد وجوہ سے مردود ہے۔

(۱)..... اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ اور شرف و فضل کو بیان کیا گیا ہے اور انہیں پسندیدہ شخصیت قرار دیا گیا ہے وہ منافق جنہوں نے ان پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے تھے اور غم و اندوہ میں مبتلا کیا تھا انہیں رسوا کیا گیا ہے۔

(۲)..... یہ ہے کہ اللہ کے نبی ہارون علیہ السلام اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد خلیفہ نہیں بنے تھے کیونکہ وہ

موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پا گئے تھے انہوں نے اپنی قوم پر انہیں اپنی زندگی میں خلیفہ بنایا تھا جب وہ اپنے رب کی ملاقات کے لیے میقات پر گئے تھے۔

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی وصیت کرنا ہوتی تو ان سے یوں فرماتے: علی! آپ میرے بعد یوشع بن نون کی مانند مرتبہ پر ہو کیونکہ اللہ کے نبی یوشع بن نون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بنو اسرائیل کے خلیفہ مقرر ہوئے تھے حضرت ہارون علیہ السلام خلیفہ مقرر نہ ہوئے تھے۔

(۳)..... یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے وصی نہ تھے بلکہ قرآن پاک کے بقول وہ نبی اور وزیر تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ شیعہ کے نزدیک وصی ہیں ان کے حال کو ایک نبی کے حال پر قیاس کرنا باطل ہے امامیہ شیعہ تو ویسے بھی قیاس کو نہیں مانتے بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔

(۴)..... یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی خلیفہ بنایا تھا جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہیں غزوہ بدر میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اور غزوہ سویق میں حضرت بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو، اور غزوہ بنو مصطلق میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو اور فتح مکہ میں حضرت کلثوم غفاری رضی اللہ عنہ کو اور حجۃ الوداع میں حضرت ابو جہل ساعدی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ یہ سالاروں کی تربیت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار تھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا تھا اور اپنے آخری دور میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امامت کا خصوصی شرف بخشا تھا۔

(۵)..... باقی رہی بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فضل و تکریم ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان انبیائے کرام علیہم السلام سے تشبیہ دی ہے۔ جو حضرت ہارون علیہ السلام سے زیادہ افضل تھے۔ غزوہ بدر میں جب قیدیوں کا معاملہ سامنے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے رائے دی کہ انہیں معاف کر دیا جائے اور ان کی قوم سے ان کا فدیہ لیا جائے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ انہیں قتل کر دیا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے انہوں نے کہا:

﴿فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝﴾ (۱۴/ ابراہیم: ۳۶)

”جس نے میری اتباع کی بے شک وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔“

اور تمہاری دوسری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہے۔ انہوں نے کہا تھا:

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾ (۵/ المائدہ: ۱۱۸)

”اگر تو انہیں عذاب کرے بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کرے بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔“

اس کے بعد آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی مانند ہے انہوں نے کہا تھا:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝﴾ (نوح: ۲۶)

”اے میرے رب! زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی باقی نہ چھوڑ۔“

اور فرمایا: اے عمر! تمہاری مثال موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہے انہوں نے کہا تھا:

﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝﴾

(یونس: ۸۸)

”اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کر دے۔ اور ان کے دل سخت کر دے یہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں

گے جب تک یہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔“

غور فرمائیں! نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت نوح رضی اللہ عنہ اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی ہے یہ سب اولو العزم پیغمبر ہیں اور رسول اکرم ﷺ بعد خیر البشر ہیں یہ اللہ کے نبی ہارون علیہ السلام سے افضل ہیں۔ (اسمی المطالب: ۷۳۶)

اپنے بعد نبی ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے وصیت کرنے کا معاملہ کہ امامت کی آپ نے ان کے لیے وصیت کی ہے یہ ویسے ہی تناقض اختیار کر گیا ہے۔ امامیہ شیعہ کے مراجع جو کہ پرانے اور نئے ہیں ان میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ان کے خطباء وصیت امامت کی بہت تاکید سے بات بیان کرتے ہیں۔ اس کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

اور کچھ دوسرے ہیں جو یہ کہتے ہیں اور نبی ﷺ پر طعن و ملامت کرتے ہیں کہ آپ نے امامت علی کی وصیت کیوں نہیں کی امت کو خط میں چھوڑا ہے۔ یہ امت کے فتنہ اور اسے ضائع کرے گا بوجہ نبی ﷺ پر ڈالتے ہیں (یہ امامی شیعہ جابر آغا ئی نے انٹرنیٹ پر کہا ہے) خمینی بھی اس بارے میں تناقض کا شکار ہے ایک کتاب میں کہتا ہے:

”یہ بات واضح ہے کہ اگر نبی ﷺ نے امامت کا پیغام پہنچا دیا ہوتا جیسا کہ اللہ نے آپ کو حکم دیا تھا اور اپنی کوششیں

اس میدان میں بروئے کار لائی ہوتی تو بلاد اسلامیہ میں یہ اختلاف اور کینہ پروریاں اور معرکہ آرائیاں جنم نہ

لیتیں۔“ (کشف الاسرار: ۵۵)

دوسری کتاب میں کہتا ہے: ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ لازمی تھا کہ نبی ﷺ اپنے بعد خلیفہ کا تعین کرتے آپ نے یہ کیا تھا یہ

آپ ﷺ کی رسالت کا تمہ اور تکمیل تھی اگر آپ ایسا نہ کرتے تو آپ نے اپنی رسالت کو صحیح ادا نہ کیا ہوتا۔ (الحکومة الاسلامیہ: ۱۸)

تضاد دیکھیں خمینی کہتا ہے آپ نے امامت کی وصیت نہیں کی دوسری جگہ کہتا ہے وصیت کی تھی۔

(۳)..... خلیفہ بنانے کا معاملہ نچ البلاغہ کی روشنی میں سماعت فرمائیں۔

”مسلمانوں نے جب امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ بننے کی دعوت دی تو انہوں نے اس خود ساختہ خلافت کی وصیت کے تار و پود بکھیر دیے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہوتی تو حضرت علی آپ کی مخالفت کیسے کر سکتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: میرے علاوہ کسی اور کو خلیفہ منتخب کرو، مجھے چھوڑ دو، اگر مجھے چھوڑ دو گے تو میں تم سے ہی ایک آدمی کی مانند ہوں اور میں اس کے لیے جسے تم خلیفہ بناؤ گے اس کی تم سے زیادہ بات سننے والا ہوں گا۔ اور زیادہ اطاعت کروں گا میں تمہارا وزیر بن کر رہوں یہ بہتر ہے کہ تمہارا امیر بنوں۔“ (نہج البلاغہ: ۱۸۱-۱)

اپنے ایک خط میں جو انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ارسال کیا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قرآنی شورائی نے جو جو حاکم چننے کا طریقہ بتایا تھا اس پر کامل ایمان تھا۔ اس لیے انہوں نے کہا تھا۔

”میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی حاضر کے لائق نہیں اسے اختیار کرے اور نہ ہی غائب کے لائق ہے کہ اسے مسترد کرے۔ مہاجرین اور انصار میں سے شورائی تھی یہ جسے اجتماعی طور پر امام کہیں گے وہ امام ہوگا یہ اللہ کی رضا کے لیے ہوگا اگر ان کے فیصلہ سے کوئی باہر نکلتا ہے تو وہ ملعون ہوگا یا بدعت والا ہوگا۔ اسے رد کر دیا جائے گا اگر وہ انکار کرتا ہے تو اس سے لڑا جائے کہ وہ مسلمانوں کی راہ کے خلاف راہ اپناتا ہے اور اللہ نے اسے ادھر پھیر دیا ہے جدھر وہ پھرا ہے۔“ (نہج البلاغہ: ۵۲۶-۶)

یہ اس بارے میں واضح نص ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو ٹوک کہا تھا کہ امام مہاجر و انصار نے منتخب کرنا تھا۔ آپ نے وصیت اور امامت کا ذکر نہ کیا تھا بلکہ تاکید سے کہا، میں بھی اسی طرح بیعت کیا گیا ہوں۔ جس طرح خلفائے راشدین کی بیعت کی گئی تھی۔ اور شورائی میں مہاجر و انصار شامل تھے۔ یہ ان کے شرف و فضل کی علامت ہے اور یہ جو خلیفہ کا انتخاب کریں گے اور امام کی بیعت ہوگی یہ اللہ کی رضا سے ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس خطاب میں کہیں بھی کسی قسم کا خلیفہ مقرر کرنے والی حدیث اور غدیر والی حدیث سے انہوں نے استدلال نہیں کیا۔ اگر ان کی حق امامت کے غصب ہونے کا معاملہ ہوتا تو وہ ان احادیث کا ضرور ذکر کرتے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو خلافت غصب کرنے کا فائدہ بھی کیا تھا۔ جبکہ امامیہ شیعوں کا خیال ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے علیحدہ کر دیا تھا اگر یہ ہوتا تو وہ دونوں اپنے بعد بیٹوں کو خلیفہ بناتے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کمیٹی میں شامل کیا تھا جو خلیفہ منتخب کرے گی۔ اور اپنے بیٹے کو جو کہ عالم و فقیہ تھے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں انہیں خلیفہ نہ بنانے کا حکم دیا تھا۔ اور صرف اتنی اجازت دی تھی کہ انہیں مشورہ میں شامل کرنا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ واحد خلیفہ راشد تھے جنہوں نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا کہ یہ مسلمانوں پر حکمرانی کریں اور ان کے امام ہوں چھ ماہ بعد انہوں نے امت میں وحدت پیدا کی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے اور اپنے نانائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کو پورا کر دیا۔ کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (مسلم: ۲۷۰۴)

مہدی کے متعلق اعتقاد کا جائزہ

(۱) مہدی کے متعلق مسلمان کتب میں جو نظریہ پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک اہل بیت کے آدمی ہوں گے آخر زمانہ میں نمودار ہوں گے ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ دین کی حمایت کرائیں گے۔ یہ زمین میں عدل و انصاف قائم کریں گے۔ جبکہ ان سے پہلے زمین جو رستم سے لبریز ہوگی۔

اس بارے میں واضح ترین یہ حدیث ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک یہ زمین ظلم و زیادتی سے نہ بھر جائے پھر میری عزت اور اہل بیت سے ایک آدمی نمودار ہوگا جو اسے عدل و انصاف سے مالا مال کرے گا جیسا کہ یہ پہلے ظلم و زیادتی سے بھری ہوگی اتنا ہی یہ عدل پھیلانے گا۔ (السلسلة الصحيحة: ۱۵۲۸، عن ابی سعید الخدری)

ایک یہ حدیث ہے، مہدی ہمارے اہل بیت سے ہوں گے ایک رات میں اللہ انہیں مصلح بنا دے گا۔

(مسند احمد: ۵۸-۲، وقد ضعفه البخاری و قال فی اسنادہ نظر)

ایک دوسری روایت میں ہے یہ امت کو خلافت راشدہ کے مطابق چلائیں گے ایک حدیث میں آتا ہے جب تک اللہ چاہے گانوت رہے گی پھر جب چاہے گا اسے اٹھا دے گا۔ پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت ہوگی۔ یہ جب تک اللہ چاہے گا رہے گی پھر اگر وہ چاہے گا تو اسے بھی اٹھالے گا۔ پھر الگ تھلگ بادشاہت ہوگی یہ بھی جب تک اللہ چاہے گا رہے گی پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت ہوگی پھر آپ خاموش رہے۔ (احمد، السلسلة الصحيحة: ۵)

ان احادیث کے ثبوت کے باوجود علمائے حدیث میں سے کافی علمائے کرام مہدی والی روایات کے تو اتنے پر متفق نہیں جس کی وجہ سے یہ مہدی والا نظریہ اعتقاد کے دائرہ سے نکل کر فروعی صورت اختیار کر گیا ہے اسے عقیدہ میں نہ لانے سے یہ اتنا کمزور چکا ہے کہ اسے نہ ماننے سے عقیدہ میں فرق نہ آنے تک نوبت پہنچ چکی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مہدی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ یہ مہدی والی احادیث ضعیف ہیں۔ لہذا یہ عقیدہ فروعی مسائل میں سے ہے فقہی مسائل کی مانند اسے تسلیم کرنا یا نہ کرنا جائز ہے۔ مہدی کے عقیدہ کے بطلان پر یہ صراحت ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں اور قرآن پاک میں اس کا ذکر نہیں آیا جن کا یہ نظریہ ہے ان میں سے ابن جوزی اور ابن خلدون ہیں متاخرین میں سے ابن بدران حنبلی اور طاہر بن عاشور توسی اور احمد امین، اور عبد المنعم الخیر اور عبد اللہ بن زید آل محمود ہیں۔ (مہدی منتظر هذه الخرافة: ۳۵)

شیعی رائٹر احمد بھی ان میں شامل ہو گیا ہے یہ کہتا ہے مستقبل میں مہدی کے ظہور کی کوئی قطعی دلیل نہیں۔

(التشیع السياسي والتشیع الديني: ۴۵۹)

ایک دینی اور سیاسی ایران کی شخصیت ہاشمی رفسنجانی بھی ان سے مل گیا ہے یہ کہتا ہے مہدی منتظر کا معاملہ صرف خرافات ہے۔

(۲)..... مہدی منتظر کا نظریہ شیعہ امامیہ کی کتب میں یہ ہے کہ امام مہدی منتظر اثنا عشری شیعوں کے نزدیک یہ ہے محمد بن حسن

عسکری علیہ السلام جو کہ ۲۶۵ھ میں غائب ہوا اس کی عمر پانچ یا سات برس تھی جب وہ سامراء شہر جو کہ بغداد کی شمال کی جانب ہے اس میں داخل ہوا اور چھپ گیا لیکن اس کا شیعہ کے ساتھ رابطہ راجد نہ بنوں کے ذریعہ رابطہ رہا اس نے انہیں اسی غرض کے لیے متعین کیا تھا انہیں نائب ہونے کا خصوصی لقب دیا گیا چھوٹی غیبت اور پوشیدگی کی مدت کے لیے وہ نائب تھے یہ مدت (۶۵) برس تھی۔ اس کے بعد امام کے نائبوں نے ان سے رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر بڑی پوشیدگی کا زمانہ شروع ہوا اس کا آغاز ۳۲۹ھ سے ہوا۔ یہ چھپا ہی رہے گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اس کے نکلنے کا زمانہ نہ آجائے۔ (الشیعہ والتصحیح: ۶۱)

اور شیعہ اس کے چھپنے کے مقام کی زیارت کرتے ہیں اس وقت سے لے کر یہ زیارت کی دعائیں اور مراسم ادا کرتے ہیں اور اسے نکلنے کے لیے پکارتے ہیں۔ (مصباح الجنات: ۲۲۵)

اس کے باوجود کہ مہدی کے معاملہ امامیہ شیعوں کے اصولی عقائد میں سے ہے مگر اس میں ان کا عجیب اختلاف ہے اس امام کی ولادت اور اس پر ایمان لانے میں کبھی کبھی کہتے ہیں اور کبھی کبھی کہتے ہیں، کلینی، فقی اور مجلسی کہتے ہیں کہ یہ امام سامراء کے غار میں ہے اور اس کے ساتھ ایمان لانا اصول مذہب میں شامل ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

(الزام الناصب فی اثبات الحجة الغائب: ۱۳۵-۱)

اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر یہ روایات نقل کرتے ہیں۔ جن میں امام کی ولادت کا انکار کیا جاتا ہے۔

(اصول الکافی: ۱۰۵۰۵؛ بذل المجہود: ۲۶۷-۱)

کئی روایات میں مفید، طبری، طوسی اور فقی ذکر کرتے ہیں کہ حسن عسکری کا کوئی بچہ نہ تھا۔ اس کی وراثت نہ تھی اس کی وراثت اس کی بیوی، اس کے بھائی جعفر اور ابراہیم کے درمیان تقسیم ہوئی تھی۔

(الغیبة: ۷۴؛ الارشاد: ۳۴۵؛ اعلام الوزی: ۳۸۰؛ المقالات والفرق: ۱۰۲)

اور بعض کتابوں میں اس سے انکار منقول ہے کہ جعفر نے جو کہ امام حسن عسکری کا حقیقی بھائی ہے اس نے کہا ہے کہ میرے بھائی حسن کے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اس انکار پر انہیں برا بھلا کہا جاتا ہے حالانکہ یہ اہل بیت میں سے تھے۔

کلینی کہتا ہے کہ جعفر علانیہ فاسق ہے فاجر ہے اور بے حیا ہے اور شراب نوش ہے ایسا آدمی میں نے کم ہی دیکھا ہے اور یہ سب سے زیادہ اپنی ہتک عزت کرنے والا ہے یہ حقیر ہے۔ (اصول الکافی: ۱۰۵۰۴)

مہدی منتظر کے بارے میں اور اس کی تحدید میں شیعہ مختلف ہیں اور ان میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے حالانکہ یہ ان کے نزدیک فقہ کے فروعی مسائل میں سے نہیں۔ بلکہ امامت کا مسئلہ ان کے دین کی اصل ہے اور اس سے اوپر صرف ربوبیت ہے اور کوئی نہیں آیت اللہ کا ظم حارّی کہتا ہے جو روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ امامت کا مقام دیگر تمام مقامات سے بلند تر ہے سوائے ربوبیت کے مقام سے یہ امامت کے اوپر ہے یہ ایک قطعی بات ہے جہاں تک ممکن ہو انسان اس سے وابستہ رہے۔

(الامة و قيادة المجتمع: ۲۶)

سب سے پہلے جس کے لیے مہدویت اور غیبت کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ سبائی گروہ نے یہ دعویٰ کیا تھا۔

کیسانہ گروہ نے محمد بن علی جو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے ان کے مہدی ہونے کا کہا ایک گروہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت زید بن علی کے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور ایک گروہ نے محمد، جنہیں زکیۃ النفس کا لقب ملا ہے ان کے مہدی ہونے کا کہا ہے۔ ایک گروہ نے محمد بن علی باقر کے مہدی ہونے کا کہا ہے۔ ناووسیہ گروہ کا کہنا ہے جعفر صادق مہدی ہیں۔ بعض نے کہا ان کا بیٹا اسماعیل مہدی ہے جب موسیٰ کاظم کچھ دیر کے لیے پناہ گزریں ہوئے تو ان کی غیبت صغریٰ کا انہوں نے اعلان کر دیا جب یہ فوت ہوئے تو ان کی غیبت کبریٰ کا اعلان کیا یہ اعلان کرنے والوں کا نام واقفہ ہے بعض نے محمد بن ہادی کے مہدی ہونے کا اعلان کیا۔ ایک فرقہ نے حسن عسکری کے مہدی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اثنا عشری فرقہ نے ان کے بیٹے محمد کو مہدی قرار دے دیا کچھ نے کہا، مہدی کی حد بندی نہیں وہ اہل بیت میں سے ہے مگر اس کا تعین نہیں۔

(العصمة: ۱۲۸؛ تطور الفكر السياسي الشيعي: ۱۱۳)

امام کی شخصیت کی حد بندی میں مہدی کی حد بندی سے بھی زیادہ ان میں اختلاف ہے یہی وجہ ہے یہ اتنے زیادہ فرقوں میں بٹ گئے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے علامہ مقریزی کے نزدیک ان کی تعداد ۳۰۰ تک ہے۔ (الخطط: ۲۰۵۱) شیعہ کے نزدیک قابل اعتماد کتابوں میں جو کہ درج ذیل ہیں ان کو شمار بھی کیا گیا ہے۔ کتاب (۱) فرقہ نوبختی (۲) المقالات والفرق للقمی (۳) رجال الکشی (۴) مقاتل الطالیین ملا اصفہانی (۵) الکافی للکلینی وغیرہ۔

ہم نیچے وہ اختلاف جو ائمہ کے بارے میں امامیہ شیعہ میں مسلسل اضطراب کا باعث بنا ہوا ہے اس کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے لڑکے علی سجاد جو کہ زاہد و عابد ہیں اور یہ شیعوں سے علیحدہ ہو گئے تھے اور بغاوت کی جتنی بھی کوششیں ہو رہی تھیں انہیں چھوڑ دیا اور ان سرگرمیوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور جن لوگوں نے آپ کے باپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بے یار و مددگار چھوڑا تھا ان سے بھی پہلو ہتی کر لی۔ کوئی ملامت نہ کی۔ اب شیعہ محمد حنیفہ کے گرد جمع ہوئے اور کیسانہ کا گروہ لے کر مختار ثقفی نے خروج کیا جب یہ محمد بن حنیفہ فوت ہوئے تو انہوں نے ان کے بیٹے ابو ہاشم کی امامت کا دعویٰ کر دیا۔ جب یہ بھی فوت ہوئے تو ان کے پیروکار فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ (۱) العباسیہ (۲) حسینیہ (۳) جناحیہ، یہ فرقے وجود میں آئے جب سجاد فوت ہوئے تو ایک فریق نے ان کے بیٹے باقر کی بیعت کی اور دوسرے گروہ نے ان کے بھائی زید کی بیعت کی یہ زید یہ فرقہ کہلوائے۔ ایک جارود یہ فرقہ ہوا جنہوں نے اسے کافر قرار دیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ امامت پر نص موجود ہے یعنی یہ شریعت کا حکم ہے اور یہ فرقہ اس کی امامت کا قائل ہے جو گھر سے نکل کر تحریک چلاتا ہے جو گھر بیٹھا رہے وہ امام نہیں۔

ایک فرقہ کا مذہب ہے کہ امام باقر کی وفات کے بعد امامت ان کے بیٹے جعفر صادق میں منتقل ہوئی ہے امامت کا نظریہ متعدد بار قلابازیاں لگا تا رہا ہے اس نے اکثر لوگوں کو ٹولیوں میں بانٹ دیا ہے۔ جعفر صادق کی زندگی میں ان کا بڑا بیٹا اسماعیل فوت ہوا تو یہ فرقہ حیرت زدہ ہوا کہ یہ اللہ کی طرف سے امام متعین ہونے والی بات تو درست نہ رہی کہ بیٹا تو باپ سے پہلے ہی فوت ہو گیا ہے یہ پھر تقسیم ہو گئے۔ خطابیہ فرقہ وجود میں آیا اس نے کہا یہ فوت نہیں ہوا بھاگ گیا ہے اور اسماعیلیہ فرقہ وجود میں آیا جنہوں نے فاطمیہ، عبیدیہ کی حکومت مغرب اور مصر میں قائم کی ایک فرقہ نے امامت کے نظریہ سے رجوع کیا اور اس کا انکار کر دیا۔

امام صادق جب اپنے بڑے بیٹے اسماعیل کے بعد فوت ہوئے تو ایک فرقہ نے کہا، کہ امام صادق فوت نہیں ہوئے یہ تو صرف غائب ہوئے ہیں اور یہی مہدی منتظر ہیں اس فرقہ کا نام ناووسیہ ہے ایک فرقہ عبداللہ فطح کی امامت کا قائل ہے۔

اس کے بعد امامت کے نظریہ نے ایک اور پلٹا کھایا۔ جب عبداللہ فطح کی وفات ہوئی یہ ان کے باپ امام صادق کی وفات سے (۷۰) دن بعد فوت ہوئے تھے ان کی اب اولاد باقی نہ تھی تو ان کے پیروکاروں نے اختلاف کیا اور تھوڑی سی جماعت باقی رہ گئی جن کے فرقوں کے نام یہ تھے، موسویہ اور فطعیہ، امام عبدالقادر بغدادی نے جعفریہ کی یہ اقسام بھی لکھی ہیں:

(۱)..... ہشامیہ، یہ ہشام بن حکم یا ہشام بن سالم جو اہل بقی کے پیروکار ہیں۔

(۲)..... زرارہ فرقہ ہے یہ زرارہ بن اعین کے ماننے والے ہیں۔

(۳)..... شیطانہ فرقہ ہے یہ شیطان طاق، ابو جعفر کے پیروکار ہیں۔

(۴)..... کالمیہ، یہ ابوکامل کے پیروکار ہیں (الفرق بین الفرق ۱۷) ایک فرقہ ہے جنہوں نے ”بداء“ کا عقیدہ ایجاد کیا ہے وہ

یہ ہے کہ بڑے بیٹے کی اپنے باپ سے پہلے وفات ہو جائے تو یہ بداء ہے یہ امامیہ شیعہ کا ایک اہم عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امامت کے توارث کے لیے عمودی تسلسل جاری کیا ہے کہ باپ کی وفات کے بعد اس کے بڑے بیٹے کی امامت کو ماننا واجب ہے حتیٰ کہ اس کے چھوٹے بھائی تک کی امامت بھی ماننا ضروری ہے اس فرقہ کو ماننے والوں کو بھی اس بداء کے نظریہ کی پوشیدگی کا علم نہیں حالانکہ یہ اسے اپنے دو اماموں ہادی اور عسکری کے مزاروں کی زیارت کے وقت اپنی دعاؤں میں دہراتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو تم دونوں وہ ہو کہ تمہارے معاملہ میں اللہ نے بداء کیا ہے (مفتاح الجنان: ۹۲۹) موسیٰ موسوی بداء کی تعریف یہ کرتا ہے یہ بداء اللہ کی قدرت اور صفات پر چھا گیا ہے (الشیعہ واضح: ۱۷۷) یعنی باپ کے بعد بڑا بیٹا ہی امام بنے گا یہ اللہ کو ضروری کرنا پڑتا ہے ان کا خیال ہے کہ اللہ نے اسماعیل کے معاملہ میں بداء کیا امامت ان کے تیسرے یا چوتھے بیٹے میں منتقل کر دی جو کہ جعفر ہے جنہیں موسیٰ کاظم کہتے ہیں مگر کاظم ان پر انکار کرتے تھے وہ اس عقیدہ سے علیحدہ تھے اور اپنے معاملہ کو چھپائے ہوئے تھے وہ بداء کے قائل نہ تھے۔ اسی طرح یہ امامت کا نظریہ پلٹتا رہا جب امام رضا فوت ہوئے اپنا بیٹا جواد پیچھے چھوڑا یہ سات برس سے بھی چھوٹے تھے اب انہوں نے کہا یہ طفل مکتب مسلمانوں کی امامت پر کیسے کھڑا کیا جائے، اب ان میں نئی تقسیم کا آغاز ہوا۔

چند سال بعد امامت کے نظریہ نے ایک اور کروٹ لی جب امام علی ہادی کا بڑا بیٹا فوت ہوا جس کا نام محمد تھا یہ اپنے باپ کی زندگی میں ہی فوت ہوا تو اسماعیل کی مانند وہی بات دوبارہ رونما ہوئی کہ انہوں نے ان کی موت کا انکار کر دیا اور بداء کا نظریہ پیش کر دیا کہ امامت نیچے چلی جائے اس کے بعد والا بڑا امام ہوگا۔

اس کے بعد ایک اور بڑی پریشانی اور حیرت نے جنم لیا ہے جب حسن عسکری لا ولد فوت ہو گئے تو عبداللہ بن فطح بن صادق والی مشکل پھر آن پڑی اب یہ چودہ فرقوں میں بٹ گئے ہر فرقہ کا وہ نظریہ ہے جو دوسرے فرقہ کا نہیں ان فرقوں میں سے ایک امامیہ کا اثنا عشری فرقہ ہے اس نے کہا ہے کہ ان کا لڑکا ہوا تھا جو اپنے باپ کی وفات سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام ”محمد“ رکھا گیا تھا انہوں نے ان کے مہدی ہونے اور غیب ہونے کا دعویٰ کیا ہے اسے ہی مہدی کا منتظر قرار دیتے ہیں اس نظریہ کا حامل فرقہ امامیہ کے دسیوں

فرتوں میں سے ایک ہے۔ (العصمة: ۱۱۵؛ کتاب تطور الفكر السياسي الشيعي: ۵۶)

(۳) ان شیعہ علماء کے اقوال جو مہدی کا معاملہ ایک فرضی خیال تصور کرتے ہیں۔

ائمہ اہل بیت میں سے ایک بھی امام سے روایت نہیں آتی جس میں مہدی کے وجود اور ولادت کا ذکر ہو ہمارے ہمعصر شیعہ عالم نے اس قضیہ کا پیچھا کیا ہے جس کا نام عبدالرسول عبدالزہرہ لاری ہے۔ اس نے اپنی بحث میں جو اس نے مسئلہ مہدی پر نشر کیا ہے جو کہ (۵۰۵) صفحات پر مشتمل ہے اس کا نام اس نے ”تطور الفكر السياسي الشيعي من الشورى الى ولاية الفقيه“ میں رکھا ہے اور اسے احمد اکاب کے نام سے مستعار لیا ہے پھر کچھ دیر بعد اس نے خود اعلان کیا ہے اور مختلف حلقوں میں اس نے خود تشریح کرتے ہوئے کہا ہے اور پھر یہ وہ آدمی ہے جس نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ، نجف اور قم کے مدارس میں پڑھتے پڑھاتے گزارا ہے اور مہدی کے متعلق وہاں مراجع اور کتابیں دیکھتا رہا ہے یہ کہتا ہے میں اس مہدی والے معاملہ کی گہرائی میں اترتا رہا ہوں میری حیرت میں اضافہ ہوتا رہا ہے اس نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں کہا ہے مہدی والی روایات میں تناقض واقع ہے وہ کہتا ہے اثنا عشری شیعہ مذہب میں مہدی کے بارے میں صحیح حدیث کے وجود کے بارے میں وہ کہتا ہے مہدی کے بارے میں جو بھی بیان ہے وہ گمراہ کن ہے اور اسے بیان کرنے والا طاغوت ہے۔ (الفکر السياسي: ۴۴۷) اور یہ سوالیہ انداز پر پوچھتا ہے کہ شیعہ حکومتیں جتنی بھی تاریخ میں نمایاں ہوئی ہیں ان کے قائد حتیٰ کہ آج کے ایران والے بھی سب طاغوت ہیں کیونکہ یہ مہدی کا نظریہ رکھتے ہیں ان کے علم گمراہی کے علم ہیں یہ جو میں نے کہا ہے یہ امامیہ شیعہ کی صحیح اور قابل اعتماد نص کے مطابق ہے۔

احمد اکاب بحث کے آخر میں لکھتا ہے ائمہ اہل بیت نے حکم و حیات میں شوری کے مطابق چلنے کا حکم دیا ہے، ولایت فقیہ کا حکم نہیں دیا ان کے نزدیک ولایت فقیہ کو ایسی صلاحیت دیتی ہے جو رسول اکرم ﷺ کی صلاحیت کے مشابہ ہے۔ نیز متکلمین کے نظریات کو ائمہ نے چھوڑ دیا ہے کہ عصمت کے بارے میں اور اپنی نسل میں سلطنت کے توارث میں جو متکلمین کہتے ہیں ائمہ نے یہ نظریہ قبول نہیں کیا۔

یہ وہ حقیقت ہے جس تک اس ہمارے ہمعصر تبصرہ نگار نے پہنچایا ہے اس نے اہل بیت کی ولایت اور ائمہ کی عصمت کے مذہب کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔

باقی رہا مہدی یہ متکلمین کا وہم ہے اور فرضی خیال ہے جو انہوں نے اہل بیت کی وراثت میں داخل کیا ہے اس فرضیت کی بنیاد امام محمد بن حسن عسکری کا وجود ہے جنہیں مہدی منتظر کہا جاتا ہے اہل بیت نے اسے کبھی قبول نہیں کیا نہ وہ اسے پہچانتے ہیں۔ طویل عرصہ سے شیعہ نے مہدی کے نظریہ کو تاریخ کے میدان سے نکال دیا ہے۔ (تطور الفكر السياسي: ۴۴۷)

مؤلف نے اپنی بحث میں مہدی کے نائبوں کا مسئلہ بھی اٹھایا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ایک دجالوں کی قوم ہے جنہوں نے نیابت کا دعویٰ کیا ہے تاکہ مالوں کے پانچویں حصہ سے اپنی تجوریاں بھریں اور جو غلہ کے باکسوں میں عطیات آتے ہیں ان پر قبضہ کریں اس مؤلف نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ طوسی اور مجلسی نے ابو جعفر محمد بن علی شلمغانی کو مہدی کا نائب قرار دیا ہے اور یہ نائب ان مالوں میں جو جھگڑا کرتے ہیں ان کا ذکر بھی کیا ہے کہ یہ اس کام میں ایسے لپکتے ہیں جیسے کتے مردار پر دھاڑتے ہیں۔ (الغیبة

للطوسی: ۳۹۱؛ البحار: ۵۱-۳۵۹) مہدی کے وجود کے ثبوت پر امامیہ کی روایات کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

یہ روایات ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا ہے حالانکہ یہ انہیں بیان کرتے جا رہے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ یہ ضعیف ہیں اور کمزور روایات ہیں باقاعدہ اس نے اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے کہ اثنا عشری شیعہ میت کو جنم دیتے ہیں یعنی مہدی کا نظریہ دیتے ہیں جس کا وجود ہی نہیں۔ اس نے یہ تاکید کی ہے کہ امامت الہیہ تک رسائی حاصل کی جائے وہ امامت جو شیعہ کی ہے اس کا رستہ بند ہو چکا ہے جب حسن عسکری کی ۲۶۰ء میں وفات ہوئی تھی انہوں نے اولاد چھوڑی تھی اور نہ ہی اشارہ سے اور نہ ہی واضح وصیت سے کسی کو اپنے بعد امام مقرر کیا تھا۔ (التشیع السیاسی والتشیع الدینی: ۳۴۷)

یہ ایک عجیب بات ہے کہ محمد صادق صدر نے اپنی انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے جو کہ مہدی کے متعلق ہے اور پانچ جلدوں میں ہے اس میں اس نے یہی کمزور روایات بیان کی ہیں اور اعتراض کرنے والوں کے رد میں دلائل بیان کرتے ہوئے اقرار کرتا ہے وہ حدیث جس پر اعتماد کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے تاریخی حیثیت سے اس کا ثبوت کمزور ہے راویوں کے جہول ہونے کی وجہ سے یہ ضعیف ہے مؤلف کے اس اعتراف کے بعد ان جلدوں کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ (المہدی المنتظر: ۴۵۳)

احمد کاتب نے یہ بھی نقل کیا ہے جو اثنا عشری فرقہ نے فطیہ شیعہ کی تردید کی ہے جنہوں نے چھپے ہوئے لڑکے کے وجود کا دعویٰ کیا ہے کہ امام عبداللہ الفطح بن جعفر صادق کا یہ لڑکا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ لڑکا پوشیدہ پیدا ہوا ہے اور یمن میں چھپ گیا ہے جو کہ مہدی منتظر ہے۔ امامیہ نے ان کی تردید کی ہے یہ کہتے ہیں انہوں نے ایک شخص کے وجود کو گھڑا ہے جو کہ وہی ہے یہ شخص جس کو انہوں نے گھڑا ہے وہ امام مہدی محمد بن عبداللہ الفطح ہے یہ چیز ان کو بندگی میں لے گئی ہے۔

کاتب نے ان کی اس بات کا بھی تعاقب کیا ہے کہتا ہے اثنا عشری فرقہ نے حسن عسکری کے لیے ایک بیٹے کے وجود کو فرض قرار دیا ہے یہ انہوں نے مجبور ہو کر کیا ہے تاکہ اس حیرت کدہ سے باہر آسکیں جس کی آندھی امامیہ شیعہ نے تیسری صدی ہجری میں چلائی تھی کہ مہدی منتظر آنے والا ہے۔ (تطور الفكر السیاسی: ۱۹۰)

یہ احمد کاتب ہی نہیں جو مہدی کے متعلق روایات کو ضعیف قرار دیتا ہے بلکہ ایک بہت بڑا شیعہ عالم محمد باقر بہبودی نے بھی مہدی کے متعلق تمام روایات کو مصنوعی قرار دیا ہے یہ جو اوپر لکھا گیا ہے یہ اس نے اصول کافی پر تحقیق میں لکھا ہے اس کے ساتھ ایران کے انقلاب کا ایک اہم آدمی جو مرشد علی خامنائی کے بعد سب سے بڑا ہے شیخ ہاشمی رفسنجانی بھی اس کے ساتھ شامل ہے یہ کہتا ہے ایرانیوں کا حق ہے کہ اس حقیقت کو جانیں کہ مہدی منتظر کا نظریہ اور شیعہ کے بارہویں امام کا نظریہ محض خرافات ہے اس کی صحت کی کوئی بنیاد نہیں۔ یہ وقت ثابت کرے گا یہ وہم ہے ایرانی جس کی تصدیق کر رہے ہیں (ویڈیو رپوٹ اے۔ آر) رفسنجانی کی یہ گفتگو شیعہ عقائد پر ایک سخت طمانچہ تصور ہوتی ہے کیونکہ وہ ان دونوں باتوں کے منکر کو کافر اور مرتد کہتے ہیں۔

ایران کا صدر احمدی نژاد کہتا ہے۔ امام مہدی دنیا کو چلا رہا ہے ہم اس کا دست تدبیر کندہ دیکھ رہے ہیں وہ سارے ملکوں میں کارفرما ہے۔ (خطاب طلاب الفقہ اور جریدۃ النہار: ۵-۸-۲۰۰۸ء)

اہم مرکزی کردار محمد صدر کہتا ہے: امریکہ نے مہدی کے ظہور کے لیے ایسی اندرونی قوتیں پیدا کر دی ہیں خیال ہے کہ مہدی

جلدی نمودار ہوگا اور پہینا گان مکمل توجہ اور شان کے ساتھ اس بات کا خیال رکھے ہوئے ہے فقط اس مہدی کی شخصیت کی صورت کی ضرورت ہے تاہم مہدی کی صورت کا وجود متعین نہیں۔ (یوٹیوب۔ سی او ایم)

(۴) قرآن کی رو سے غیب رہنا قابل سزا جرم ہے

فارسی شیعوں نے صرف امام کی ذات کی حد بندی تک ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کا نام بھی متعین کر دیا ہے اس کے اعتقاد کو اصول دین میں سے اور دین کے ارکان میں سے قرار دیا ہے اور اسے ایسا رکن قرار دیا ہے کہ اس کے بغیر ایمان درست قرار نہیں پاتا۔ جو اس عقیدے کا انکار کرتا ہے وہ اتنا بڑا کافر ہے کہ ملت اسلامیہ سے خارج ہے اور اس کا خون بہانا جائز ہے۔ اس بنیاد پر تو کروڑوں اہل سنت والجماعت اور زید یہ اور اسماعیلیہ شیعہ فرقے سوائے اثنا عشری امامیہ شیعہ کے سب کافر قرار پاتے ہیں۔

آیت اللہ ابو القاسم خانی نے واضح کہا ہے کہ مومن سے مراد یہ ہے کہ جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اور (۱۲) اماموں کو مانتا ہے جن میں سے سب سے پہلے علی بن ابی طالب ہیں اور آخری قائم اور حجت اور منتظر ہے۔

(مصباح الفقہاء: ۱-۳۲۳)

علی میلانی کہتا ہے مہدی کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے، جو اس کا انکار کرتا ہے وہ مرتد شمار ہوگا۔

(الامامہ فی اہم الكتب الکلامیہ: ۲۷۹)

جب یہ اس مرتبہ کا عقیدہ ہے تو اس عقیدہ کی اس بلند سطح کے پیش نظر بہت اہمیت ہے اس کی اصل ہمیں قرآن کریم سے تلاش کرنی چاہیے جو صریح ہو اس میں شبہ نہ ہو اور نہ تاویل قبول کرے جیسا کہ دین کی ہر اصل میں یہ قانون ہے مگر تلاش بسیار کے باوجود ہمیں اس عقیدہ کی اصل قرآن کریم سے نہیں ملی بلکہ اس کے برعکس یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی یونس علیہ السلام کو ڈانٹا ہے جب انہوں نے اپنی قوم کو چھوڑا اور باہر چلے گئے اور ان کے سامنے تبلیغ کی ذمہ داری پوری کرنے کی بجائے وہ غائب ہو گئے۔ اگر غائب ہونے سے حجت قائم ہو جاتی تو انہیں ڈانٹ نہ پلائی جاتی۔ نبی یونس علیہ السلام کے غائب ہونے اور قوم کو چھوڑ جانے سے قوم کے حق میں حجت پوری طرح قائم نہ ہوئی تھی قوم سے عذاب اٹھ گیا مگر غائب ہونے کی وجہ سے یونس علیہ السلام کو سرزنش ہوئی۔ اگرچہ آپ نبی تھے تو امام غائب ہوتو اسے کیوں سرزنش نہ ہوگی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد گرامی ہے:

﴿إِذَا لَاقَيْتَكَ ضَعُفَ الْحَيَوةُ وَضَعُفَ الْمَكَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ۝﴾ (الاسراء: ۷۵)

”تب ہم آپ کو زندگی کا دگنا اور موت کا دگنا عذاب چکھائیں گے پھر تو اپنے لیے ہمارے اوپر مددگار نہ پائے گا۔“

اس میں اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکوں کی جانب میلان کی صورت میں جو کہ ناممکن ہے عذاب کی وعید سنار ہے ہیں یہ غائب امام تو بے بنیاد ہے یہ تو وعید کے زیادہ حقدار ہیں۔

امام کا غائب ہونا امامت کے وظیفہ سے باہر ہونا ہے جیسا کہ یہ شیعہ خود اس کے قائل ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں یہ امام جو غائب ہے یہ اپنے ہر عمل سے بے کار ہے۔ اس نے اپنے شیعوں کو ان کی جانوں کے حوالہ کر کے بے یار و مددگار چھوڑ کر اور خود خوفزدہ ہو کر چلا گیا ہے اس صورت میں تو یہ سزا کا مستحق ٹھہرا۔ امام کا وجود ظاہر ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اختلاف دور کرے حجت قائم کرے دین کی تعلیم دے۔ اور قرآن کی تفسیر کرے حجت کیسے ظاہر ہوگی جب حجت قائم کرنے والا خود خائف و غائب ہو۔ اگر امام ہی مخلوق پر اللہ کی حجت ہے تو پھر اس کے غائب ہونے سے حجت بھی غائب ہو جاتی ہے اور دین باطل قرار پاتا ہے۔ (العصمة فی منظور القرآن الکریم: ۱۵۰)

بعض یہ کہنا شروع ہوئے کہ مہدی کبھی ایک جگہ پر ظہور کرتا ہے کبھی دوسری جگہ پر یہ مدینہ منورہ میں دیکھا گیا ہے۔

(برنامج الحوار الصریح بعد التراويح (رمضان: ۱۴۲۸ھ) التقی بالامام المنتظر۔ یوٹیوب)

انہوں نے مشہور کیا تھا بغداد کی جامع مسجد براثا میں بھی امام ظاہر ہوا تھا کچھ کہتے ہیں امام مکہ میں چھپا ہے۔

(الغیبة للطوسی: ۱۰۳)

محمد باقر مجلسی کہتا ہے جس سے اس کی حیرت اور عدم علم کا پتہ چلتا ہے کہ مہدی کس جگہ پر چھپا ہے کہتا ہے کاش میری سمجھ میں آجائے کہ اے امام! تو کس زمین پر ہے اور تو کہاں نظر آئے گا۔ رضوی پہاڑ پر دکھائی دے گا یا کہیں اور نظر آئے گا یا ذی طویٰ میں یا یمن میں یا وادی شمرخ میں یا جزیرہ خضراء میں دکھائی دے گا آخر کہاں نظر آئے گا۔ (بحار الانوار: ۱۰۸/۱۰۲)

(۵) اہل سنت اور امامیہ کے درمیان مہدی کے موازنہ

درج ذیل میں ہم مہدی مذکور کے بارے میں اہل سنت کی روایات اور اہل تشیع کی کتابوں کے جو نمایاں فرق ہیں ان کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

(۱)..... اہل سنت کی روایات میں مہدی کی پہچان یہ ہے کہ ان کا اپنا نام اور ان کے والد کا نام نبی ﷺ کے نام اور ان کے باپ کا نام نبی ﷺ کے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔

(۱)..... امامیہ شیعہ کے مراجع میں مہدی کی یہ تفصیل ہے کہ یہ امام محمد بن حسن عسکری ہے اس کے اسماء والقب بہت زیادہ ہیں ان میں سے منتظر، حجت، قائم، صاحب زماں، خسرو مجوس ہیں یہ سننالیسویں امام کا لقب ہے۔

(النجم الثاقب فی احوال حجة الغالب: ۱۸۵-۱)

اس کے نام کے ساتھ (عج) کی رمز بھی دی جاتی ہے اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ اس امام کو جلدی سے کشادگی دے اس کے نام میں پرویز بابا، اور بہرام بھی ہے حالانکہ یہ دونوں فارس کے کسریٰ کے نام ہیں۔

(الزام الناصب فی اثبات حجة الغائب: ۴۲۷-۱)

(۲)..... اہل سنت کے نزدیک امام مہدی کی ولادت اور حیات طیبہ کی اصلاح اللہ تعالیٰ ایک رات میں کر دیں گے پھر

ان کا ظہور ہوگا۔

(۲)..... شیعہ کے نزدیک ان کا حمل اور ولادت ایک ہی رات میں ہوگی، ان کی والدہ ران میں ان کے ساتھ حاملہ ہوں گی

اور ان ہی سے جنم دیں گی تاکہ نجاست سے آلودہ نہ ہوں۔ (بذل المجہود: ۲۳۹-۱)

(۳)..... امام مہدی مساجد تعمیر کریں گے اور انہیں آباد کریں گے یہ اہل سنت کے مہدی ہیں۔

(۳)..... شیعہ کہتے ہیں مہدی مساجد خراب کرے گا انہیں گرائے گا۔ کعبہ مشرفہ اور مسجد نبوی کو ویران کرے گا۔ روئے

زمین پر ایک بھی مسجد باقی نہ چھوڑے گا۔ (بحار الانوار: ۳۳۸-۵۲، الغیۃ: ۲۸۲)

مجلسی لکھتا ہے جب القائم یعنی مہدی برپا ہوگا تو مسجد حرام کو گرادے گا حتیٰ کہ بنیاد تک مٹا دے گا اور مقام ابراہیم کی جگہ تبدیل کر

دے گا اور بنو شیبہ کے ہاتھ کاٹ کر کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دے گا اور یہ لکھ دے گا یہ کعبہ کے چور تھے یہی حال مسجد نبوی کا کر دے گا۔

(الرجعہ: ۱۸۴؛ البحار: ۳۳۹-۵۲) میں ہے جب القائم کھڑا ہوگا تو کوفہ کی جانب جائے گا وہاں کی چار مساجد گرادے گا۔ روئے

زمین پر ایک بھی نامور مسجد باقی نہ رہے گی مگر وہ اسے گرا کر زمین کے ساتھ ہموار کر دے گا۔ اور زمین چٹیل میدان بن جائے گی۔

(۴)..... اہل سنت کا امام مہدی اسلام اور مسلمانوں کی مدد کرے گا۔

(۴)..... شیعہ کا مہدی، امامیہ شیعہ کی حمایت کرے گا اور ان کے دشمنوں سے انتقام لے گا۔ اور ان کے حقوق دلانے کا جو

صدیوں پہلے دوسرے فرقوں نے غصب کر رکھے تھے۔ (بحار الانوار: ۳۳۹-۵۲؛ کشف الغمہ: ۴۴۶-۲)

(۵)..... اہل سنت کے امام مہدی کسی جنس میں فرق نہ کریں گے۔

(۵)..... شیعہ کا امام عرب سے بغض رکھتا ہے یہ انہیں ذبح کرے گا اور قریش سے جنگ کرے گا یہ صرف تلوار ہی چلائے

گا۔ (بحار الانوار: ۳۱۸-۵۲؛ کشف الغمہ: ۴۴۶-۲)

نعمانی، طوسی اور مجلسی کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ کا قول ہے ہمارے اور عرب کے درمیان صرف ذبح کرنا ہوگا جب مہدی برپا ہو

گا۔ تو خونریزی ہوگی یہ قتل و غارت عرب کے (۷۰) قبائل میں ہوگی۔ (الغیۃ: ۴۷۵؛ البحار: ۳۳۳-۵۲)

مجلسی امام صادق سے بیان کرتا ہے۔ جب آل محمد کا مہدی اٹھے گا تو قریش سے (۵۰۰) آدمیوں کی گردنیں اڑا دے گا یہ

چھ مرتبہ ایسا کرے گا۔ (البحار: ۳۳۸-۵۲)

(۶)..... اہل سنت کے امام مہدی نبی ﷺ کے ساتھیوں سے محبت کریں گے اور ان سے راضی ہوں گے اور امہات

المؤمنین سے اظہار رضا مندی کریں گے۔

(۶)..... اور شیعہ کے نزدیک امام مہدی کا یہ عمل ہوگا کہ یہ صحابہ کرام کو ان کی قبروں سے نکالے گا پھر انہیں جلانے کا اور

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو ایک تنے پر سولی دے گا اور پھر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نکالے گا اور ان پر زنا کی حد قائم کرے گا۔

(بحار الانوار: ۳۷۶-۵۲؛ حق الیقین: ۳۴۷؛ منتهی الامال: ۳۴۱-۲)

(۷)..... اہل سنت کے امام مہدی قرآن کے ساتھ فیصلہ کریں گے اور سنت پر عمل کریں گے اور امت کی قیادت خلافت

راشدہ کی مانند نبوت کے طریقے پر کریں گے۔

(۷)..... شیعہ کا امام مہدی داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے فیصلہ کے مطابق کرے گا جب آل محمد کا مہدی اٹھے گا تو وہ کسی گواہی کا

سوال نہ کرے گا۔ وہ مذکور دونوں پیغمبروں کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ (اصول کافی: ۳۹-۱) اور یہ ایسا نظام لائے گا اور

جدید قوانین نافذ کرے گا، جدید کتاب اور جدید نظام قضا لائے گا جو عربوں کے لیے بہت سخت ہوگا۔ یہ صرف تلوار سے واسطہ رکھے گا کسی سے تو بہ کا مطالبہ نہ کرے گا۔ اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت والے کی ملامت سے نہ ڈرے گا۔

(بحار الانوار: ۳۵۴-۵۲، الغیبة: ۲۳۳)

(۸)..... اہل سنت کا امام لوگوں کے درمیان عدل پھیلانے کا اور اسلامی شعائر نہایت ہی نرم انداز میں عام کرے گا اور اپنے سات سالہ دور حکومت میں درگزر سے کام لے گا۔

(۸)..... شیعہ کا امام مہدی یہ ہے کہ وہ تلوار سونت لے گا لوگوں میں سے ۹۱۰ حصہ تہ تیغ کر دے گا (الغیبة: ۱۴۶) اور یہود و نصاریٰ سے صلح کرے گا یہ قتل و غارت اس وقت تک جاری رکھے گا حتیٰ کہ لوگ پکاراٹھیں گے یہ آل محمد ﷺ سے نہیں اگر یہ ان سے ہوتا تو رحم کرتا۔ (بحار الانوار: ۳۵۳-۵۲، الغیبة: ۱۳۵)

(۹)..... اہل سنت کا امام مہدی اللہ سے حمایت یافتہ اور تائید شدہ ہوگا ظلم پر و حکومت سے جنگ آزما ہوگا اور مشرق و مغرب کا حکمران ہوگا۔

(۹)..... شیعہ کا امام مہدی چھپا ہے، کیونکہ اسے قتل ہونے کا ڈر ہے وہ عنقریب نکلے گا اور ظلم و وجود کی حکومت زوال پذیر ہوگی اور اسے اپنی جان کے قتل سے امن ہوگا۔ (الغیبة: ۱۹۹)

بعض قارئین کرام کا یہ خیال ہے کہ اوپر دی گئی تفصیل اور موازنہ ان کی پرانی کتابوں سے ماخوذ ہے جن پر زمانہ گزر گیا ہے۔ آج کے امامیہ شیعہ علما بدل چکے ہیں یہ خیالات ان کے نہیں۔ لیکن اس زمانہ کا علی کورانی مئی اس وہم کا ازالہ کر دیتا ہے اس نے اپنی کتاب کے شروع میں یہ عنوان لکھا ہے ”عصر الظہور“ پھر بات کرتا ہے کہ یہ مہدی جس کا ذکر ہوا ہے وہ اپنے ظہور کے وقت عراق کو مرکز بنائے گا اور اسے اپنی حکومت کا دار الخلافہ قرار دے گا اسے نئے سرے سے پرانی فارسی بادشاہت میں تبدیل کرے گا اور ایرانی ظہور مہدی کے لیے راہ ہموار کریں گے۔ (صفحہ: ۱۶-۲۰)

اس سے بات کی تائید ہوتی ہے کہ بعض شیعہ کے مصادر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ جو کہ امام کو پوشیدہ رکھنے کا ہے اور اس کے بعد ظہور مہدی ہوگا یہ اصل میں مجوسیوں کا عقیدہ ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا ایک امام ہے جو مرانہیں اسے اپنا بت کے نام سے پکارتے ہیں جو پشتاسف بن بھراسف کی اولاد سے ہے یہ چھپ گیا تھا۔ اور ایک عظیم اور محفوظ قلعہ میں داخل ہوا تھا جو خراسان اور چین کے درمیان ہے۔ (عقائد الشیعہ: ۳۷۹)

(۷) فارسی شیعہ مہدی کی خونریزی پر چند حیرت انگیز سوالات

اوپر والا موازنہ دیکھ کر غور کرنے والا شیعہ والے مہدی کے معاملہ میں تعجب میں ڈوب جاتا ہے اور اس کے ذہن میں حیرت انگیز سوالات اٹھ اٹھ اٹھ لیتے ہیں۔

(۱)..... جب ظلم دور ہو چکا ہوگا اور جو رستم کی حکومت زمین بوس ہو چکی ہوگی تو پھر اس مہدی کے غار سے نکلنے کا کیا فائدہ ہے۔

(۲)..... یہ مہدی موت سے کیوں ڈرتا ہے جب کہ یہ معصوم امام ہے جو یہ جانتا ہے کب، کیسے اور کہاں اس کی موت واقع ہوگی۔

(۳)..... امام حسین رضی اللہ عنہ نے خروج کیوں کیا تھا اور کیوں لڑائی کی موت سے نہ ڈرے تھے نہ ان کے بیٹے امام زید ڈرے اور نہ ہی ان کے بیٹے یحییٰ ڈرے تھے۔

(۴)..... کیا یہ امام انبیاء سے زیادہ پاکیزہ ہے کہ اپنی والدہ کی ران سے پیدا ہوا تاکہ نجاست نہ چھوئے۔

(۵)..... اس کی یہود و نصاریٰ سے صلح کا راز کیا ہے۔

(۶)..... شریعت اسلام کے بغیر حکومت کرنے کا اس کا کیا مقصد ہے جب کہ اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ دیا ہے۔

(۷)..... آل داؤد علیہم السلام کی ذات کے مطابق فیصلہ کرنے کا کیا مقصد ہے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کیوں فیصلہ نہیں کرتے۔

(۸)..... ان کے بقول اس کے پاس مصحف فاطمہ ہے جسے یہ اصلی اور کامل قرآن قرار دیتے ہیں اس کے ہوتے ہوئے داؤد اور

سلیمان علیہم السلام کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کی کیا ضرورت ہے دوسرے قرآن کو جو یہ صحابہ کرام کا قرآن ہے کو مرتدوں کا قرآن کہتے ہیں کہ اس کا تیسرا حصہ انہوں نے کم کر دیا تھا جیسا کہ شیعہ کتب میں لکھا ہے (ان شاء اللہ آئندہ وضاحت ہوگی)

باقی رہی بات اس مہدی کی خونریزی کی تو یہ ایک عجیب سی بات ہے کہ ایسی تلوار سونے گا کہ ۹ ہٹا ۱۰ حصہ لوگوں کا تہ تیغ کر

دے گا حالانکہ اس کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن پوری قدرت کے باوجود ان لوگوں کو معاف کیا جنہوں نے آپ کو اذیت دی،

ظلم کیا آپ کا محاصرہ کیا اور لڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ رہے ہیں، جاؤ تمہیں میں نے آزاد کر دیا اب کس کی اقتدا کریں اس

مہدی کی جس نے زمین کو خونریزی سے لالہ زار بنانا ہے اور ہلاکت کدہ بنانا ہے یا جسے یہ چاہیے تھا کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے

امن کا گہوارہ بناتا، یا اس کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کریں اس امام نے اپنے نانا کا طریقہ کیوں چھوڑا ہے اور ہٹلر اور سٹالن کا ظالمانہ

طریقہ کیوں اپنایا ہے۔

یہ کس انداز کا مہدی ہے کہ اللہ کے قائم مقام کھڑا ہے مخلوق کا محاسبہ کرتا ہے انہیں سزا دیتا ہے انہیں قبروں سے نکال کر جس کو

چاہتا ہے سولی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے حد قائم کرتا ہے ان مفہومات سے اللہ بلند و بالا ہے۔

باقی رہی بات اس کی عنصرت اور جنسیت کی تو انسانی تاریخ میں قومیت میں غلو کرنے میں یہ شیعہ سب سے آگے ہیں اگر یہی

قومی عصبیت اور عنصرت عرب کے لیے ہوتی تو دین اسلام اسے قبول نہ کرتا یہ قبول کیسے ہو یہ تو مجوسی اور فارسی تعصب ہے ایسے شخص

کی طرف سے ہے جسے بطور فرض عربی، ہاشمی اور قریشی شمار کیا گیا ہے مگر وہ یہ ہے نہیں۔

اس امام کا غار سے جلدی سے نکل آنا اور روئے زمین کی اقوام، ہندو، چین، فارس، روس، جاپان، امریکا اور یورپ کی اقوام

اور اجناس جو کہ اچھی اقوام نہیں انہیں چھوڑ دے گا اور عرب قوم کی طرف ہی متوجہ ہوگا اور انہیں ذبح کرتا جائے گا اور خصوصاً قریش کو

ذبح کرے گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے جو کہ اس امام کے نانا ہیں اس قبیلہ کے لیے ہی وہ تلوار کو بے نیام کرے گا یہ عجیب منطق ہے۔

اس تعصب کو ایک امامیہ شیعہ کے نوجوان نے بحرین میں اٹھایا ہے اس کا نام سید علی قاضی ہے۔ اس نے اپنے رسالہ میں جس

کا نام ہے، ”ربحت الصحابة ولم اخسر اهل البيت“ میں تفصیل سے لکھا ہے اور اپنی حیرانگی کو ایک خاص شکل میں

ابھارا ہے اس نے امام کا نام ہی خسرو مجوس دیا ہے۔

سید قاضی نے لکھا ہے کہ مجلسی بیان کرتا ہے کہ قادسیہ سے فارسیوں کو جلا وطن کیا گیا ہے ان میں سے پچاس ہزار فارسی قتل ہوئے تھے اور یزدگرد بھاگنے سے کچھ دیر پہلے اپنے ایوان میں اہل خانہ سے کہتا ہے اے ایوان! تجھے الوداعی سلام! میں اب جا رہا ہوں میں یا میری اولاد میں سے کوئی دوبارہ تیری طرف ضرور لوٹے گا اگرچہ یہ وقت ابھی دور ہے۔ (بحار الانوار: ۱۶۳-۵۱)

سلیمان ذہبی کہتا ہے، میں ابو عبد اللہ صادق کے پاس گیا ان سے دریافت کیا کہ یزدگرد نے جو یہ کہا تھا کہ میری اولاد میں سے کوئی ایوان میں ضرور لوٹے گا ان سے کون مراد ہے۔ انہوں نے کہا اس سے مراد تمہارا آخری امام ہے جو میری اولاد میں سے چھٹا ہے یہ یزدگرد کی ہی اولاد ہے۔

سید قاضی اس کی وضاحت میں لکھتا ہے اس امام کا آنا انتقام کا دن ہوگا وہ امام ابن یزدگرد ہوگا جو اہل اسلام سے اپنے آباء واجداد کا انتقام لے گا جنہوں نے علاقہ فارس کو فتح کیا اور اس کے نانا یزدگرد کے تخت کو سرنگوں کیا امام کو جو انہوں نے خسرو مجوس کا لقب دیا ہے وہ بھی اس روایت کی تائید کرتا ہے۔

نعمانی سے روایت کے بعد وہ آپس میں سوالیہ انداز میں کہتا ہے جو نعمانی نے کہا ہے کہ یہ امام عرب کو ذبح کرے گا اور قریش کو خصوصاً مارے گا۔ (الغیبة: ۲۳۴) کہ یہ عرب کے خلاف اور خاص طور پر قریش کے خلاف کینہ پروری کیوں ہے۔

(کتاب مذکور ۴۶، الرسالہ مطبوعہ، ومنشورہ)

فارسی شیعہ کے وہ افیزا جوان میں سے ایک ہیں ستون مہدی کی فکر میں غلط بیانی اور تحریف میں اس انداز پر کامیاب ہوئے ہیں جو ان کے غرضی اور قومی تعصب کے اہداف کے مناسب چیزیں تھیں انہیں ابھارتے رہے ہیں اس سے یہ ثابت ہوا کہ محقق لوگ استاد احمد امین جیسے تبصرہ نگار نے جو اپنی کتاب ”فجر الاسلام“ کو ناپسند کرتا ہے اور اس کا سامنا کرنے سے بے بس ہے اس کے اسلام کو ناپسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ان کی سلطنت اور دولت کے زوال کا باعث بنا ہے اس لیے اس قسم کا ہر آدمی جو اسلام سے انتقام نہیں لے سکتا وہ بظاہر دین میں داخل ہوتا ہے اور اندر سے اسے گرانے کے لیے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے۔

یہ مہدی کے متعلق روایات اور یہ شیعہ عقائد انہوں نے خود بنائے ہیں اور دین میں گھسیڑ دیے ہیں اصل میں یہ وہی اینٹیں ہیں جن پر فارسی شیعہ کے محل کی دیوار استوار کی گئی ہے یہ اینٹیں کبھی طعن و لعن کبھی تکفیر کی صورت میں، کبھی امت کے رازوں کے تشہیر کے انداز میں اور کبھی بغض و کراہت جو عرب کے خلاف پھیلا رکھا ہے اور کبھی قتل کی دھمکی اور خونریزی سے خوفزدہ کر کے یہ انہیں پھینک رہے ہیں۔ خراسان کے اموی شاعر امیر نصر بن سيار نے نہایت ہی باریک اشارہ سے یہی بات بتائی ہے وہ کہتا ہے:

قَوْمٌ يَدِينُونَ دِينَنَا مَا سَمِعْتُ بِهِ
عَنِ الرَّسُولِ وَلَا جَاءَتْ بِهِ الْكُتُبُ

یہ قوم ایک ایسے دین کے تابع ہوئی ہے جو نہ تو میں نے رسول اکرم سے سنا ہے نہ ہی یہ کتاب اللہ لے کر آئی ہے۔

إِنْ كُنْتَ تَسْأَلُنِي عَنْ أَصْلِ دِينِهِمْ
فَإِنَّ دِينَهُمْ أَنْ تُقْتَلَ الْعَرَبُ

اگر آپ مجھ سے ان کے دین کی اصل پوچھیں تو ان کا دین یہ ہے کہ عرب کو قتل کر دیا جائے۔

شیعہ کا قرآن کریم کے بارے میں نقطہ نظر

(۱) جمہور مسلمانوں کے نزدیک قرآن پاک محفوظ ہے اہل سنت والجماعت میں سے جمہور مسلمان اس بات پر اجماع رکھتے ہیں کہ کتاب اللہ محفوظ ہے اس میں تحریف نہیں نہ اضافہ ہے نہ نقص ہے اسے اللہ نے اس سے اپنی نگرانی میں محفوظ رکھا ہے اللہ نے اپنے محکم قرآن میں کہا ہے:

﴿إِنَّا كُنْزُ الْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ وَإِنَّا لَهُ كَافٍ حَفِظُونَ ۝﴾ (الحجر: ۹)

”بے شک ہم نے ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

اہل سنت کے کبار علما نے صراحت کی ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اس قرآن میں اضافہ یا نقصان ہوا ہے یا اس میں تخفیف ہوئی ہے یا اس کو جھوٹ قرار دے یا اس کا انکار کرے یا جس چیز کی قرآن نفی کرتا ہے یا اسے ثابت کرے یا قرآن ایک چیز ثابت کرتا ہے یا اس کی نفی کرتا ہے اور یہ سب کچھ جان بوجھ کر کرتا ہے یا اس میں شک کرتا ہے تو ایسا شخص کافر اور مرتد ہے۔ دین اسلام سے خارج ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محکم نصوص قرآنی کے تحفظ کا خود یہ ذمہ اٹھایا ہے۔ حق جل جلالہ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۚ تَنْزِيلُ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝﴾ (۴۱/ فصلت: ۴۲)

”باطل نہ تو اس کے سامنے سے آتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے آتا ہے حکمت والے تعریف کیے گئے کی طرف

سے اسے اتارا گیا ہے۔“

حق جل جلالہ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۚ فَإِذَا قُرِئَهُ فَاتَّبِعْهُ ۚ قُرْآنَهُ ۚ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝﴾ (۷۵/ القیامۃ: ۱۷-۱۹)

”بے شک ہمارے ذمہ اسے جمع کرنا اور پڑھنا ہے پس جب ہم اسے پڑھیں تو اس پڑھائی کی اتباع کرو پھر

ہمارے ذمہ اسے بیان کرنا ہے۔“

جو اوپر ذکر ہوا ہے جمہور امت کا عقیدہ ہے جو شہرت میں اور تو اتر میں یہاں تک پہنچا ہوا ہے کہ اس پر کسی دلیل کی ضرورت

نہیں۔

(۲) ائمہ اہل بیت کے امام کا قرآن کے بارے میں بیان

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قرآن پاک کے بارے میں کہتے ہیں:

یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں تم سے پہلے لوگوں کے واقعات ہیں اور تمہارے بعد والوں کی اطلاعات ہیں اور تمہارے درمیان حاکم ہے یہ فیصلہ کرنے والا ہے، مذاق نہیں جس جبار نے اسے چھوڑا اسے اللہ تعالیٰ توڑ دیں گے اور جو اس کے علاوہ ہدایت

کا طلبگار ہوگا اسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے گا یہ ذکر حکیم ہے یہ صراط مستقیم ہے، یہ وہ ہے جس کی وجہ سے خواہشات ٹیڑھی نہیں ہوتیں اور نہ ہی زبانیں خلط ملط ہوتی ہیں۔ اس کے عجائبات ختم ہونے میں نہیں آتے اور نہ ہی اس سے علمائے سیر ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ بات کرے گا اس نے سچ کہا ہے اور جس نے اس کے ساتھ عمل کیا اسے اجر ملے گا جس نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا اس نے عدل کیا اور جس نے اس کی دعوت دی وہ صراط مستقیم پا گیا۔ (فضائل القرآن ابن کثیر: ۱۵)

(۳) اثنا عشریہ شیعہ کا قرآن کے متعلق عقیدہ

شیعہ کے سربراہ اور ائمہ کی کتابیں صراحت سے قرآن پاک میں تحریف کے قائل ہیں۔ (۱) کلینی نے اصول کافی میں (۲) مجلسی نے بحار الانوار میں اور مرآۃ العقول میں (۴) فقی کی تالیفات میں (۵) الجزائری کی الانوار النعمانیہ میں (۶) کاشانی نے تفسیر الوافی اور الصافی (۷) طبری نے الاحتماج میں (۸) مفید نے اوائل المقامات میں (۹) عیاشی نے تفسیر میں (۱۰) ابوالحسن عالمی نے اپنی تفسیر مرآۃ الانوار اور مشکاة الاسرار میں (۱۱) عدنان بحرانی نے مشارق الشمس الدررہ میں (۱۲) یوسف بحرانی نے الدر الخفیفہ میں (۱۳) اردبیلی نے حدیقتہ الشیعہ میں (۱۴) مرزا خانی نے منہاج البراعۃ فی شرح نوح بلاغہ میں (۱۵) ابو جعفر صفار نے بصائر الدرجات میں، قرآن کی تحریف کا کہا ہے، الشیعہ اثنا عشریہ تحریف القرآن میں ان کے علاوہ بھی قدیم اور جدید علما سے بھی یہی موقف منقول ہے۔

بعض شیعہ علما نے کوشش کی ہے کہ اس رائے سے آگے گزر جائیں اور اسے مذہب سے ختم کر دیں امامیہ کا ایک بہت بڑا عالم ان کی رائے کو احمق قرار دیتا ہے اسے تقیہ پر محمول کرتا ہے یہ عالم مرزا نوری طبری ہے اسے امامیہ خاتمۃ المحدثین قرار دیتے ہیں اس پر امامیہ کا اجماع ہے یہ احد الاصول والا ہے اور مراجع روایۃ ثمانیہ جو ان کے نزدیک معتمد ہیں ان کا مؤلف ہے یہ مستدرک الوسائل ہے اس نے ایک خاص کتاب لکھی ہے جس میں تحریف کو ثابت کیا ہے اس کا نام رکھا ہے۔ فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب۔ علمائے شیعہ نے اس کی بہت تعریف کی ہے اسے ملائکہ سے تشبیہ دی ہے اور اس کا نام سن کر ان کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ انہوں نے اس کی موت کے بعد اس مقدس ترین مقام پر دفن کیا ہے جسے یہ مشہد مرتضوی مقدس کا نام دیتے ہیں یہ جگہ نجف میں ہے۔ طبری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے ان کے نام بھی ذکر کیے ہیں اور امامیہ کے کبار علما کی تالیفات کا بھی ذکر کیا ہے جو پہلے گزر چکے ہیں انہوں نے قرآن کریم کی تحریف کی گواہی دی ہے۔

عیسائیوں کے میڈیا سے ایک بہت بڑے عیسائی پادری نے جو کہ مصر کا ہے وہ اپنے ہاتھ میں یہی فصل الخطاب کتاب اٹھاتا ہے اور اس میں سے متعدد تحریف شدہ آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو لاکھارتا ہے تم کہتے ہو انجیل تبدیل شدہ ہے یہ تمہارا ایک بہت بڑا عالم وہ بھی قرآن میں تحریف کی گواہی دیتا ہے۔ (القناة الحیاء، یوٹیوب، القمص عنوان)

تحریف قرآن کے قائلین کے اقوال

(۱) خمینی کہتا ہے تحریف کی جو تہمت یہود و نصاریٰ پر لگائی جاتی ہے وہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے۔

- (۲) خالی کہتا ہے: قرآن کی تحریف کے بارے میں روایات کثرت سے موجود ہیں جن سے یہ بات قطعیت کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے کیونکہ بعض روایات معصوم ائمہ سے آئی ہے۔ (البیان فی تفسیر القرآن: ۲۲۶)
- (۳) مفید چوتھی صدی ہجری کا امامیہ شیعہ کا شیخ اور امام ہے اس نے قرآن پاک کی تحریف پر اجماع نقل کیا ہے۔ (اوائل المقالات فی المذاهب المختارات: ۹۳)
- (۴) نعمۃ اللہ الجزائری کہتا ہے، ہمارے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ خبریں جو مستفیض اور متواتر ہیں یہ صحیح ہیں اور صریح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن پاک میں کلام اور مادہ اور الفاظ میں اور اعراب میں تحریف ہوئی ہے یہ تصدیق شدہ بات ہے۔ (فصل الخطاب: ۲۳۸-۳۰؛ انوار النعمانیہ: ۲۰۷-۲)
- (۵) کلینی امام باقر کی طرف منسوب کر کے لکھتا ہے لوگوں میں سے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن جس طرح نازل ہوا ہے اسی طرح مکمل طور پر جمع ہوا ہے تو یہ کذاب ہے جس طرح یہ نازل ہوا ہے اسی طرح اسے جمع حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد ائمہ نے کیا ہے۔ (اصول الکافی کتاب الحجۃ، باب لم یجمع القرآن الا لائمہ: ۲۸۸-۱)
- اور امام صادق کی طرف منسوب ہے یہ ان پر افتراء ہے۔ ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے وہ قرآن تمہارے اس قرآن کی بہ نسبت تین گنا بڑا ہے واللہ! تمہارے اس قرآن میں، اس قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔ (اصول الکافی: ۲۳۹-۱)
- (۶) صدوق نے جابر جعفی سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ روز قیامت تین چیزیں شکایت کریں گی۔ (۱) مصحف (۲) مسجد (۳) عرۃ، مصحف کہے گا، اے میرے رب! انہوں نے میرے اندر تحریف کی اور مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (البیان: ۲۲۸؛ الخصال: ۸۳)
- (۷) مجلسی امام صادق کی طرف یہ بات منسوب کرتا ہے جو قرآن جبریل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے ہیں اس میں سترہ ہزار آیات تھیں اور تحریف کی خبریں متواتر ہیں ان کے انکار کی گنجائش نہیں۔ (مرآۃ العقول فی شرح اخبار الرسول: ۵۲۵-۱۲)
- یہ سب جانتے ہیں کہ جو قرآن پاک متواتر طور پر اور قابل اعتماد ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے اور ساری امت آج اسے مانتی ہے اس کی آیات تقریباً چھ ہزار ہیں۔
- (۸) عدنان بحرانی کہتا ہے، قرآن پاک میں تحریف کے بارے میں میں خبریں شمار سے باہر ہیں یہ تو اترا کی حد سے بھی تجاوز کر گئی ہیں اس پر فرقہ حقہ کا اجماع ہے۔ (مشارك الشموس الدرۃ: ۱۲)
- (۹) علی اصغر بروگردی کہتا ہے، تحریف اور قرآن میں حذف ہوا ہے یہ وہ قرآن ہے جسے بعض منافقوں نے تالیف کیا ہے، اصلی اور حقیقی قرآن امام العصر کے پاس ہے اللہ اسے جلدی کشادگی دے۔ (عقائد الشیعہ: ۲۷، منقول الشیعہ والسنہ: ۱۱۵)
- (۱۰) ابوعلی طبری نے کئی مقامات پر تو تحریف کا شدید رد کیا ہے لیکن پھر کہتا ہے تحریف ثابت ہے اور تحریف والی احادیث پر اعتماد کرتا ہے۔ (مجمع البیان: ۳۲-۳، منقول از شیعہ والسنہ: ۱۱۴)
- (۱۱) بعض تحریف کا انکار کرتے ہیں اور بعض علمائے شیعہ اس کے قائل ہیں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے نعمۃ اللہ الجزائری کہتا

ہے کہ ان کا تحریف سے انکار بہت ساری مصلحتوں کی بنا پر ہے جن میں سے ایک یہ مصلحت ہے کہ ہمارے اوپر طعن کا دروازہ بند رہے۔ (الانوار النعمانیہ: ۲۰۵۷-۲)

یہی وجہ ہے کہ المنار کے ٹی وی پرائمریو چلانے والے نے کہا ہے کہ لبنانی شیعہ نے طعن کا دروازہ بند کر دیا ہے کہ اس نے پگڑی والے شیعہ مہمان کی آواز کو اس وقت بند کر دیا تھا جب وہ یہ بات کر رہا تھا کہ اس قرآن میں تحریف ہوئی ہے اور مصحف فاطمہ موجود ہے یہ بات سید محمد حسن ترحیمی نے کی تھی جو جوہرہ علمیہ میں استاد ہے۔ (غرفۃ السرداب الاسلامیہ)

(۱۲) ابو جعفر طوسی نے رجال کشی کتاب کی کانٹ چھانٹ کی ہے اس نے ان احادیث کو حذف نہیں کیا نہ ان کی وضاحت کی ہے نہ ہی ان پر تنقید کی ہے جن میں قرآن پاک کی تحریف کا ذکر ہوا ہے۔ اور خاموش رہا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان سے متفق ہے۔ اس نے ایک حدیث وارد کی ہے کہ قرآن میں اہل بیت کے سات حضرات کے نام آئے تھے قریش نے چھ نام مٹا دیے ہیں صرف ابولہب کا نام باقی چھوڑا ہے۔ (رجال الکشی: ۲۴۷)

(۴) امامیہ شیعہ کے کتب سے تحریف شدہ آیات کے نمونے

(۱) وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ - فِي وَلايَةِ عَلِيٍّ وَ الْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهِ - فَقَدْ فَازَ فَازًا عَظِيمًا۔

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے، علی کی ولایت اور ان کے بعدائے کی ولایت کی اطاعت کرتا ہے تحقیق وہ بہت بڑا کامیاب ہوا۔“

(ب) فَالَّذِي أَكْثَرُ النَّاسِ، بِوَلايَةِ عَلِيٍّ، إِلَّا كَفُورًا،

”اکثر لوگوں نے علی کی ولایت کا انکار کیا ہے انہوں نے کفر کیا ہے۔“

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلُ، كَلِمَاتٍ فِي مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَ الْاَئِمَّةِ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ، فَنَسَى،

”اور البتہ تحقیق ہم نے آدم علیہ السلام سے اس سے پہلے چند کلمات کا عہد لیا، محمد، علی، فاطمہ اور حسن اور حسین کے بارے میں عہد لیا تھا وہ بھول گئے۔“

(ج) وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا، فِي عَلِيٍّ، فَاتُّوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ۔

”اور اگر تم نے اس میں شک کیا جو ہم نے اپنے بندے علی کے، بارے میں نازل کیا تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ۔“

(د) سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ، بِوَلايَةِ عَلِيٍّ، لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ

”سوال کیا سائل نے کافروں کے لیے واقع ہونے والے عذاب کے متعلق علی کی ولایت کے ساتھ اسے کوئی روکنے والا نہیں۔“

کلینی کہتا ہے: ابو عبد اللہ نے کہا ہے، واللہ! جبریل علیہ السلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح لے کر نازل ہوئے تھے۔

اگر انہوں نے قرآن میں اضافہ کیا ہے تو اس سے حذف بھی کیا ہے ایک شیعہ کہتا ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن سے تین چیزیں حذف کی ہیں۔ (۱) امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب، (۲) اہل بیت کے فضائل (۳) قریش اور خلفائے ثلاثہ کی مذمت۔

مثلاً یہ آیت تھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخِذُوا بَنِيكُمْ حَلِيلًا

”اے کاش کہ میں ابو بکر کو دوست نہ بنانا“

اسے حذف کر دیا گیا ہے اور پوری سورتیں بھی حذف کر دی ہیں ایک سورت ”الولایہ“ تھی ایک سورت ”خلع“ تھی۔

(تذکرۃ الائمہ: ۹ منقول از الشیعہ والسنة: ۹۹، فصل الخطاب: ۳۳؛ الخطوط العریضہ: ۶۷)

بعض امامیہ شیعہ نے اپنے مراجع اور بنیادی کتابوں کے اس دعویٰ تحریف کے دفاع کی کوشش کی ہے یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت بھی بعض آیات کے منسوخ ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے اس میں حق اور باطل کو گڈ مڈ کیا گیا ہے خالق کے کام اور مخلوق کے کام میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿مَا تَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾

(البقرة: ۱۰۶)

”ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں یا اس کی مثل لے آتے ہیں کیا تو جانتا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

جبکہ تحریف بندے کا کام ہے اور یہ کتاب اللہ کی نصوص کے ساتھ کھیلنے کا معاملہ ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُخَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۚ﴾ (۴ / النساء: ۴۶)

”ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں یہ کلمات کو ان کی جگہوں سے بدل ڈالتے ہیں۔“

غور فرمائیں! تحریف اور نسخ میں کتنا فرق ہے۔

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ شریف مرتضیٰ اکیلا شیعہ عالم ہے جس نے اجمالاً اور تفصیلاً تحریف کا انکار کیا ہے۔ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ہندوستان شیعہ کے ایک سربراہ آردہ امام نے امام مرتضیٰ کی تردید کی ہے کہ یہ امام کوئی معصوم نہیں کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی بات ثابت بھی ہو جائے تو اس کی اتباع ہم پر لازم نہیں اور نہ ہی اس میں خیر ہے۔

(حزبۃ حیدریہ: ۸۱-۲)

یہ جو امامیہ شیعہ کے بعض داعی تقریب کی محافل میں اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے کبار علما نے تحریف کا انکار کیا ہے جیسا کہ طوسی ہے، صدوق ہے، خانی اور خمینی ہے لیکن ان کی تالیفات ان کے انکار کے برعکس گواہی دیتی ہیں ان میں تحریف کا ذکر ہے۔ ہمارے ہمعصر شیعوں کا تحریف سے انکار کرنا اچھا معاملہ ہے اور اصلاح کی راہ میں بہت بڑا قدم ہے مگر ترقیہ کا عقیدہ اسے قبول کرنے میں رکاوٹ ہے۔ اسی طرح تحریف قرآن کے قائل بڑے بڑے ستونوں پر تنقید نہ کرنا بھی اسے مشکوک کر دیتا ہے کہ

اصل یہ ہے کہ کتاب اللہ میں تحریف کے شیعہ قائل ہیں اگر یہ اپنی صداقت کے اثبات میں چاہتے ہیں کہ دلیل پیش کریں تو پھر تحریف کے قائلین کا دفاع نہ کریں بلکہ ان کی معذرت تلاش کریں اور ان کی کتابوں کی طباعت نہ کرنے دیں۔ اور جو قرآن کے ایک کلمہ کا بھی منکر ہے اسے کافر قرار دینے میں تردد نہ کریں بلکہ کوئی بھی ہو اس سے اعلان براءت کریں تب ہم سمجھیں گے یہ تحریف کے قائل نہیں آیت اللہ خمینی ایک بہت بڑا شیعہ امام ہے، علی نوری طبری کی تعریف کرتا ہے اور اپنی مشہور کتاب میں اس پر رحم کی دعا کرتا ہے۔ (الحکومة الاسلامیہ: ۶۶؛ کشف الاسرار: ۱۱۴)

یہ عجائبات میں سے ایک عجیب ترین بات ہے کہ خمینی فتویٰ دیتا ہے کہ وہ برطانیہ کے ایک صحافی جو کہ ہندوستانی تھا جس کا نام سلمان رشدی ہے اس کا خون بے کار قرار دیا ہے کیونکہ اس نے شیطانی آیات اپنی کتاب میں قرآن، نبی اور ازواج مطہرات اور صحابہ پر طعن و تشنیع کی ہے اس کا وہی جرم ہے جو کہ نوری طبری نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں ارتکاب کیا ہے مگر خمینی نوری کے اس جرم پر رحم کی دعا اور ثنا کرتا ہے اور رشدی پر لعنت کرتا ہے اور اس کا خون بے کار قرار دیتا ہے جب کہ جرم میں دونوں رشدی اور طبری برابر ہیں۔

(۲) امامیہ شیعہ کے قرآن میں تحریف کہنے کی وجہ

شیعہ مذہب کے محقق علمائے کرام نے قرآن پاک میں تحریف ثابت کرنے کے تین اسباب بیان کیے ہیں جو کہ فارسی اہل تشیع کے مراجع میں موجود ہیں۔ مختصر طور پر درج ذیل ہیں۔

(۱)..... امامیہ نے قرآن کی تحریف کا الزام اس لیے لگایا ہے کہ اس میں امامت کا ذکر نہیں امامت ان کے نزدیک نبوت کی مانند منصب الہی ہے نبوت اور امامت میں اتنا فرق ہے کہ نبی فرشتہ دیکھتا بھی ہے اور اس کی بات سنتا ہے امام فرشتہ کی بات سنتا ہے دیکھتا نہیں۔ (اصل الشیعہ و اصولها: ۵۸) (الکافی: ۲۳۰-۱)

یہ بات ان کے اپنے مراجع کے بھی خلاف ہے ایک جگہ ہے کہ فرشتے ائمہ کے پاس آتے ہیں اور ان کے بستر پر بیٹھتے ہیں اور ائمہ انہیں دیکھتے ہیں۔ اوپر گزرا ہے کہ امام فرشتہ نہیں دیکھتا۔ (بحار الانوار: ۲۶-۳۵۱)

شیعوں کے نزدیک امامت ایک رکن ہے اس کا منکر کافر ہے تو ان لوگوں نے تحریف کی دھائی دی ہے قرآن میں تحریف ہوئی ہے تاکہ یہ بتا سکیں کہ امامت کا وجود حذف شدہ اجزائے قرآن میں ہے۔

(۲)..... قرآن پاک کی تحریف کی دوسری وجہ یہ بتاتے ہیں کہ صحابہ کرام خواہ مہاجر ہوں یا انصار ہوں قرآن ان کی ثنا سے معمور ہے اور ان کے فضائل اور جہادی سرگرمیاں اور جوان کے تذکرے ہیں اور بہشتوں کے ان سے وعدے ذکر کرتا ہے اور امامیہ کی کتابوں میں ان پر لعن طعن ہے اور ان کی تکفیر ہے اس تضاد کی وجہ سے یہ اسے تحریف شدہ قرار دیتے ہیں تاکہ پردہ رہے اور ان کی جان رہائی ہو۔

(۳)..... وجہ یہ ہے کہ قرآن میں ان کے ائمہ کا نام نہیں نہ ہی فضائل اور ان کے معجزات ہیں اور نہ ہی ان کی قبروں کی زیارت کا ذکر ہے تو یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ صحابہ کرام نے قرآن سے ان امور کو حذف کر دیا ہے۔

(۶) اپنے دور خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کامل قرآن کیوں نہ ظاہر کیا

اس بارے میں شیعہ کے اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں قرآن کی تحریف کی تصحیح اس وجہ سے نہ کی تھی کہ یہ اسے بدلنے والوں اور تحریف کرنے والوں کے درمیان حجت رہے کہ وہ تمام اہل محشر کے سامنے شرمندہ ہوں۔

(منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ: ۲۱۹-۲)

(اس پر تبصرہ) اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیامت تک دراز عرصہ کے لیے امت اسلامیہ کو صرف اس لیے تحریف شدہ قرآن کی تلاوت پر چھوڑ دیا کہ صحابہ کو روز قیامت شرمندہ کریں، عقل سلیم اسے تسلیم نہیں کرتی۔

(۲) شیعہ یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ کامل قرآن کا اظہار کرتے کیونکہ اس میں پہلوں کی برائی کا پہلو اجاگر ہوتا تھا۔ (الانوار النعمانیہ: ۳۶۰-۲)

(اس پر تبصرہ) یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ سے بہت ہی چھوٹے معاملات میں صفین اور جمل کی لڑائیاں لڑیں اور تلوار چلائی اگر اس سے پہلوں کی رسوائی نہیں ہوتی تو اگر کامل قرآن کی خاطر بھی تلوار اٹھاتے تو کیا حرج تھا۔

(۳)..... ان کا کہنا ہے قرآن کامل اس لیے اپنے دور خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظاہر نہ کیا تھا کہ تقیہ رکاوٹ تھا جیسا کہ وہ چاشت کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں اور حج تمتع اور عورتوں سے متعہ کرنے کے حکم کو جاری کرنے میں اور شریعت کو عہدہ فضا سے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امارت سے معزول کرنے میں تقیہ رکاوٹ تھا۔ (منہاج البراعہ: ۲۲۰-۲)

(اس پر تبصرہ) اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر صریح تنقید ہے کیونکہ جو شخص ان عظیم الشان امور کی اصلاح نہ کر سکے اسے عاجز اور بے بس شمار کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ خلافت کا مستحق نہیں ٹھہرتا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے بالکل مبرا تھے وہ تو اپنے پیشتر وخلفا سے خوش تھے اور ان کے مشیر تھے۔

(۷) امامیہ شیعہ اس قرآن کو تحریف شدہ تسلیم کرنے کے باوجود اسے کیوں پڑھتے ہیں؟

یہ ایک نہایت ہی اہم سوال ہے اس کا جواب نعمۃ اللہ الجزائری دیتا ہے جو کہ اثنا عشری امامیہ شیعہ کا اہم ستون ہے یہ کہتا ہے، ائمہ علیہم السلام اپنے شیعوں کو نماز وغیرہ میں یہی موجودہ قرآن پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا بھی حکم دیتے ہیں یہ اس وقت تک ہے جب تک ہمارے امام نمودار نہیں ہوتے، جب وہ ظہور کریں گے تو یہ قرآن لوگوں کے ہاتھوں سے اٹھ جائے گا اور وہ قرآن آئے گا جسے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے تالیف کیا تھا پھر اسے پڑھا جائے گا اور اس کے احکام پر عمل کیا جائے گا۔

(الانوار النعمانیہ: ۳۶۳-۲)

المفید نے بھی یہی کہا ہے یہ بھی شیعہ کا اہم مرکز ہے یہ کہتا ہے ہمیں ائمہ نے موجودہ دو گتوں کے درمیان قرآن پڑھنے کی اجازت دی ہے یہاں تک کہ امام مہدی آئیں گے وہ لوگوں کو اس قرآن کی تلاوت پر لگائیں گے جو اللہ نے نازل کیا ہے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جمع کیا ہے۔ (المسائل السورویہ: ۷۸؛ منقول، الشیعہ اثنا عشری و تحریف القرآن: ۸۰)

بحث: ۱۱

شیعہ کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ

(۱) جمہور مسلمانوں کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا عقیدے کا ایک جز ہے۔ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ان سے محبت کرنے کی تلقین ہے۔ یہ امت کے سادات اور قائد ہیں۔ یہی ہیں جنہوں نے ہمارے لیے یہ دین نقل کیا۔ اور قرآن کریم ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم تک پہنچا ہے اللہ نے اسے محفوظ رکھا ہے اور اللہ سبحانہ نے اپنی محکم کتاب میں ان کی تعریف کی ہے اور انہیں اپنی رضوان اور جنت کی بہت ساری آیات میں بشارت دی ہے، حالانکہ اللہ سبحانہ جانتا تھا کہ ان کے درمیان فتنہ واقع ہوگا۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَالشَّيْقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾

(۹/التوبة: ۱۰۰)

”پہلے سبقت لے جانے والے مہاجر اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی احسان کے ساتھ اتباع کی ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوئے اور یہ اس سے راضی ہوئے اور اس نے ان کے لیے بہشتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۖ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ (۴۸/الفتح: ۱۰)

”بے شک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں بے شک وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں ان کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے پس جو اسے توڑے گا اس کے توڑنے کا وبال اس کی جان پر ہے اور جو اسے پورا کرے گا اس کے مطابق جو اس نے اس پر اللہ کا عہد کیا ہے، تو عنقریب ہم اسے اجر عظیم سے نوازیں گے۔“

ارشاد باری ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝﴾ (۴۸/الفتح: ۱۸)

”البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان ایمانداروں سے راضی ہوئے جنہوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی تھی پس اس

نے جوان کے دلوں میں تھا اسے جان لیا اس نے ان پر سکون نازل کیا اور انہیں قریب فتح تک پہنچایا۔“

ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ
الْفَتْحِ وَقَتْلٍ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَتْلَوْا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ط وَاللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝﴾ (٥٧/الحديد: ١٠)

”اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ کے لیے ہے تم میں سے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی یہ ان سے درجہ میں بڑھ کر ہیں جنہوں نے اس کے بعد خرچ کیا اور لڑے اور ہر ایک سے اللہ نے اچھا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو خبردار ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں حسنیٰ سے مراد جنت ہے یہ صریح قرآنی شہادت صحابہ کرام اور خصوصاً مہاجرین و انصار کی قدر و منزلت پر دلالت کرتی ہے۔

انہی آیات کی بنا پر اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ان سے محبت کرنا اور دوستی رکھنا واجب ہے باوجود اس کے کہ یہ معصوم نہیں پھر بھی بغیر غلو کے ان سے محبت ضروری ہے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی خطا کو اس کی تنقیص اور تنقید کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اس کے لیے استغفار کیا جائے۔ جیسا کہ درج ذیل آیات میں آتا ہے۔

ارشاد گرامی ہے:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالُهُمْ يُبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصَرُونَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ ط أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَن هَاجَرَ
إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۝ وَمَن يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝﴾

(٥٩/الحشر: ٨-١٠)

”ان مہاجر فقرا کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے اللہ کا فضل اور رضوان ہے یہ اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے گھر اور ایمان کو جگہ دی یہ جوان کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں یہ اپنے سینوں میں تنگی نہیں پاتے جو وہ دیے گئے ہیں اور انہیں اگرچہ خود ضرورت ہو پھر بھی دوسروں کے لیے ایثار کرتے ہیں۔ جو نفس کی بخیلی سے بچا یا گیا وہ کامیاب ہے۔ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ کر، ہمارے رب! بے شک تو شفقت کرنے والا

مہربان ہے۔“

یہ علام الغیوب کا کلام ہے وہ جانتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بعض لوگوں کے دلوں میں کینہ ہوگا اسی لیے اس نے اس پر متنبہ کیا ہے اور ہمیں تعلیم دی ہے کہ ہم ان کے لیے استغفار کریں، نیز! اس میں یہ اشارہ ہے یہ صحابہ کرام معصوم نہیں تاہم سینکڑوں آیات جو کہ محکم اور صریح ہیں یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل سے معمور ہیں یہ آدمی کو ذمہ دار ٹھہراتی ہیں کہ وہ آدمی مسلمان کہلوانے کا حقدار نہیں جو ایک ایسی قوم کو کافر قرار دے جن کی اللہ نے توبہ قبول کی ہے اور ان سے اپنی رضا کا اعلان کیا ہے اس قرآن میں اس کی رضا کا ذکر ہے جو قیامت تک تلاوت کیا جائے گا۔ اور ان سے جنت میں ہمیشہ رہنے کا وعدہ کیا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ

قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝﴾ (٩/ التوبة: ١١٧)

”البتہ تحقیق اللہ نے نبی اور مہاجرین و انصار پر جنہوں نے تنگی کی گھڑی میں اس کے بعد قریب تھا کہ ان کے ایک فریق کے دل ٹیڑھے ہوئے تھے پھر اللہ نے ان پر توبہ کی بے شک وہ ان کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“

اور نبی ﷺ نے صحیح احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کی گواہی دی ہے جیسا کہ فرمایا:

((أَيُّهُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الرَّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ)) (بخاری: ۳۷۸۴)

”انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔“

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، میرے صحابہ کرام کو گالی نہ دو، میرے صحابہ کرام کو گالی نہ دو، اس ذات کی قسم! میری جان جس کے ہاتھ میں ہے اگر تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرے وہ ان کے آدھا کلو (جو غیرہ) کے برابر بھی نہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۶۷۳؛ صحیح مسلم: ۲۵۴۰)

یہی وجہ ہے کہ اہل سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان برپا ہونے والے اختلاف کے بارے میں خاموش ہیں اور وہ درج ذیل آیت کریمہ کی رہنمائی میں چلتے ہیں۔

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تَسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾ (٢/ البقرة: ١٣٤)

”یہ ایک امت ہے تحقیق گزر گئی اس کے لیے جو اس نے کمایا اور تمہارے لیے جو تم نے کمایا اور تم سے سوال نہ ہوگا اس کے متعلق جو وہ عمل کرتے تھے۔“

قدیم اور جدید شعراء بھی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نعمات گنگناتے رہے ہیں اور ان کے پر عظمت کارنامے اور ان کی قربانیوں کے تذکرے کرتے رہے ہیں۔ ایک شاعر اپنے احساسات کی ترجمانی کرتا ہے اور اپنے نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہر مسلمان کے یہی جذبات ہیں، کہتا ہے:

اَنْنِ اُحِبُّ اَبَا حَفْصٍ وَ شَيْعَتَهُ
كَمَا اُحِبُّ عَتِيفًا صَاحِبَ الْغَارِ

”بے شک میں ابو حفص یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور ان کے ساتھیوں سے محبت رکھتا ہوں اسی طرح میں عتیق یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کہ صاحب غار ہیں ان سے بھی محبت کرتا ہوں۔“

وَ قَدْ رَضِيتُ عَلَيَّا قُدُوَّةً وَ عِلْمًا
وَ مَا رَضِيتُ بِقَتْلِ الشَّيْخِ فِي الدَّارِ

”میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقتدا اور سراپائے علم تصور کر کے خوش ہوتا ہوں، اور میں شیخ عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں شہید کرنے والوں سے قطعاً ناخوش ہوں۔“

كُلُّ الصَّحَابَةِ سَادَتِي وَ مُعْتَقِدِي
فَهَلْ عَلَيَّ بِهَذَا الْقَوْلِ مِنْ عَارٍ

”تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میرے سادات اور میری عقیدت کا مرکز ہیں کیا میرا یہ قول میرے لیے عار ہے، یہ عار نہیں بلکہ شرف ہے۔“

اس دور کا شاعر العراقی عباس جنابی کہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتا ہے اور خلفائے راشدین کے مناقب بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

بَنَيْتَ لِلدِّينِ مَجْدًا اَنْتَ هَالِكُهُ
وَ نَهَضَةً لَّمْ تَزَلْ لِلْيَوْمِ رَاعِيَهَا

”آپ نے دین مجد و بزرگی کی عمارت تعمیر کی ہے اور آپ ہی اس ماہتاب کا ہالہ ہیں اور آپ نے ایسی تحریک چلائی ہے اور ٹھان لی ہے کہ آج بھی اور ہمیشہ سے آپ اس کے نگہبان ہیں۔“

سَيُوفُكَ الْعَدْلُ وَ الْفَارُوقُ قَامَتُهُ
وَ الْهَاشِمِيُّ الَّذِي لِلْبَابِ دَاحِيَهَا

”آپ کی تلواریں عدل گستر تھیں اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان میں سے سب سے زیادہ قدر آور ہیں اور وہ ہاشمی یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنہوں نے دروازہ اکھاڑ پھینکا تھا۔“

وَ صَاحِبُ الْغَارِ لَا تُحْصَى مَنَاقِبُهُ
مَوْسِسُ الدَّوْلَةِ الْكُبْرَى وَ بَانِيهَا

”اور صاحب غار جن کے مناقب و فضائل شمار سے باہر ہیں جو بہت بڑی اسلامی سلطنت کے موسس اور بانی ہیں۔“

وَجَامِعُ الذِّكْرِ عُثْمَانُ أَخُو كَرَمٍ
كَمْ غَزْوَةً بِثِيَابِ الْحَرْبِ كَاسِيَهَا

”اور جامع صفات سخاوت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں کئی غزوات میں انہوں نے بے سرو سامان جنگلوں کو ساز و سامان سے نوازا۔“

مسلمانوں اور شیعہ امامیہ کے نزدیک قرآن ایک امانت ہے

یہ قرآن کریم ایک امانت ہے اللہ نے اسے جہان والوں کی طرف پہنچانا چاہا ہے یہ اللہ جل جلالہ سے منتقل ہو کر بذریعہ آسمان کے امین حضرت جبریل سے زمین اور آسمان کے امین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل ہوئی پھر وہاں سے یہ امانت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں میں آئی ان کے بعد دوسرے لوگوں تک پہنچی یہ لازمی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں حلقوں تک اسے تبھی پہنچایا ہے انہیں ان کی امانت پر مکمل اعتقاد تھا ورنہ امانت اپنی غرض و غایت تک رسائی حاصل نہ کرتی۔

اللہ تعالیٰ پہلے امین کی توثیق فرماتے ہیں جو کہ جبریل علیہ السلام ہیں، فرمایا:

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝﴾

(۸۱/التکویر: ۱۹-۲۱)

”بے شک یہ کریم رسول کی بات ہے یہ قوت والا ہے عرش والے کے نزدیک عزت والا ہے اطاعت کیا گیا وہاں امانت دار ہے۔“

دوسرے امین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یوں توثیق کی ہے:

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝﴾

(۵۳/النجم: ۴-۲)

”ستارے کی قسم جب وہ غروب ہوا تمہارا ساتھی نہ تو بھٹکا ہے نہ ہی گمراہ ہوا اور یہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا، مگر وحی ہے جو یہ کیا گیا۔“

تیسرے امین گروہ کی یوں توثیق کی جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۝ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا لِّبَنَتَعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سُبُلَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۝ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۝ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۝ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۝ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ (۴۸/الفتح: ۲۹)

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں، اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں تو ان کو دیکھتا ہے کبھی رکوع اور کبھی سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی طلب کرتے ہیں۔ ان کے چہروں

میں سجدوں کے نشانات ہیں ان کی مثال تورات اور انجیل میں کھیتی کی مانند ہے جو اپنی کونیل نکالتی ہے وہ مضبوط ہوتی ہے اپنے تنے پر سیدھی ہوتی ہے تاکہ اس کے ذریعہ وہ کفار کو غصہ میں ڈالے، اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔“

یہ جمہور مسلمانوں کا نظریہ ہے۔

امامیہ شیعہ کا نظریہ یہ ہے کہ یہ امانت محمد ﷺ سے منتقل ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہوئی ان سے آگے ان کے بیٹے اور پوتے تک منتقل ہوئی حتیٰ کہ امام مہدی جو غائب ہے ان تک پہنچی، ان کے بعد یہ امانت کسی اور کو نہیں سونپی گئی۔ امامیہ کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ امانت لوگوں تک نہیں پہنچائی اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے لوگوں تک پہنچایا ہے ان کے نزدیک تو دین ضائع ہو چکا ہے۔ (الصحابہ بین میز انین: ۳)

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شیعہ کتب کی نظر میں

امامیہ شیعہ کی کتب خواہ قدیم ہیں، خواہ جدید ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن، طعن اور تکفیر سے بھرپور ہیں اور جوان سے محبت رکھتا ہے اس کی بھی تکفیر سے ان کی کتابیں معمور ہیں اور آج کا انٹرنیٹ اور کیبل بھی اس کی گواہی دیتا ہے آواز اور تصویر دونوں ذریعہ سے یہ گھناونا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ نمونے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)..... یہ لکھا ہے، نبی ﷺ کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے تھے صرف تین باقی رہے، (۱) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ (۲) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مرتد نہ ہوئے تھے۔ (الکافی: ۱۱۵، رجال الکشی: ۱۲)

(۲)..... مجلسی روایت کرتا ہے، حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے ایک مولیٰ نے ان سے پوچھا کہ حضرت! میرا حق خدمت یہ تقاضا کرتا ہے کہ میں آپ سے یہ سوال کروں، مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبر دیجئے، انہوں نے کہا وہ دونوں کافر تھے، اور جوان سے محبت رکھتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ (حق الیقین: ۵۲۲)

تمی اپنی تفسیر میں کہتا ہے: سورت نحل کی آیت: ۹۰ میں جو آتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحشاء اور منکر اور سرکشی سے منع کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت پاؤ،

اس میں فحشاء سے مراد ابوبکر ہیں، اور منکر سے مراد عمر ہیں اور بغی سے مراد عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تفسیر: ۲۱۸)

(۲) ان کی تفاسیر میں جبت اور طاعوت کی تعریف یہ ہے کہ یہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(تفسیر العیاشی: ۲۷۳، ۱، الصافی: ۴۵۹، ۱؛ البرہان: ۳۷۷-۱)

اور شیخین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر لعنت کرنا تو ان کی مشہور دعائیں آتا ہے جسے یہ قریش کے دو بتوں والی دعا کا نام دیتے ہیں، اس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

اے اللہ! محمد ﷺ پر رحمت بھیج، اور قریش کے دو بتوں اور اس کے دو جبت اور طاعوت پر اور ان کے جھوٹ اور ان کی دو بیٹیوں عائشہ و حفصہ پر جنہوں نے تیرے حکم کی مخالفت کی ہے اور تیری وحی اور تیرے انعام کا انکار کیا ہے اور انہوں نے تیرے

رسول کی نافرمانی کی ہے اور تیرے دین کو پلٹ دیا ہے اور تیری کتاب کی تحریف کی ہے اور تیرے احکام کو معطل کیا ہے ان پر لعنت کر۔ اے اللہ! ان پر ان کے پیروکاروں پر اور ان کے گروہوں اور ان سے محبت کرنے والوں پر بھی لعنت کر، اور انہیں سقر دوزخ میں ہمیشہ رکھ، تجھے کیا معلوم سقر کیا ہے سقر یہ ہے کہ کچھ باقی نہ چھوڑتی۔

(مفاتیح الجنان: ۱۱۴؛ المصباح: ۷۳۲؛ بحار الانوار: ۲۶۰-۸۲)

اسی طرح یہ بد دعا عشرہ (دس صحابہ کرام) تک پہنچتی ہے جیسا کہ آغا بزرگ مہرانی نے بتایا ہے۔

(الذریعہ الی تصانیف الشیعہ: ۱۹۲-۸)

محمد باقر مجلسی کہتا ہے: ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم چاروں بتوں سے بیزار ہیں۔ یہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں، اور چار ہی خواتین سے بیزار ہیں، عائشہ، حفصہ، ہند اور ام حکم رضی اللہ عنہن اور ان کے تمام گروہوں اور پیروکاروں سے بیزار ہیں۔ یہ روئے زمین پر اللہ کی مخلوق سے بدترین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ائمہ سے ایمان تب ہی مکمل ہوگا جب ہم ان کے ان دشمنوں سے بیزاری نہ کریں۔

(حق الیقین: ۵۱۹ (فارسی) مترجم شیخ محمد تونسوی۔ ان کی کتاب بطلان عقائد شیعہ: ۵۳ میں ہے)

مجلسی بیان کرتا ہے کہ حسن نے کہا تھا: اپنی اولاد کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی تعلیم دو اور حسن ہی سے یہ قول بھی مروی ہے یہ عثمان پل صراط پر مردار پڑا ہوگا۔ (بحار الانوار: ۱۴۹-۳۱)

اب یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے یہ دو اقوال بیان ہوئے ہیں۔ اور کلینی امام صادق سے بیان کرتا ہے کہ آسمان سے ایک منادی دن کے اول میں یہ صدا دیتا ہے کہ خبردار! حضرت عثمان اور ان کے شیعہ کامیاب ہیں۔ (اصول الکافی: ۶۵-۱)

خامد انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہئے

ہمارا ہمعصر اہم شیعہ نمائندہ کہتا ہے، صحابہ او باش اور شہوات کے پجاری ہیں انہوں نے فارس اور روم کے خوبصورت شہروں کو برباد کیا اور پھر یہ مجوسی اور رومی خواتین کی عفت پر مگر مجھ کے آنسو بہاتا ہے۔ (رسالة الایمان: ۳۲۳)

خمنی خلفائے راشدین کے بارے میں اپنی رائے دیتا ہے اور پوری وضاحت و صراحت سے کہتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعمال کفر و زندلی کے چشمہ سے ابلتے ہیں اور قرآن میں وارد ہونے والی آیات کے مخالف ہیں۔ (کشف الاسرار: ۱۱۶)

ایک برطانوی رائٹر کہتا ہے: ایران کے باسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عداوت اس لیے رکھتے ہیں کہ انہوں نے ایران کو فتح کیا اور ساسانی خاندان پر قبضہ کیا تھا انہیں اس بات سے واسطہ نہیں کہ انہوں نے حضرت علی اور فاطمہ کے حقوق غصب کیے تھے، انہیں تو یہ غصہ ہے کہ ایران کو انہوں نے زیر نگین کیا تھا، وہ مزید کہتا ہے انہوں نے اپنی عداوت کو مذہبی رنگ دیا ہے اس کے سوا اور کچھ حقیقت نہیں جو ہم نے بیان کیا ہے۔ (تاریخ ادبیات ایران: ۲۱۷-۱؛ منقول از شیعہ والسنہ: ۵۰)

یہاں ہمیں شیخین سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی اس سے واسطہ ہے جو وہ الہی احکام سے کھیلے رہے ہیں اور جو انہوں نے حلال کیا ہے اور جو انہوں نے حرام قرار دیا ہے اور جو انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خلاف مشق ستم جاری رکھی حالانکہ وہ ان کے

نبی ﷺ کی بیٹی تھیں۔ اور ان کی اولاد کے خلاف بھی بہت کچھ کیا، یہ سب علیحدہ بات ہے ہم یہاں یہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دین اور الہی احکام سے نا آشنا ہیں۔ ان جہال اور احمقوں کی مثال یہ ہے کہ یہ ظالم ہیں یہ اس کے مستحق نہیں کہ امامت پر فائز ہوں یا اولی الامر کے ضمن میں آئیں۔ (کشف الاسرار: ۱۰۷)

ہم اس رب اور معبود کی عبادت نہیں کرتے جو عبادت، عدالت، اور بنداری کی بلند عمارت قائم کرتا ہے اور پھر خود ہی اسے گرا لیتا ہے اور یزید، معاویہ اور عثمان رضی اللہ عنہم کو اس محل میں بٹھا دیتا ہے ان کے علاوہ سرکشوں کو امارت کی جگہ پر بٹھا دیتا ہے اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد امامت کا ٹھکانہ ایک جگہ قرار نہیں دیتا۔ (حوالہ مذکور: ۱۲۳)

احمدی نژاد نے جو کہ ایران کا صدر ہے وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنہیں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے اس نے انہیں سب و شتم کیا جن میں طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں، اس نے اپنے ایک انتخابی جلسہ کے درمیان یہ کہا تھا: یہ بیان کیبل پر چلا تھا۔ دیکھئے تاریخ خطاب: ۱۰-۴-۲۰۰۹ء؛ صناعة التشيع: ۱۴۴)

ایک پگڑی والے شیعہ نے جو کہ ہمارا ہم عصر ہے جس کا نام یاسر حبیب ہے، کیبل پر اقرار کرتا ہے اور کیبل پر لایا گیا ہے اس نے لاکھوں افراد کے سامنے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لعنت کی ہے اور انہیں جرائم پیشہ اور بری شخصیات قرار دیتا ہے اور کہتا ہے، امامیہ کا یہ اعلانیہ عقیدہ ہے جو یہ نظریات نہیں رکھتا وہ شیعہ نہیں۔

شیخ محمد حسین فضل اللہ پر سخت ترین انداز میں حملہ آور ہوا ہے۔ اس نے خلفائے راشدین پر رضی اللہ عنہم کہا تھا اس کے جواب میں اس نے سخت جملوں کا استعمال کیا ہے اس پگڑی والے نے کہا ہے اس پر تنقید کرتا ہے جس نے رواداری کا سبق دیا تھا وہ ہمارا عالم ہے اور نہ ہی وہ ہمارے شیعوں سے ہے بلکہ وہ گمنام فرقہ میں سے ہے جو اہل بیت کی دوستی اور ان کے دشمنوں کے درمیان دوستی خط ملط کرتا ہے مزید کہتا ہے ان منحرف صحابہ کرام سے کوئی واسطہ نہ ہو موجودہ خوف کا بیج بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بویا ہوا ہے، اور کہتا ہے صحابہ پر لعنت کرنا ہمارا شعار ہے اور شرعی صیغہ ہے جو قرآن میں وارد ہے یہ لعنت اسی طرح ہے جس طرح ابلیس پر ہے۔ ہم ان پر لعنت کرتے ہیں۔ اور مخالف ابولؤلؤ پر طعن کرتے ہیں اور اسے مجوسی شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ ہمارے نزدیک ثابت شدہ مسلمان ہے۔ (کیبل تاریخ: ۷-۴-۲۰۰۹ء)

یہ پگڑی والا جس کے حوالہ سے اوپر لکھا گیا ہے لندن میں مقیم ہے، انٹرنیٹ پر اس کی بڑی حیثیت ہے اس کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ لقیہ نہیں کرتا، اور یہ فارسی تشیع کے عقائد کا علی الاعلان پرچار کرتا ہے۔

کیبل میں فدک کے نام سے پروگرام کرتا ہے تاکہ اس کے درمیان غلو اور بے دینی کے عقائد کو بدترین صورت میں عام کرے۔ یہ ایران کا پیدائشی ہے ۱۹۷۹ء سے ہے کویت نے اسے شہریت بھی دے رکھی ہے یہ اسے خوبصورت صلہ دے رہا ہے کہ یہ اس کے ہر شعبہ کے عقیدہ پر تنقید کرتا ہے اور اسے اسلام کے عظیم رموز پر لعنت کرتا ہے۔

بے دینی کا سرغنہ بھی حقیقت کو مانتا ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنا اصل میں نبی ﷺ پر طعن ہے۔ کہ آپ کو پتہ نہ چلا کہ ساتھی خائن ہیں اس میں سراسر آپ کی

ناکامی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تنقید کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ تو ممکن نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کریں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں طعن کرتے ہیں، دراصل یہ نعوذ باللہ آپ کو برا آدمی کہنا چاہتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے، فلاں آدمی برا ہے یہ تب کہتے ہیں جب اس کے ساتھیوں کو برا کہا جائے کہتے ہیں اگر فلاں آدمی نیک ہوتا تو اس کے ساتھی بھی نیک ہوتے، یعنی کسی کو برا کہنے کی بجائے اس کے ساتھیوں کو برا کہہ دیا۔ (الصارم المسلول: ۱-۵۸۱)

صحابہ کرام کے ذریعہ ہی پہنچا ہے، اور زمانہ بیت چکا ہے ان میں طعن کیا جاتا ہے تو یہ قرآن پر بھی طعن ہے۔ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں ابو داؤد سجستانی سے بیان کرتے ہیں کہ ہارون رشید کے پاس جب شا کر کو لایا گیا جو کہ زندیقوں کا سرغنہ تھا کہ اس کی گردن اڑا دے: بادشاہ نے اس سے کہا، مجھے یہ تو بتا! تم سب سے پہلے صحابہ پر طعن و تشنیع کیوں سیکھتے ہو، اس نے کہا: ہم نقل کرنے والوں پر طعن کرتے ہیں جب نقل کرنے والے باطل ٹھہریں گے تو منقول خود بخود باطل قرار پائے گا۔ (تاریخ بغداد: ۳۰۸-۴)

یعنی دین کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نقل کیا ہے ان پر تنقید ہوگی تو قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود اس کی زد میں آجائیں گے۔

امامیہ شیعہ کے ایک شبہ کا ازالہ

امامیہ شیعہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارتداد پر اپنی کتاب میں یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ لوگ میرے پاس حوض کوثر پر پیش ہوں گے، میں انہیں پہچانتا ہوں وہ مجھے پہچانتے ہیں میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی میں کہوں گا یہ مجھ سے ہیں یہ میرے ساتھی ہیں۔ کہا جائے گا:

إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحَدٌ ثَوَّابِعُكَ

”آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا نئی چیز پیدا کی ہے۔“

فَاَقُولُ ”میں کہوں گا۔“

سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي (بخاری: ۶۵۸۴)

”دوری ہے، دوری ہے اس کے لیے جس نے میرے بعد تغیر و تبدل کیا۔“

اس سے صحابہ کرام کا ارتداد مردار دلینا نہایت ہی غلط ہے کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو یہ دین پر قائم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبائل دین سے مرتد ہو گئے، اگر صحابہ کرام کا ارتداد مان لیا جائے تو پھر مرتدوں سے لڑا کون تھا اور زمین کے مشرق و مغرب میں دین کس نے پھیلا یا تھا۔

جو اس حدیث میں محرومی قسمت والے لوگ بیان ہوئے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک وہ اصطلاحی صحابہ نہیں جیسا کہ اہل علم نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں ملا ہو اور اسلام پر فوت ہو ہو،

اس حدیث میں صحابی غیر اصطلاحی ہے جو کہ ساتھی کے معنی میں ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رَأْسُ الْمُنَافِقِينَ عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں کہا تھا جب کسی نے اس کے سراڑانے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کہ لوگ کہیں گے

أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ (بخاری: ۴۹۰۵)

”کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔“

مترجم کہتا ہے اگر اصطلاحی صحابی مان لیں تو پھر حضرت علی، حضرات حسنین رضی اللہ عنہم بھی اس کی زد میں آئیں گے لہذا اس سے مراد صحابی اصطلاحی نہیں عام ساتھی مراد ہیں۔

(۳) اوصاف صحابہ رضی اللہ عنہم اہل بیت کی زبانی

(۱)..... امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے بھائیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف بیان فرماتے ہیں میں نے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے تم میں سے کوئی بھی ان سے مشابہت نہیں رکھتا۔ وہ صبح کے وقت گرد آلود اور پراگندہ حالت میں ہوتے تھے اور وہ حالت سجدہ میں شب زندہ دار تھے اور رات قیام کرتے گزر جاتی تھی وہ اپنی جبینوں اور رخساروں کو پیوند خاک کر کے راحت پاتے تھے اور آخرت کا ذکر کر کے وہ ایسے بے تاب ہوتے جیسا کہ انگاروں پر لوٹ رہے ہیں۔ طویل سجدہ ریزیوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان کی جگہ بکری کے گھٹنے کی مانند تھی یہ جب یاد الہی کرتے تھے تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کے دامن تر ہو جاتے ہیں اور یہ خوف خدا یوں لرزہ بر اندام ہوتے ہیں جیسا کہ درخت تیز آندھی کے دن لرزتا ہے اور ثواب کے حصول کے لیے یہ پرامید ہیں اس کے بعد اپنے پیارے احباب کی جدائی کے غم میں یوں اظہارِ درد فرماتے ہیں۔

آہ! وہ قوم کہاں گئی جب انہیں دعوت اسلام دی گئی تو انہوں نے اسے قبول کیا اور انہوں نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور اسے حاکم جانا اور میانوں سمیت تلواریں کو چھین لیا اور انہوں نے مسلسل جنگوں سے زمین کے اطراف و کنارے پر تگیاں کر لئے، کثرت بکاء سے ان کی آنکھیں خراب ہیں اور روزہ کی وجہ سے ان کے پیٹ اندر کی گھس گئے ہیں اور دعاؤں سے ان کے ہونٹ خشک ہو چکے ہیں اور شب بیداری سے ان کے رنگ زرد ہو چکے ہیں۔ ان کے چہروں پر خشوع کی معصومیت ہے یہ میرے بھائی تھے کہ دنیا سے چل بسے، ہمارا حق ہے ہم ان کے دیدار کی کوشش میں پیاسے رہیں اور ان کے فراق میں کف افسوس ملیں۔ (نہج البلاغہ: ۱۴۳)

(۲)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید کہا ہے: اللہ بھلا کرے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا انہوں نے ٹیڑھے کو سیدھا کر دیا اور عمد (بیار) کا علاج کیا اور سنت کو قائم کیا اور فتنہ ختم کیا اور صاف لباس دنیا سے گئے بے عیب تھے دنیا سے خیر حاصل کی اور شر سے بچے رہے انہوں نے اپنے اللہ کی اطاعت کی اور اس سے ایسا ڈرے کہ جس طرح اللہ سے ڈرنے کا حق ہے۔ (نہج البلاغہ: ۳۵۰)

(۳)..... جب غزوہ روم کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنفس نفیس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں جانے سے روکا۔ (نہج البلاغہ: ۱۹۳)

(۴)..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہی ہستی ہیں جنہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ پر امیر مقرر کیا۔ اور آپ ہی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو مدائن پر امیر بنایا۔ (سیرا اعلام النبلاء: ۱۰۵۴۷، ۱۰۴۲۲)

مقصود یہ ہے کہ اگر حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان محبت نہ تھی تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حمایتیوں کو امیر کیوں بناتے رہے۔

(۵)..... حضرت عثمان کا باغیوں نے جب محاصرہ کیا تھا تو ان کے دفاع کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بھیجے کا واقعہ تو مشہور معروف ہے۔ (شرح نہج البلاغہ: ۵۸۱-۱۰؛ تاریخ مسعودی: ۲۰۳۴۴)

(۶)..... حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں امام باقر رضی اللہ عنہ کا موقف درج ذیل ہے ایک مجلس میں یوں تعریف کناں ہیں ایک مرتبہ آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تو ایک سائل نے تعجب سے پوچھا، تم بھی صدیق کہتے ہو، تو امام صاحب اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہا، ہاں، وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں جو انہیں صدیق نہیں کہتا اللہ تعالیٰ اس کی بات کو سچا نہ کرے نہ دنیا میں سچا کرے نہ آخرت میں سچا کرے۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ؛ منقول از تحفہ اثنا عشری مطبوع مصر: ۱۳۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ان سے محبت کر۔ وہ کہنے لگی میں جب اپنے رب سے ملوں گی تو میں کہوں گی آپ نے مجھے ان سے محبت کا حکم دیا ہے، کہا، ہاں کہہ دینا۔ (روضتہ الکافی: ۲۹)

(۷)..... امام صادق سے صحیح سندوں سے منقول ہے انہوں نے کہا جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بری ہے اللہ اس سے بیزار ہے، اللہ اس سے بیزار ہے اور کہا: اے سالم! ان سے محبت کرو اور ان کے دشمنوں سے بیزار ہو جاؤ یہ دونوں امام ہدایت تھے۔ اور کہا، واللہ، میں ان دونوں سے دوستی رکھتا ہوں اور ان کے لیے استغفار کرتا ہوں میں نے اپنے اہل بیت میں سے ہر شخص کو ان سے محبت کرتے پایا ہے۔ ایک سائل نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے ان کے متعلق سوال کیا تو اس کے جواب میں کہا، تو مجھ سے ان آدمیوں کے بارے میں پوچھتا ہے جنہوں نے جنت کے پھل کھائے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲۵۹-۶)

صحابہ کرام کے بارے میں ائمہ اہل بیت کا یہ عقیدہ تھا جو کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ یہ کتنا صاف، واضح اور صاف ستھرا ہے اور جو فارسی اہل تشیع کا عقیدہ ہے تو یہ کینہ سے بھرپور، ظالمانہ اور گناہ پلندہ ہے۔ بلکہ عقل گریز ہے اس بارے میں بحث کرنے والا، کبھی تو ایسی مضبوط نصوص پاتا ہے کہ نعوذ باللہ! صحابہ کرام مرتد ہو گئے تھے پھر ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے اگر وہ مرتد ہو گئے تھے تو پھر ان مرتدوں سے کون لڑا تھا اگر یہ مرتد تھے تو پھر مرتدوں کے ساتھ مرتد کیسے لڑ سکتے تھے۔ اور کبھی جستجو کرنے والا ایسی کتابیں پاتا ہے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی گئی ہے اور جو مضبوط ذرائع سے بتاتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی تھی۔

محمد حسین آل کاشف الغطاء کہتا ہے: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان سے پہلے دونوں خلیفہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کلمہ توحید اور لشکروں کی تیاری میں اور فتوحات کی توسیع میں بے انتہا جدوجہد کی ہے انہوں نے خود کو نہ تو ترجیح دی ہے اور نہ ہی لازمی قرار دیا ہے کہ ہمارے بغیر اور کوئی نہیں تو پھر انہوں نے ان دونوں کی بیعت کی اور ان سے صلح کر لی۔ (اصل الشیعہ و اصولہا: ۴۹)

بلکہ شیعہ کتب میں ایسی احادیث صحیحہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل بیت روایت کرتے ہیں جن میں اس امت کے اوائل پر لعنت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اسے بلاء اور علامات قیامت سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ طبری روایت بیان کرتا ہے۔ ابن حنفیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں پندرہ باتیں ہوں گی تو ان پر بلا نازل ہوگی جب امت

غنیمت کو دولت بنا لے گی، اور امانت کو غنیمت تصور کرنے لگے گی۔ اور زکوٰۃ کو چٹی سمجھے گی اور آدمی بیوی کی اطاعت کرے گا اور باپ سے جفا کرے گا اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا اور امت ریشم پہنے گی اور شراب نوشی کرے گی اور گانے والیاں اور آلات موسیقی خریدے گی اور قوم کا لیڈر ذیل آدمی ہوگا اور برے آدمی کی عزت اس کے خوف کی وجہ سے کی جائے گی۔ اور مساجد میں صدائیں بلند ہونے لگیں گی۔ اس امت کا آخر والا اس امت کے اول کو گالی دے گا ایک روایت میں ہے لعنت کرے گا تو اس وقت پھر تین چیزوں کا انتظار کرو۔ (۱) سرخ آندھی آئے گی۔ (۲) لوگ زمین میں دھنس جائیں گے۔ (۳) چہرے مسخ ہوں گے۔ (المبسوط: ۲۲۴-۸)

(۴) فارسیوں کی کوشش ہے کہ رموز اسلام کو مٹا دیں کیونکہ اسلام نے ان کی بادشاہت مٹائی ہے

مجوسی فارسی بادشاہت کے زوال نے سب سے پہلا بیج یہ بویا تھا کہ امت اسلام کی رموز اور تاریخ کے خلاف تکفیر پھیلائی یعنی کفر کا فتویٰ دیا اور خصوصاً بلاد فارس کے فاتح سپہ سالاروں کے خلاف انہوں نے یہ مہم بہت زیادہ چلائی ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہلا لشکر بلاد فارس کی فتح کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا، جنہوں نے حیرہ شہر آزاد کرایا۔ جو کہ مندریوں کا دار الخلافہ تھا یہ (۱۲) صدیاں فارس کے قبضہ میں رہا تھا جسے انہوں نے آزاد کرایا۔ (۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فارسیوں سے آباد علاقہ عراق کو فتح کیا فارس کی فتح کے لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف بغض ان کی خاندانی ثقافت بن گیا جو بچے صاف ذہن ہوتے ہیں انہیں بھی اس بغض کے مطابق تربیت دی جاتی تھی کہ یہ اپنی عیدوں اور میلوں میں یہ شعر گنگنانے لگے،

الْبَسُّ جَدِيدٌ، وَالْعَنْ عُمَرَ وَيَزِيدُ

”نیا لباس پہنوا اور عمر اور یزید کو لعنت کرو۔“ (عمر والتشيع: ۱۵)

(۳)..... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پورے عزم و اصرار کے ساتھ فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فارسیوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ ہرات، دیلم، طبرستان، وغیرہ علاقوں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسائی حاصل کی اور افغانستان کے قریب ایرانی حدود میں یزید گرد کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئے اور اسے ۳۱ھ میں قتل کر دیا۔

(۴)..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اکرم ﷺ کے ماموں ہیں اور ۱۵ھ میں واقع ہونے والے معرکہ قادسیہ کے سپہ سالار تھے اور فارسی فوجوں کے سپہ سالار رستم کو انہوں نے شکست فاش سے دوچار کیا تھا یہی وجہ ہے کہ فارسی شیعہ انہیں ”مرتد“ کر کے اشارہ کرتے ہیں اور اس امت کا ”قارون“ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے کوفہ کی وہ مسجد تعمیر کی امامیہ شیعہ کے نزدیک جدھر سفر کرنا ثواب ہے اور ان کے نزدیک یہ مسجد اقصیٰ سے بھی زیادہ افضل ہے۔ جبکہ مسجد اقصیٰ سے نبی ﷺ کو معراج کے لیے لے جایا گیا تھا جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ مسجد کوفہ کو افضل کہتے ہیں۔ (تفسیر الصافی سورة الاسراء)

(۵)..... حضرت خالد بن ولید یہ وہ بزرگ ہیں رسول اکرم ﷺ نے انہیں اللہ کی تلوار کا لقب دیا ہے جو اس نے اپنے دشمنوں پر سونپی ہے۔ اہل تشیع ان کی حرمت پائمال کرتے ہیں اور ان پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں علی شریعتی کہتا ہے خالد جو کہ سپہ سالار تھا اس نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور اسی رات اس کی پریشان بیوی سے ہمبستری کی۔ (التشيع العلوی والتشيع الصفوی: ۵۲)

(۶)..... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (۷) حضرت مغیرہ بن شعبہ (۸) حضرت ابو موسیٰ اشعری (۹) حضرت زیاد بن سفیان رضی اللہ عنہ اور نبی ﷺ کا قبیلہ قریش جنہوں نے اس قسم کے بے مثال سپہ سالار اور سپوت جنے ان سب کو یہ خاص نشانہ بناتے ہیں۔ ان کے بعد یہ تکفیر کا معاملہ اتنا اوپر جاتا ہے کہ ساری امت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے فارسی علما میں سے منتخب لوگ جیسا کہ کلینی، قمی، مجلسی، طوسی، طہرانی، جزائری، نوہجی، طہرانی، مقانی، اردبیلی اور خمینی ہیں۔ انہوں نے تو ہزاروں صفحات اور کئی جلدیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن طعن کرنے اور تشہیر کرنے میں سیاہ کر ڈالے ہیں۔ یہ سب ایرانی ہیں یہ عربی پہچان اس وقت استعمال کرتے ہیں۔ جب یہ عرب علاقوں میں رہتے ہیں، ولی نصر کہتا ہے شیعہ کا دین نقل کرنے والے بعض ایسے آدمی عراق میں موجود ہیں جو اصل میں ایرانی ہیں ان میں عراقی شیعہ کے دولیڈر ہیں ایک آیت اللہ ابوالقاسم خانی، دوسرا آیت اللہ علی سستانی، یہ اصل میں ایرانی ہیں انہوں نے نجف میں سکونت اختیار کرنے کے بعد اپنے ناموں کے ساتھ عربی پہچان کرائی ہے۔ (صحوة الشیعہ: ۶۳)

یہ معنوی اور اخلاقی طور پر امت مسلمہ پر تابڑ توڑ حملے کرتے ہیں۔ ان میں سے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور ان میں سے یہ لوگوں پر خاص طور پر تنقید کرتے ہیں جو فارس کے علاقوں کو فتح کرنے میں سپہ سالار تھے امت کے ان اکابرین پر جن پر اللہ نے اپنی رضا کا اعلان کیا ہے ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ ان امت کے سپوتوں پر سے اعتماد اٹھ جائے اور ان عقل گریز رموز اور تاریخ کے ذریعہ ان کی ثقاہت میں رخنہ پڑ جائے۔

(۵)..... اہل بیت اور خلفائے راشدین کے شجرہ نسب سے پتہ چلتا ہے کہ اہل بیت اور خلفائے راشدین کے درمیان رشتہ داریاں تھیں یہ شیعہ مصادر سے ثابت ہے۔ اہل بیت کے کبار افراد نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے والوں کے جھوٹ کا پردہ چاک کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے آپس میں رشتے کر رکھے تھے اور اہل بیت نے صحابہ کرام کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام رکھے تھے۔

رسول اکرم ﷺ کی اولاد

بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔..... ان سے اولاد

(۱) قاسم (۲) زینب (۳) عبداللہ (۴) رقیہ (۵) ام کلثوم (۶) فاطمہ (۷) ابراہیم

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی، ابن ابی العاص سے ہوئی۔

حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کی شادی، یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی، حضرت علی بن ابن طالب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

ان سے اولاد۔ (۱) حضرت حسن (۲) حضرت حسین (۳) زینب (۴) ام کلثوم رضی اللہ عنہم

(۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد

ام کلثوم، ان کی شادی طلحہ بن عبداللہ سے ہوئی (۲) عبداللہ (۳) اسماء، ان کی شادی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ہوئی

(۴) عائشہ ام المومنین، (۵) عبدالرحمن (۶) محمد

عبدالرحمن کی اولاد: (۱) حفصہ، ان کے خاوند حسن بن علی تھے، (۲) بیٹا عبداللہ تھا (۳) بیٹی اسماء تھی، آگے اسما کی بیٹی ام فروہ

تھی جو کہ جعفر صادق کی والدہ تھیں۔

(۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد

(۱) عبد اللہ (۲) زید اکبر (۳) فاطمہ (۴) ام المومنین حفصہ (۵) عاصم (۶) رقیہ (۷) زید اصغر۔ رقیہ اور زید اصغر دونوں کی والدہ حضرت ام کلثوم بنت علی تھیں۔

(۳) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اولاد

(۱) سعید (۲) عمر (۳) عمرو (۴) ابان (۵) عبد اللہ (۶) ولید، اور عمر کے بیٹے کا نام عاصم تھا اور عمر کا بیٹا عبد اللہ ہے ان کی بیوی فاطمہ بنت حسین تھی۔ زید دوسرا بیٹا تھا اس کی بیوی سکینہ بنت حسین تھی اور ابان کی بیوی ام کلثوم بنت عبد اللہ بن جعفر طیار تھی۔ آگے ان کا بیٹا مروان، جو والدہ ہے قاسم بن حسن المثنیٰ بن امام حسن رضی اللہ عنہ کی۔

(۴) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد

(۱) ابوبکر یہ کربلاء میں اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ (۲) رملہ، ان کے خاوند حضرت معاویہ بن مروان تھے۔ (۳) عبد الرحمن (۴) عثمان اکبر (۵) عثمان اصغر (۶) عمر اصغر (۷) فاطمہ (۸) عمر اکبر یہ بھی کربلاء میں اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ (۹) محمد بن حنفیہ (۱۰) آگے ان کے بیٹے عمر اور عبد اللہ تھے۔ (۱۱) عباس اصغر، یہ بھی کربلاء میں شہید ہوئے۔ (۱۲) عباس اکبر یہ بھی کربلاء میں شہید ہوئے (۱۳) حسن (۱۴) حسین (۱۵) ان کے بیٹے، علی بن حسین، ان کے بیٹے محمد باقر، ان کے بیٹے جعفر صادق، ان کے بیٹے موسیٰ کاظم تھے۔ ان کے بیٹے، ابوبکر، ان کے بیٹے عمر اور ان کی بیٹی عائشہ تھے۔ ان کے بیٹے علی بن موسیٰ رضا ہیں جن کی کنیت ابوبکر تھی۔ (۱۶) بیٹی ام کلثوم تھی ان کے خاوند عمر بن خطاب تھے ان سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ (۱۷) بیٹی زینب ہے ان سے عبد اللہ بن جعفر طیار کی شادی ہوئی۔

(۵) حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بیٹوں کا تذکرہ

(۱) حسن، ان کے بیٹے ابوبکر ہیں جو اپنے چچا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلاء میں شہید ہوئے۔ (۲) بیٹا عمر ہے۔ یہ بھی کربلاء میں قیدی ہوئے۔ (۳) حسن ہے انہیں مثنیٰ کہتے ہیں (۴) بیٹا طلحہ ہے، حضرت حسین کے بیٹے (۱) عثمان (۲) عبد اللہ (۳) ابوبکر (۴) عمر یہ اپنے باپ کے ساتھ کربلاء میں شہید ہوئے۔ (۵) بیٹی سکینہ ہے۔ ان کے خاوند زید بن عمرو بن عثمان بن عفان تھے۔ (۶) فاطمہ بیٹی ہے ان کے خاوند عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان ہیں۔ (۷) علی سجاد ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر ہے علی کے بیٹے محمد باقر ہیں۔ عائشہ ہیں، عمر اشرف اور زید بن علی ہیں۔

(شیعی حوالہ جات) الارشاد المفید: ۱۸۶؛ تاریخ یعقوبی: ۱۲۳-۲؛ مقاتل الطالبین: ۸۳؛ اصول الکافی: ۳۰۹-۱؛ اعلام الوری: ۲۰۳؛ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ: ۶۴-۲؛ جلاء العیون: ۵۷۰؛ عمدۃ الطالب فی النسب علی بن ابی طالب؛ الفصول المهمہ: ۱۴۳؛ منتہی الامال: ۱۴۰-۱؛ فرق الشیعہ: ۴۱؛ میں اوپر والے رشتوں کے حوالہ جات ہیں۔

بحث: ۱۲

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں شیعہ کا عقیدہ

(۱) ام المومنین اہل سنت مسلمانوں کی نظر میں

یہ جلیل القدر خاتون سیدہ صدیقہ بنت صدیق ہیں۔ انہیں یہ شرف حاصل ہے کہ جب نبی ﷺ نے وفات پائی تو آپ کا سراقدس ان کی گود میں تھا۔ اور آپ انہی کے گھر میں دفن ہوئے۔ اور آپ کی چاہت بھی تھی۔ آپ ﷺ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ حدیث شریف میں آتا ہے، نبی اکرم ﷺ سے سوال ہوا:

مَنْ أَحَبَّ النَّاسَ إِلَيْكَ - قَالَ: ((عَائِشَةُ)) قِيلَ مِنَ الرَّجَالِ - قَالَ: ((أَبُو هَا))

آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ کون پیارا ہے؟ کہا: ”عائشہ۔“ کہا گیا، مردوں سے کون ہے؟ فرمایا: ”ان کے باپ۔“ (ترمذی: ۳۸۹۰)

آپ کی ازواج جو ہیں جن سے آپ موت تک نکاح میں رہے اور وہ بھی وفات تک آپ کے زیر نکاح رہیں یہی جنت میں آپ کی بیویاں رہیں گی۔ قرآن کریم نے انہیں پاک قرار دیا ہے اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب: ۳۳)

”بے شک اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے تاکہ تم سے پلیدی کو دور کر دے اے اہل بیت! اور تم کو پاک کرے پاک کرنا۔“

یہ سورہ احزاب کی آیت کا حصہ ہے اس میں ابتدائی خطاب صریح طور پر نبی ﷺ کی بیویوں کی طرف ہے۔

جب ان پر بہتان بازی کا سانحہ دلفگار ہوا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر مدینہ کے منافقوں نے افترا پردازی کی تو آسمان سے آیات قرآنی نازل ہوئیں جن میں براءت اتری اللہ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۚ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُم ۚ لِّكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا

اَكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۱﴾ (النور: ۱۱)

”بے شک جو بہتان لائے وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔ اسے تم اپنے لیے برا مت جانو بلکہ تمہارے لیے بہتر ہے

ہر آدمی کے لیے جو اس نے گناہ کیا۔ اور جو اس کے بڑے حصہ کا سرپرست بنا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

﴿أُولَٰئِكَ مَبْعُوءُونَ مِمَّا يَفْعُلُونَ ۚ لَّهُمْ مَغْفِرَةٌ ۚ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۲۶﴾﴾ (النور: ۲۶)

”یہ لوگ بری کیے گئے ہیں جو یہ (منافق) کہتے ہیں۔ ان سے بری ہونے والوں کے لیے مغفرت اور اچھا رزق ہے۔“

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغُفْلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعُنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾﴾

”بے شک جو لوگ پاکدامن، برائی سے بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا میں اور آخرت میں لعنت ہوگی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

اس کے بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلقہ ہے اور فرماتے ہیں اس بات پر تمام علمائے کرام کا اجماع ہے کہ اس تربیت کے بعد بھی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دیتا ہے اور اس آیت کے اترنے کے بعد بھی انہیں تہمت زدہ کرتا ہے وہ کافر ہے اور قرآن پاک سے عناد رکھنے والا ہے۔ (تفسیر سورة النور: ۲۳)

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی اس سے کسی نے کہا: تو اپنی امی کو گالی دیتا ہے اس نے کہا، وہ میری امی نہیں، جب اس پوچھنے والے نے ام المومنین سے کہا کہ وہ تو کہتا ہے وہ میری امی نہیں تو فرمایا۔ اس نے درست کہا، میں ام المومنین ہو، میں کافروں کی ماں نہیں۔ (کتاب السنة باسناد صحیح، الحجہ فی بیان المحجہ: ۳۷۷)

اہل سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے محبت رکھتے ہیں۔ اور ان سے خوش ہیں اور ان کے حقوق پہچانتے ہیں اور ان کا ایمان ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ سنت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جو کہ امہات المومنین ہیں ان سے اظہار رضامندی کیا جائے یہ ہر برائی سے بری ہیں۔ ان میں سے خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما افضل ہیں۔ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما تو وہ ہیں جو دنیا و آخرت میں آپ کی اہلیہ ہیں اور اللہ نے اپنی کتاب میں ان کی براءت نازل کی ہے۔ جواب بھی انہیں براءت کے بعد تہمت لگائے گا اس نے کفر کیا ہے۔ (لمعة الاعتقاد: ۲۹)

باقی رہی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، فتنہ جنگ میں شامل ہوئیں جو کہ صحابہ کے درمیان معرکہ جمل کی صورت میں برپا ہوئیں۔ یہ جب ختم ہوئی تو اس کے بند ہونے کی وجہ ہی یہ تھی کہ تمام شرکت کرنے والے اس پر نادم تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قتال کے لیے نہ نکلی تھیں۔ یہ تو مسلمانوں کے درمیان اصلاح کی نیت سے گئی تھیں اور انہوں نے اسی میں مسلمانوں کی مصلحت سمجھی تھی تاہم بعد میں ان کے سامنے یہ واضح ہوا کہ ان کا نہ جانا ہی بہتر تھا جب انہیں اس میں جانے کی یاد آتی تو اتنا زیادہ روتیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا۔

اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پشیمان ہوئے جو انہوں نے لڑائی میں شرکت کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی نادم ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہا، اور آرزو کی کہ کاش میں اس دن تک زندہ ہی نہ ہوتا۔ میں اس سے (۲۰) برس پہلے ہی فوت ہو چکا ہوتا۔ (الفتن: ۸۰-۱؛ منقول، از اسمی المطالب: ۴۹۲)

ثابت ہوا کہ جنگ جمل کے دن لڑائی کا قصد نہ تھا۔ یہ بے اختیار واقع ہوئی۔ منافقوں کا جو کہ بد فطرت لوگ تھے ان کا کھیل چل گیا جو دونوں لشکروں میں گھسے تھے اور دونوں کے درمیان مکر سازی سے پہچان پیدا کرتے رہے اور لڑائی کے پنجے مضبوط کرتے رہے۔ (المنتقى من منهاج الاعتدال: ۲۲۲؛ منقول از اسمی المطالب: ۴۹۲)

اب امہات المومنین پر طعن کرنے والا منافق شمار ہوتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَ الْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۖ﴾ ﴿مَنْعُونِينَ﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۶۰-۶۱)

”اگر منافق باز نہ آئے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں افواہیں پھیلاتے ہیں ہم ان کے ساتھ تم کو بھڑکادیں گے پھر یہ آپ کے پڑوس میں نہ رہیں گے مگر تھوڑے سے یہ ملعون ہیں۔“
یہ آیہ مبارکہ اشارہ کر رہی ہے کہ منافق نبی ﷺ ازواج مطہرات میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی والی بات کو عام پھیلاتے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کے متبعی کی بیوی رہ چکی تھی۔ تو آپ کی ازواج پر ایسے طعن والوں کو ملعون اور منافق قرار دیا گیا ہے۔

(۲) سیدات عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما شیعہ کتب کی نظر میں

یہ صدیقہ طاہرہ مبراہ خاتون جنہیں یہ القاب قرآن پاک دیتا ہے یہ نبی امت کی زوجہ ہیں۔ اور آپ کی حبیبہ ہیں۔ مگر شیعہ کتب انہیں شیطانہ، خارجیہ، کافرہ، ام النار، ام الشرور قرار دیتی ہیں اور کہتے ہیں ان کے لیے دوزخ میں ایک خاص دروازہ ہے جسے باب عسکر کہا جاتا ہے یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ ان کے اس اونٹ کا نام ہے جس پر سوار ہو کر وہ جنگ جمل میں گئی تھیں۔

(تفسیر العیاشی: ۲۶۳؛ تفسیر البرہان: ۳۴۵-۲)

شیعہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَفَضَتْ غُدْلَهُمَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَأ ط﴾ (۱۶/ النحل: ۹۲)

”اور نہ ہو جاؤ اس عورت کی مانند جو اپنا کاتا ہوا جواس نے قوت کے بعد کاتا تھا اسے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔“

اس سے مراد حضرت عائشہ ہیں۔ (حوالہ مذکور اور بحار الانوار: ۳۰۱-۸)

اور یہ آیت:

﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَ جِبْرِيلُ وَ صَالِحُ

الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَ الْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۝﴾ (۶۶/ التحریم: ۴)

”اگر تم نے اللہ کی طرف توبہ کی تحقیق تمہارے دل مائل ہوئے ہیں اور اگر تم نے آپ کے خلاف آپس میں مدد کی تو

اللہ کا مولیٰ ہے اور جبریل ہے اور صالح ایماندار ہیں اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔“

یہ کہتے ہیں یہ دونوں سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ ہیں جنہوں نے آپ کے خلاف مشورہ کیا اور آپ کو زہر پلایا۔

(تفسیر العیاشی؛ بحار الانوار: ۲۸۶-۳۲)

ابوعلی اصفہانی کہتا ہے جو کہ اس وقت کے امامیہ شیعوں کا شیخ ہے یہ کہتا ہے حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما اپنے باپوں کی مانند

ہیں۔ یہ خبیث وجود ہیں اور یہ بہت سارے فتنوں کا باعث تھیں ان میں سے ایک فتنہ رسول اکرم ﷺ کو زہر دینا ہے ان دونوں

سے بغض رکھنا ضروری ہے یہ خبیث اور نجس ہیں اور ان پر لعنت کی جائے۔ (فرضۃ الزہراء: ۹۸)

شیعہ کا ایک بہت بڑا عالم حر عاملی کہتا ہے ابو جعفر سے اس آیت کی تفسیر میں آتا ہے۔

﴿وَلَا تُنْسِكُوا بِعَصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ (٦٠/الممتحنة: ١٠)

”کافر عورتوں کی عصمتیں نہ روکو۔“

اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جس کے پاس کافر عورت ہو جو ملت اسلام پر نہیں اور خاندان ملت اسلام پر ہے تو وہ اس عورت پر اسلام پیش کرے اگر وہ قبول کر لے تو وہ اس کی بیوی ہے اگر نہ کرے تو وہ اس سے برائت کا اظہار کرے۔ کیونکہ اللہ نے اس کو عصمت نکاح میں رکھنے سے منع کیا ہے۔ (وسائل الشیعہ: ٥٤٢۔ ٢٠)

اگر ان کے بقول ان کی افتراء پر دازی کے سیدہ عائشہ کافرہ اور مرتد تھیں تو اس نص قرآنی کے مطابق آپ ﷺ پر واجب تھا کہ انہیں طلاق دیتے۔ ایک صورت باقی رکھنے کی تھی کہ آپ کو ان کے نفاق کا پتہ نہ چلتا تو شیعہ کے بقول انہیں ان کے نفاق کا علم ہوا ہے اس کا علم آپ ﷺ کو نہیں ہو سکا تب ہی انہیں پاس رکھا۔

ایک موقع پر آیت اللہ علی سیستانی نے کہا تھا جو کہ انٹرنیٹ پر موجود ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ ان کی ازواج مطہرات میں جس کو بھی چاہیں طلاق دے دیں۔ اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد جب یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نکلی تھیں تو انہوں نے ان سے ام المؤمنین کا وصف ہٹا دیا تھا۔ (مرکز الابحاث العقائد فی موقع علی)

(١٤) رمضان ١٣٣١ھ امامیہ شیعہ کی ایک جماعت نے لندن میں محفل کا انعقاد کیا جس کا عنوان رکھا، موت عائشہ رضی اللہ عنہا اس میں خطابات کیے گئے اور اشعار پڑھے گئے جن میں انہوں نے ابو بکر اور عمر اور ان کی بیٹیوں عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں اور کافر قرار دی گئیں ان میں جو سب سے بڑا پگڑی والا تھا وہ یا سر جیب تھا یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کہتا ہے وہ اب پاؤں کے بل آتش دوزخ میں لٹکی ہوئی ہیں اور مردار کھاتی ہیں یہ تاثرات اس نے ایک کیسٹ میں دیے ہیں اور لندن میں مقیم تھا جب اس نے یہ تاثرات بیان کیے۔ یہ وہی ہے جس نے وہاں سعودیہ کے سفارت خانے کے سامنے مظاہرہ کیا تھا۔ اور اپنے ماننے والوں سے خطاب کیا تھا جو عربی اور انگریزی زبان میں بلند آواز سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن طعن کر رہے تھے اور وہابیہ کے ہاتھوں مکہ و مدینہ کی آزادی کے نعرے لگاتے تھے۔

انہوں نے امہات المؤمنین سے کینہ کا اظہار کر کے نبی ﷺ کو بھی مطعون کیا ہے کیونکہ آپ نے ان سے شادی کی ہے۔ سید علی کہتا ہے یہ کبار علما میں سے ہے کہ نبی ﷺ کی شرمگاہ لازمی آگ میں داخل ہوگی کیونکہ بعض مشرک عورتوں سے جماع کیا۔ (ثم لله لتاریخ: ٢٤)

اس کی مراد یہ ہے کہ آپ نے حفصہ و عائشہ سے شادی کی۔ جن کی وجہ سے آگ میں داخلہ ہوگا۔ اگر سورہ نور کی آیات براءت نہ اترتیں تو نہ جانے یہ کیا کچھ کہتے۔ اور نہ معلوم اللہ تعالیٰ اگر یہ نہ کہے تو یہ کیا کیا افتراء پر دازی کرتے۔ فرمان الہی ہے:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالْخَبِيثُونَ وَالْخَبِيثَاتُ كُلٌّ مِّمَّا

يَقُولُونَ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝﴾ (٢٤/النور: ٢٦)

”خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں، پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں یہ پاک کیے گئے ہیں اس چیز سے جو یہ کہتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے اور اچھا رزق ہے۔“

اب بتائیں! روئے زمین پر جب سے مخلوق کا آغاز ہوا ہے اور قیام قیامت تک حضرت محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی پاکیزہ نہیں تو بیویاں بھی پاکیزہ ہیں۔

کوئی بھی عاقل مسلمان اور نبی ﷺ کا محب صادق اور اہل بیت سے پیار کرنے والا اس بہتان بازی کے حادثہ دلفگار کا تدبر سے جائزہ لے جو کہ اہل سنت کی سیرت اور تفسیر کی کتابوں میں آیا ہے پتہ چلتا ہے یہ ایک طوفان تھا جس کی زد میں آکر انسان خود پر قابو نہیں رکھ سکتا وہ ضرور اس آندھی سے متاثر ہوتا ہے جو نبی ﷺ اور آپ کے اہل بیت کے خلاف اور مسلم معاشرہ کے خلاف چلی تھی۔ اور یہ اس جھوٹ کے طوفان کے وقفہ میں جب تک یہ مدینہ منورہ میں پھیلتا رہا ہے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا حتیٰ کہ رب کائنات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کی آیات اتاریں اگر یہ نہ اترتیں تو اس طوفان بدتمیزی سے ہر آدمی متاثر ہوتا پھر ساتھ وہ یہ پڑھتا جو فارسی تشیع کی بے دین اور میل آلودہ اور طعن کرنے والی اور تاریک فضا میں گھڑنے والی جھوٹ کا پلندہ کتابیں پڑھتا تو متاثر ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متنفّر ہو جاتا۔ اللہ کا شکر ہے اس نے اس اندھیرے سے بچا لیا جن فارسی تشیع کے مراجع میں سیدہ عائشہ کے خلاف لکھا ہے وہ یہ ہیں۔

(تفسیر قمی: ۲-۳۷۷؛ بحار الانوار: ۲۲-۲۲۷؛ اصول الکافی: ۱-۳۰۰؛ رجال الکشی: ۵۷؛ اصول الشیعہ الامامیہ: ۸۹۳-۲)

یہ سب زوجہ رسول ﷺ کے متعلق مغالطہ آرائی کا پلندہ ہیں۔

ایک نہایت ہی عجیب و غریب بات ہے جو سننے کے قابل ہے امام شیخ عبد الحمید کشک جرح اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام باقرانی رحمہ اللہ اور ایک عیسائی پادری کے درمیان مناظرہ ہوا کہ یہ پادری مناظرہ کے اختتام پر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس بہتان کی آڑ میں نبی ﷺ کی عزت پر حملہ آور ہوا اس نے انہی زندیقوں کی کتابوں کی بیان کردہ روایات کو حوالہ بنایا۔

تو علامہ باقرانی نے یہ جواب دیا۔ اے پادری بات سن لے تاریخ میں دو خواتین ہوئی ہیں تم اس خاتون پر تہمت لگاتے ہو جس کی شادی ہوئی ہے اور اس کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ہم مسلمان ہیں اس خاتون کو بھی گناہ سے بری قرار دیتے ہیں جس نے شادی نہیں کی اور بچے کو جنم دیا ہے یعنی حضرت مریم علیہا السلام، یہ پادری ناکام ہوا اور امام باقرانی کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔ یہ بے مہار کتابیں تو اس کے جواب سے قاصر تھیں۔

(۳) شیعہ کتب کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملات

ڈاکٹر موسیٰ موسوی نے اپنی کتاب ”الشیعہ واضح“ میں بہت بلند موقف اختیار کیا ہے یہ کہتا ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ جنگ جمل کے ختم ہونے کے بعد ان کا ذکر تکریم کے

ساتھ کرتے تھے۔ اور ایسی عزت و تکریم کرتے تھے جو کہ رسول اکرم ﷺ کی اہلیہ کے لائق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو میدان جنگ سے پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ اور دیگر قریشی خواتین جو ان کے ساتھ تھیں انہیں بھی مدینہ منورہ پہنچایا۔

موسوی کہتا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جنگ جمل اور اس کے متعلقات سے بری قرار دیا ہے اس پر تاریخی کتب کا اجماع ہے۔

اس کے بعد یہ نہایت ہی تعجب سے سوال کرتا ہے جب عادل قاضی اور امام حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بری قرار دے رہے ہیں تو اب کسی کو کیسے حق پہنچتا ہے کہ ان پر طعن کرے اور جرح کرے کیا یہ حضرت امام کے عمل اور رائے کو چیلنج نہیں۔ (۴۳) موسوی کا یہ بیان بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ تاریخ طبری میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معرکہ جمل کے بعد ام المومنین کی رفاقت میں اہل بصرہ کی چالیس معروف خواتین کا انتخاب کیا اور انہیں الوداع کرنے کے لیے کئی میل تک ساتھ گئے اور ایک دن کے لیے ان خواتین کے ساتھ چھوڑا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے الوداع کہا، اور کہا: واللہ! میرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی پرانی ناراضی نہیں صرف یہی ہے جو آدمی اور اس کے دیور کے درمیان ہوتا ہے اور وہ میرے نزدیک مجھے سرزنش کرنے میں بہترین آدمی ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! سیدہ عائشہ سچی ہیں اور نیکو کار ہیں۔ ان کے اور میرے درمیان یہی صورت تھی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمہارے نبی ﷺ کی دنیا و آخرت میں بیوی ہیں۔ (تاریخ طبری: ۵۸۱-۵) یہی کریمانہ معاملہ ہے جو ام المومنین اور رب کائنات کے پیغمبر ﷺ کی اہلیہ سے سرانجام دینا ہے ائمہ اہل بیت کے بڑے امام سے اسی سلوک کی توقع تھی۔

اسی با شرف موقف کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تاریخ کا یہ المناک صفحہ جو ہے لپیٹ دیا ہے مگر فارسی تشیع نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے انہوں نے اس نزاع کو آبا و اجداد کے درمیان ایک مشغلہ امت بنا دیا ہے (۱۵) صدیاں بیت چکی ہیں یہ امت کی آئندہ نسلوں تک کینہ پروری کا سبب بن رہا ہے۔

اب نئی نسل کے لیے جو کہ شیعوں میں سے ہے بیدار مغز ہے اور صاحب شعور ہے وہ اس مذکورہ حقیقت کو یاد رکھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اصلی اور کتاب اللہ اور سنت سے جو کہ خود داخل کردہ اور گھسیڑی ہوئی ہیں اور وحی کی نصوص کے خلاف ہیں ان سے دور رہے اور اللہ کی حفاظت سے مرید کی پیروی کرے۔

تقیہ کا نظریہ

(۱) تقیہ جمہور مسلمانوں کی نظر میں

حق کا پرچار کرنا دین اسلام کی اصل ہے اور جھوٹ بولنا نفاق کی علامت ہے یہ حرام ہے چند مجبوری کے مقامات اور حالات ہیں جن میں اس کی اجازت ہے جب ایک مومن کی زندگی کافروں کی طرف سے معرض خطر میں ہو، اور وہ اسے کفر کے اظہار پر مجبور کریں اس حالت میں اسلام نے مومن کو رخصت دی ہے کہ وہ زبان سے اس چیز کا اظہار کر دے جو اس کے دل میں نہیں تاکہ ان کے عذاب اور گرفت سے رہائی پاسکے۔

ارشاد باری ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ

صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (۱۶/النحل: ۱۰۶)

”جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ایمان لانے کے بعد مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو اسے کفر بولنے کی اجازت ہے اور لیکن جس نے کفر کے ساتھ سینہ کھول دیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

تاہم بہتر حالت اسی کی ہے جو ٹھوس موقف اپناتا ہے اور قوت کا مظاہرہ کرتا ہے ظاہر و باطن طور پر کفر اختیار نہیں کرتا۔ اگرچہ اس کا موت تک ہی انجام کار ہو جائے۔ یہ اللہ کا فضل و رحمت ہے کہ وہ اپنے بندوں کے فرق کو جانتا ہے کہ ان میں قوت و ضعف کے لحاظ سے تفاوت ہے اس نے ناتوانوں کے لیے تقیہ کی رخصت دی ہے اس کی رخصت نہیں دی کہ اسے ہر مومن و کافر کے لیے چال بازی اور جھوٹ کا ذریعہ بنایا جائے۔ یہ صرف اضطراری حالت میں رخصت ہے کہ زبان سے کفر کہہ دے یہ عزیمت نہیں۔

(حوار ہادی بین السنة والشیعہ: ۹۶)

یہی وجہ ہے کہ کفار سے دوستی کی ممانعت کی ابتداء میں یہ استثناء ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا

اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰةً ۚ وَيَحْذَرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (۳/آل عمران: ۲۸)

”ایماندار کافروں کو دوست نہ بنائیں صرف ایمانداروں کو ہی دوست بنائیں۔ جو ایسا کرے گا اس سے خدا کا کچھ (عہد) نہیں ہاں اگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں) اللہ تمہیں اپنے

نفس سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹتا ہے۔“

یہاں یہ استثنیٰ دیا گیا ہے کہ بعض ملکوں میں بعض اوقات ان کے شر کے خوف سے اجازت ہے کہ ان سے ظاہراً بچاؤ کرے۔ اپنے اندرون اور نیت سے نہیں ان میں مخالف ہی رہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱: ۳۷۱)۔
اس سے ثابت ہوا اہل سنت کے نزدیک تقیہ ایک وقتی استثنیٰ ہے اصول کے برعکس اس کی اجازت ہے اصل یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ صدق دل سے وابستہ ہو اور نفس سے بھی وابستہ رہے اور لوگوں کے ساتھ بھی مخلص ہو اور جب یہ تقیہ کا سبب ختم ہو جائے تو یہ رخصت بھی ختم ہو جائے گی۔

اور تقیہ عموماً کفار سے ہوتا ہے اور کبھی فاسقوں اور ظالموں سے بھی کرنا پڑتا ہے یہ ایک اضطراری حالت میں ہے ایک مسلمان اس کی طرف مجبوراً آتا ہے یہ کوئی رضا اور خوشی سے نہیں ہوتا۔ (العزلة والخلة: ۱۴۹)

جمہور مسلمان ان ائمہ پر فخر کرتے ہیں اور داعیان حق کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جنہوں نے حق کا واضح گاف اعلان کیا اور اعلانیہ صداقت کا بول بالا کیا اور انہوں نے نصیحت کی اور تبلیغ کی اور جہاد کیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا۔ اس وجہ سے انہیں جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ان پر صبر کیا جیسا کہ امام احمد بن حنبل، امام مالک بن انس، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام ابن تیمیہ، امام ابن حزم، امام عز بن عبد السلام، امام زہری، امام ابن ابی ذئب اور امام اوزاعی رحمہم اللہ ہیں۔ یہ جان بازی کافی طویل ہے اور یہ صرف عبدالعزیز بدری اور سید قطب تک ختم نہیں ہوتی بلکہ تاریخ اسلامی کے صفحات ان کی قربانیوں اور جراتوں سے معمور ہیں یہ سلسلہ کیسا ہے جو غاروں میں چھپ جاتے ہیں اور نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور تقیہ کو ذریعہ بنا کر جھوٹ بولنے پر مجبور ہیں بلکہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

وہ آیات جن میں سچ کہنے کا حکم ہے اور ہدایت واضح کرنے کا حکم ہے یہ آیات شمار سے باہر ہیں۔ اور صحاح کی کتب میں احادیث بھی اس بارے میں موجود ہیں۔ ان آیات میں سے ایک یہ بھی ہے۔

﴿فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ (الحجر: ۹۴)

”واشگاف کہو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔“

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نیکی کا حکم دو۔ اور برائی سے روکو۔ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر عذاب بھیجے گا پھر تم اس کو پکارو گے وہ قبول نہ کرے گا۔“

(صحیح ترمذی: ۲۶۹)

(۲) تقیہ کا تصور امامیہ شیعہ کی کتب میں

ڈاکٹر علی شریعتی نے تقیہ کی یہ تعریف کی ہے کہ اس کا مطلب سکوت ہے کہ انحراف اور گمراہی کے اور ظلم کے سامنے خاموش رہنا۔ جب حاکمانہ غلبہ مشق ستم بنا رہا ہو تو تقیہ اختیار کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس کی حفاظت کی جائے اسے ضرر سے بچایا جائے خواہ معمولی ضرر ہی ہو۔ اور جب اجتماعی ذمہ داریاں اور عقائد بے کار کیے جا رہے ہوں تو حفاظت کی خاطر تقیہ اختیار کیا

جائے۔ (التشیع العلوی والتشیع الصفوی: ۲۵۸)

امامیہ کے نزدیک یہ تقیہ عظیم مرتبے کا عمل ہے اور یہ بلند مقام عمل ہے۔ ان کی متعدد روایات اس پر دلالت کرتی ہیں جو ان کی اہم کتابوں میں ہے وہ یہ ہے کہ تقیہ ان کے نزدیک نماز کے مرتبے کی عبادت ہے۔

کلینی امام باقرؑ اللہ سے بیان کرتا ہے کہ تقیہ میرا دین ہے اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے۔ اس کا ایمان ہی نہیں جو تقیہ نہیں کرتا۔ (اصول الکافی: ۲۱۹-۲)

نیز امام صادقؑ اللہ سے مروی ہے، دین کا ۱۰/۹ حصہ تقیہ میں ہے اس کا دین ہی نہیں جس نے تقیہ نہ کیا ہر چیز میں تقیہ ہے صرف نبیؐ اور موزوں پر مسح کرنے میں تقیہ نہیں۔ (اصول الکافی: ۲۱۷-۲؛ بذل المجہود: ۲۳۲-۲)

عبداللہ شبر نقل کرتا ہے، کہ تقیہ کا تارک ایسے ہی گنہگار ہے جیسے نماز کا تارک ہے۔ (الاصول الاصلیہ: ۲۳۰) مجلسی نے بیان کیا ہے کہ ایک سنو روایات ہیں جو تقیہ اور رواداری پر دلالت کرتی ہیں کئی امام جعفرؑ اللہ سے بیان کرتا ہے انہوں نے سلیمان بن خالد سے کہا، اے سلیمان! تم اس شخص کے دین پر ہو جس نے تقیہ کیا تو اسے اللہ نے عزت دی ہے اور جس نے اسے ظاہر کیا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ (رجال الکشی: ۲۲۵)

اس سے ثابت ہوا یہ محبوب اور پوشیدہ علم ہے اور اکثر شیعہ کی اپنے مذہب سے نا آشنا ہے، اس کے حقائق سے بے خبر ہے اور اسے پہچان کرنا مراجع کا کام ہے یعنی کتابوں میں سے حاصل ہوگا۔ جب آپ اس مذہب کے ثقافت شدہ سے مناقشہ کریں گے اور اس پر حجت قائم کریں گے اگرچہ نص قرآن سے ہو تو وہ آپ پر حوالہ دے گا کہ ہمارے فقہاء سے رابطہ کرو۔ یا پھر آپ پر گروہ پسندی کا الزام لگائے گا فقیہ یوسف بحرانی نے اعتراف کیا ہے کہ تقیہ کے تباہ کن نتائج رونما ہوئے ہیں وہ کہتا ہے، یہ شیعہ احکام دین پر بہت کم یقینی علم رکھتے ہیں وجہ یہ ہے کہ اس کی خبریں تقیہ کی خبروں کے ساتھ مل جاتی ہیں۔ (الحدائق النضرۃ: ۵۱-۱)

جب ان کے فقہاء کا یہ حال ہے کہ ان پر خبریں گلد ہڈ ہیں تو پھر عوام بے چارے کس باغ کی مولیٰ ہیں۔

اپنے پیروکاروں کے دلوں میں تقیہ کے عقیدہ کو مضبوط کرنے کے لیے انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس المنافقین ابن سلول کے جنازہ کی نماز میں تقیہ کی مشق کی تھی نبی ﷺ ظاہر میں اس پر لعنت کرتے اور پوشیدہ طور پر بددعا کرتے تھے۔ اس کے لیے استغفار نہ کرتے تھے۔ (فروع الکافی، باب الجنائز: ۱۸۸-۳)

اور اس کے بقول اس وقت صحابہ کرام اس کے لیے دعا کر رہے تھے یہ نبی ﷺ پر خطرناک تہمت ہے کہ آپ اندر سے اور، اور باہر سے اور تھے، بتائیں نبی ﷺ کو کس چیز کا خوف تھا جب اسلام اس وقت پوری قوت میں تھا اور ابن سلول آپ سے خوفزدہ ہو کر ہی تو منافق ہوا تھا۔

عجیب و غریب روایات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اللہ نے ایک سائل کو جواب دیا کہ آپ امام جعفر صادقؑ کی مجلس میں تھے۔ تو امام جعفر نے ان کی تعریف کی اور کہا، ابوحنیفہ واللہ! آپ درست ہیں جب ابوحنیفہ ان کی مجلس سے چلے گئے تو لوگوں نے امام صادق سے پوچھا، آپ اس ناصبی (ایک گمراہ کر وہ ہے) کو کہہ رہے ہیں کہ تم درست ہو اور پھر حلفاً کہہ رہے ہو

درست ہے، کہا، ہاں! میں نے قسم اس لیے اٹھائی ہے کہ انہوں نے غلط کو درست کہا ہے۔ (روضۃ الکافی: ۲۹۲-۸)

معروف ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوئی ہیبت ناک نہ تھے کہ ان سے خوف کیا جاتا بلکہ وہ تو اصحاب و جاہ کے ہاں معتبور تھے پھر امام صادق کو ڈرکا ہے کا تھا۔

امامیہ شیعہ کے اہم مراکز کے نزدیک تقیہ واجب اور فرض ہے اور مہدی کے آنے تک یہ جاری رہے گا یہی وجہ ہے کہ یہ اہل سنت کے خلاف اسے استعمال کرتے رہتے ہیں۔

اور سب سے بڑا سبب جس پر شیعہ کے عقیدہ تقیہ کی بنیاد ہے وہ یہ ہے کہ ائمہ کے ان اقوال و اعمال کو اچھا ثابت کریں جو ان شیعہ کے اعتقادات اور خواہشات کے مناسب نہیں جیسا کہ ائمہ نے متعہ کو حرام قرار دیا ہے۔ اور حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ نے وضو میں پاؤں دھوئے تھے۔ (کتاب الاستبصار: ۱۶۵)

اور حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ وصیت کرنا کہ نمازیں پانچ ہیں تین نہیں جبکہ شیعہ یہ تینوں باتیں نہیں مانتے، حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کا واضح فرمان ہے کہ والیوں سے کہتے ہیں لوگوں کو نماز ظہر اس وقت پڑھاؤ جب آفتاب ڈھل جائے اور نماز عصر اس وقت پڑھاؤ جب آفتاب زندہ اور سفید ہو حتیٰ کہ اس کے غروب ہونے تک چھ میل سفر ہو سکے۔ اور مغرب کی نماز پڑھاؤ جب روزہ دار روزہ افطار کر لیتا ہے اور حاجی عرفات سے واپس لوٹتا ہے۔ اور عشاء کی نماز پڑھاؤ جب کنارے سے شفق (سرخ) غائب ہو جائے۔

(نہج البلاغہ: ۸۲-۳)

اور ائمہ نے نہایت ہی سختی کی ہے کہ نماز وقت پر ادا نہ کرنا سنگین گناہ ہے اور ایسا کرنے سے سخت سزا ملے گی۔ بلکہ امام زید بن علی نے بلا وجود و نمازیں جمع کرنے سے منع کیا ہے اور اسے بدعت قرار دیا ہے اور کہا ہے نماز وقت پر نہ پڑھنا کفر ہے۔

(مسند زید بن علی: ۸۸؛ منقول از قول الجلی فی الذب عن مذهب الامام زید بن علی)

اسی طرح تاریخی واقعات ہیں انہیں یہ نہ ماننے کی ہمت تو نہیں کرتے تقیہ کی آڑ میں نہیں مانتے۔ مثلاً حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی تھی۔ اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دستبردار ہوئے تھے۔ اور حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رحمۃ اللہ علیہا کا حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ سے نکاح کیا تھا۔ یہ ایسی حق باتوں کا انکار کرتے ہیں اور انہیں تقیہ کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

(۳) سیدنا حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ تقیہ کا حشر نشر کرتے ہیں

لکھا ہے کہ حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور خلافت میں اپنے ساتھیوں کے سامنے غزوہ حالت میں آہیں بھرتے ہوئے باہر نکلے، اور کہا: تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم پر یہ زمانہ سایہ فگن ہوگا کہ اس میں حدود معطل ہو جائیں گی اور مال گردش کر کے چند افراد میں بند ہو جائے گا۔ اور اولیاء اللہ سے عداوت رکھی جائے گی اور اللہ کے دشمنوں سے دوستی کی جائے گی۔ انہوں نے کہا، امیر المومنین! اگر ہم یہ زمانہ پالیں تو کیا کریں، کہا: ”عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی مانند ہو جاؤ۔ انہیں آ رہے سے دوخت کیا گیا اور سولی پر لٹکا یا گیا پھر بھی وہ برداشت کرتے رہے۔ اللہ عزوجل کی اطاعت میں موت اس سے کہ اس کی نافرمانی میں زندگی گزاریں۔“

(نہج السعادة: ۶۳۹-۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا تھا: ایمان یہ ہے کہ سچ کو ترجیح دی جائے اگرچہ نقصان دہ ہو اس جھوٹ پر جو اگرچہ نفع بخش ہو۔ (نہج البلاغہ: ۱۲۹-۲)

یہ دو حکمت آموز باتیں ہیں جو بہت ہی بلند پایہ ہیں یہ تقیہ کے اسباب کو جڑ سے اکھاڑ رہی ہیں۔ کلینی نے امام باقر سے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بادشاہ کو اللہ کو ناراض کر کے راضی کرتا ہے وہ دین اللہ سے خارج ہو جاتا ہے۔

(اصول الکافی: ۳۷۳-۳)

موسیٰ موسوی نے وضاحت کی ہے کہ شیعہ نے تقیہ کا بہت مضبوط سہارا لیا ہے کہتا ہے میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ دنیا کی امتوں میں اتنا کوئی بھی خود کو ذلیل نہیں پاتا جتنا شیعہ نے خود کو اہانت میں ڈالا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے تقیہ کو قبول کیا ہے اور اسے رو بعل لائے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے نہایت ہی اخلاص سے دعا گو ہوں کہ انہیں اس سے رہائی دے۔ اور میں اس دن کو دیکھ رہا ہوں جب یہ شیعہ اسے ترک کریں گے اور اس پر عمل کرنا ترک کریں گے۔ بلکہ میں تو منتظر ہوں کہ اس کے بارے میں سوچ ہی بدل لیں اور تقیہ کا نام ہی زبان پر نہ لائیں۔ کیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تقیہ سے کام لیا تھا جس دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی تھی؟ کیا کر بلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تقیہ کیا تھا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ نے بنو امیہ کی خلافت کا زمانہ پایا تھا۔ کیا انہوں نے تقیہ کیا تھا۔ امام صادق رضی اللہ عنہ نے عباسی دور خلافت ابتدا سے لے کر انتہا تک پایا تھا کیا انہوں نے تقیہ کیا تھا۔ بلکہ ان دونوں نے اپنے زمانہ کے خلفاء کے ساتھ اختلاف کے باوجود پیغام حق پہنچایا تھا۔ انہوں نے کیوں تقیہ اختیار نہ کیا۔ اسی طرح موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہارون رشید نے بغداد میں قید کیا تھا انہوں نے کیوں نہ تقیہ کیا۔ امام کاظم کو ہارون رشید کے عہد خلافت میں قید کیا گیا تھا۔ برکی فوج کے سالار ابن شاہک سندی نے چغلی کھائی خلیفہ بغداد سے باہر تھا اس نے فائدہ اٹھایا اور اس نے زہر سے امام صاحب کو شہید کر دیا۔ یہ برمکیوں جو کہ فارسی تھے ان کا مکر تھا۔ ان کا مقصد تھا علویوں میں سے کوئی بھی وجاہت والا آدمی ان کا مد مقابل نہ ہو۔ اور کوئی بھی عرب آدمی حکومت پر اثر انداز نہ ہو جب ہارون رشید بغداد واپس آیا تو اس جرم پر وہ غضبناک ہوا اور برمکیوں کے غلبہ سے بہت فکر مند ہوا کہ یہ تو حکومت کے ہر اہم حصہ پر غالب ہو رہے ہیں اس نے ان سے انتقام لینے کی منصوبہ بندی کی جو کہ تاریخ میں مشہور ہے اسے برا مکہ کی بربادی کے نام سے شہرت ملی ہے۔ یہ ۱۸۷ھ میں واقع ہوا تھا شیعہ امامیہ کا اہم مرکز نعمۃ اللہ جزائری نے اس بربادی کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان برمکیوں کی ہلاکت امام رضا کی بددعا کا نتیجہ تھا جو انہوں نے میدان عرفات میں کی تھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ امام موسیٰ کاظم کے شہید کرنے میں سب سے زیادہ متحرک تھے۔ (مقال البرامکہ و مشکلات التاریخ)

یہ کتاب مصطفیٰ جواد کی ہے یہ ایک عالم ہے تبصرہ نگار ہے اور مفکر ہے۔ یہ عراقی شیعہ ہے یہ آزاد ذہن ہے اور فارسی تشیع کے ادہام سے آزاد ہے مذکورہ بالا اسی کا تبصرہ ہے۔ (مجلۃ القاہریۃ، عدد: ۲۷، ۱-۸، ۱۹۳۴ء اور زہرا الربیع: ۲۰۵)

یہ بات جو امام صادق کی جانب منسوب ہے کہ تقیہ میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے یہ ان پر محض افتراء ہے، جھوٹ ہے۔ اور اس امام اعظم پر عظیم بہتان ہے۔ (الشیعہ والتصحیح: ۲۵)

بحث: ۱۴

عقیدہ رجعت کا بیان

(۱) جمہور مسلمان اور دنیا کی طرف لوٹنے کا نظریہ

اس امت کے جمہور اہل سنت مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ لوگ اپنی موت کے بعد دنیا کی طرف نہیں لوٹتے۔ یہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور صور میں جب پھونک ماری جائے گی۔ جب قیامت برپا ہوگی تو یہ میدان محشر میں اکٹھے کیے جائیں گے۔ یہ مستند عقیدہ ہے، اللہ کی کتاب کی متعدد آیات اس پر دلالت کرتی ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد باری ہے:

﴿الَّذِينَ يَدْعُونَ أَهْلَهُمْ أَنْ يَلْبِسُوا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ إِنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝﴾ (یس: ۳۶)

”کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہم نے ان سے پہلے کتنی زیادہ قرونوں والے ہلاک کیے ہیں بے شک وہ ان کی طرف نہیں لوٹتے۔“

ارشاد باری ہے:

﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ۝﴾ (یس: ۵۰)

”یہ وصیت کرنے کی طاقت نہ پائیں گے اور نہ ہی اپنے گھر لوٹ سکیں گے۔“

ارشاد باری ہے:

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۝ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ

قَائِلُهَا ۝ وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝﴾ (۲۳/ المؤمنون: ۹۹-۱۰۰)

”یہاں تک کہ جب ان میں سے ایک کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے اے رب! مجھے لوٹا دے، تاکہ میں نیک عمل کروں جو میں نے چھوڑ دیے تھے، ہرگز نہیں۔ یہ کلمہ یہی اسے کہنے والا ہے ان کے پیچھے برزخ ہے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے۔“

ارشاد باری ہے:

﴿وَحَرَّمَ عَلَىٰ قَرَبٍ أَنْ يَلْبِسَ قَبْلَهُمْ أَهْلَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝﴾ (۲۱/ الانبیاء: ۹۵)

”اور حرام ہے بستی پر ہم نے اسے ہلاک کیا ہے بے شک یہ نہیں لوٹتے۔“

دنیا کی طرف قیامت سے پہلے لوٹنے کا عقیدہ قرآن پاک کے صریح مخالف ہے یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے دنیا کی طرف موت کے بعد اور قیامت سے پہلے لوٹنے والی بات کو شیعہ کے غلو میں شمار کیا ہے اور اسے شدید ترین ناممکن مرحلہ قرار دیا ہے۔

(۲) شیعہ کے اہم مراکز اور مسئلہ رجعت

امامیہ شیعہ کی کتب نے رجعت کی یہ تعریف کی ہے کہ دنیا کی طرف قیامت سے پہلے فوت شدگان لوٹتے ہیں اور اسی زندگی کی صورت میں جس میں وہ دنیا میں تھے واپس لوٹتے ہیں۔ (اوائل المقالات: ۵۱؛ اصول الشیعہ الامامیہ: ۱۱۰۵-۲)

یہ رجعت کا عقیدہ، امامیہ مذہب کے اصول میں شامل ہے اور لازمی ہے اس پر ان کا اجماع ہے اور تو اتر سے ثابت ہے اس بارے میں دوسو سے زائد روایات آتی ہیں اور ان کی معتبر کتابوں میں آتا ہے جن کی تعداد (۵۰) کے قریب ہے ان میں سے ایک یہ روایت ہے وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے عقیدہ دوبارہ لوٹنے پر ایمان نہیں رکھتا۔

(من لا یحضر الفقیہ: ۱۲۸-۲؛ الوسائل: ۴۳۸-۷؛ تفسیر الصافی: ۳۴۷-۱؛ الايقاظ من الہجعة: ۳۳؛ حق الیقین: ۲-۲)

پہلے یہ گزر چکا ہے کہ شیعوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مہدی جب آخر زمانہ میں آئے گا وہ مردہ زندہ کرے گا، اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کو سولی دے گا اور حضرت عائشہؓ کو زندہ کرے گا تاکہ ان پر حد قائم کرے۔

رجعت کا مفہوم بدلتا رہا ہے تاکہ شیعہ اور ان کے ائمہ کو عام ہو جائے اور ان کے سب مخالفوں کو بھی شامل ہو جائے ان کی غرض ان سے انتقام لینا ہے ان کا اعتقاد ہے اثنا عشری ائمہ تسلسل کے ساتھ حاکمیت کے وارث ہوں گے انہیں خلافت کا شرعی حق دلائیں گے جو ان کی پہلی زندگی میں جو رجعت سے پہلے تھی ان سے فوت ہوا تھا۔ (الشیعہ والتصحیح: ۱۴۲)

فارسی شیعہ کے اہم مراکز میں بہت ساری روایات ان خونی قتل گاہوں کا ذکر کرتی ہیں جو اس رجعت میں جاری ہوں گی خصوصاً، عرب اور قریش کے حق میں جو جاری ہوں گے جیسا اس سے پہلے روایت میں اشارہ گزر چکا ہے۔ جسے ہر شیعہ شیخ نے بیان کیا ہے مفید، نعمانی، مجلسی وغیرہ سب نے یہ بیان کیا ہے ان کا خیال ہے یہ ابو عبد اللہ صادق نے بتایا ہے۔

جب مہدی اٹھے گا تو پانچ سو قریش کھڑے ہوں گے، یہ ان کی گردنیں اڑا دے گا۔ پھر پانچ سو کی اور اتار دے گا یہاں تک یہ کام وہ چھ مرتبہ کرے گا۔ (الارشاد للمفید: ۴۱۱؛ الغیبة: ۱۲۳)

وہ شائع ہونے والی دعائیں جن کو شیعہ امامیہ، قبروں کے سامنے اور ائمہ کے مشاہد کے سامنے دہراتے ہیں وہ یہ ہیں ہم تمہارے لوٹنے پر یقین رکھتے ہیں اور تمہاری رجعت کی تصدیق کرتے ہیں اور تمہارے حکم کے منتظر ہیں اور تمہاری حکومت پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ (مفاتیح الجنان: ۱۰۰۵)

(۳) رجعت سبائی عقیدہ ہے ائمہ اہل بیت نے اس کا انکار کیا ہے

ائمہ اہل بیت کے دو امام حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت ابو جعفر باقرؓ اور دیگر ائمہ جیسا کہ قائد جلیل اللہ ہیں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں جو سورہ انبیاء میں (۹۵) ہے۔

﴿وَحَرَّمَ عَلٰی قَدَیِّہٖ اَہْلَکَہُمَا اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴾ (۲۱/ الانبیاء: ۴۵)

”حرام ہے بستی پر جسے ہم نے ہلاک کیا ہے بے شک وہ نہیں لوٹے۔“

اس کا مطلب ہے ہر وہ بستی والے جنہیں ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کیا ہے ان پر حرام ہے کہ وہ قیامت سے

پہلے دنیا کی طرف لوٹ آئیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۰۵-۳)

عاصم بن ہمرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے، انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ شیعہ کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوٹ آئیں گے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا اس نے جھوٹ بولا ہے، یہ لوگ کذاب ہیں۔ اگر ہم یہ درست جانتے ہوتے تو ان کی خواتین سے شادی نہ کی جاتی اور نہ ہی ہم ان کی وراثت تقسیم کرتے۔

(مسند احمد: ۳۱۲-۲، اسنادہ صحیح (احمد شاکر) منقول از اسمی الطالب: ۸۴۴)

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ شیعہ امامیہ کے چار کبار اہم مرکز ہیں جنہوں نے اقرار کیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے اور ان کی رجعت کا نظریہ دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کا اظہار کیا وہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ (المقالات والفرق: ۱۰؛ فرق الشیعہ: ۱۹؛ رجال الکشی: ۱۷)

استاد احمد امین کہتا ہے: رجعت کی سوچ ابن سبا یہودی سے حاصل ہوئی ہے ان کے نزدیک یہ ہے کہ نبی حضرت الیاس علیہ السلام آسمان پر بلند ہوئے ہیں وہ عنقریب لوٹیں گے اور دین کا اعادہ کریں گے اور قانون دوبارہ نافذ کریں گے یہی کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کریں گے۔ (فجر الاسلام: ۲۷۰)

اس نے دیگر مصادر کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ رجعت ان عقائد میں سے ہے جو امامیہ اثنا عشری شیعہ کے مذہب میں سرایت کر گیا ہے یہ نظریہ پرانے فارسی دین زردشت کے طریقہ سے شیعہ مذہب میں آیا ہے۔

(عقائد الشیعہ الامامیہ الاثنی عشریہ الرافضہ: ۳۶۹)

عقیدہ طینت کا بیان

(۱) عقیدہ طینت امامیہ شیعہ کے نزدیک

طینت کا عقیدہ ایسا ہے شیعہ کے اہم مراکز اسے چھپاتے ہیں۔ اس کا بعض متقدمین نے انکار کیا ہے۔ جیسا کہ مرتضیٰ ہے۔ ابن ادریس ہے، اس کا اعتبار یوں کرتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے جو کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف ہے اس وجہ سے یہ اس کا انکار کرتے ہیں لیکن اس اہم مرکز نعمۃ اللہ جزائری اس انکار کی تردید کرتا ہے کہتا ہے، ہمارے اصحاب ان طینت والی روایات کو بکثرت سندوں سے روایت کرتے ہیں جو اصول وغیرہ میں آتی ہیں۔ اس کے انکار کی گنجائش نہیں رہی اور یہ حکم لگانا کہ یہ خبر واحد ہے یہ درست نہیں یہ مشہور روایات ہیں بلکہ متواتر ہیں۔ (الانوار النعمانیہ: ۲۹۳-۱)

اس کے امامیہ شیعہ کے عقائد میں شامل ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ یہ ان کی صحیح ترین کتاب ”اصول کافی“ میں وارد ہے۔ کلینی نے طینۃ المؤمن والکافر کے عنوان کے تحت سات احادیث بیان کی ہیں۔ (اصول الکافی: ۲-۲)

اسی طرح مجلسی نے اپنی کتاب میں الطینۃ والمیثاق کے عنوان کے تحت (۶۷) احادیث بیان کی ہیں تاکہ یہ عقیدہ شیعہ عوام کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔ (البحار: ۵-۲۲۵؛ منقول از عقائد الشیعۃ الامامیۃ: ۴۳۴)

طینت کے عقیدے کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ ایک خاص مٹی سے پیدا ہوا ہے جو پاکیزہ اور عمدہ زمین سے لی گئی ہے اس پر آب شیریں سات رات اور دن چلتا رہا ہے۔

اور سنی سیاہ اور ملعون اور بدبودار مٹی سے پیدا ہوا ہے جو حد درجہ فساد زدہ اور سڑاند والی تھی ایک معین وجہ سے دونوں مٹی آپس میں مل گئیں۔ شیعہ آدمی میں جو بھی نافرمانی ہوگی جرائم ہوں گے یہ سنی والی مٹی کے اثر سے ہوں گے۔ اور سنی میں جو بھی صلاح ہوگی، تقویٰ اور ایمان و امانت ہوگا وہ شیعہ کی مٹی کے اثر سے ہوگا جب روز قیامت ہوگا۔ برائیاں اور شیعہ کے تباہ کن گناہ اہل سنت کے صحائف میں رکھے جائیں گے اور اہل سنت کی اچھائیاں شیعہ کے صحائف میں رکھی جائیں گی۔

(علل الشرائع: ۶۰۶-۲؛ بحار الانوار: ۵-۲۴۷)

یہی وجہ ہے کہ اس سے ان کی ردی ثقافت اور شیعہ عوام کے درمیان سنیوں کو عام سب و شتم کرنے کی رسم جاری ہے۔ اور یہ مقولی زبان زد عام ہے سنی کی ہڈی شیعہ کی قبر کے ساتھ ہے۔ یعنی شیعہ کا عذاب سنی کو ہوگا۔

(۲) عقیدہ طینت (مٹی) کے گھڑنے کی وجہ

امامیہ شیعہ نے یہ عقیدہ اس لیے گھڑا ہے کہ ان کے سچے شیعہ پیروکاروں نے سوال کیا تھا اور شکایت کی تھی کہ ان کے اخلاق برے ہیں ان کا برتاؤ اور ان کے ساتھ تعلقات اچھے نہ تھے اور ان کی دین کی طرف نسبت بھی غلط ہے۔ وہ جو غم اور بے چینی کا

باعث ہے وہ زندگی گزارتے ہیں اور انہیں پتہ نہیں چلتا اس کا سبب کیا ہے جو ائمہ سے سوال پر مجبور کرتا ہے۔ لہذا ان کے بعض اہم مراکز نے یہ عقیدہ طینت ایجاد کیا ہے تاکہ سچے شیعہ کے احساسات کا سامنا کرنے کی ہمت پیدا ہو۔

صدوق کی روایت ہے۔ امام باقرؑ اللہ سے بیان کرتے ہیں:

”ابن بابویہ نے اپنی سند سے ابواسحاق لیشی سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی باقرؑ اللہ سے سوال کیا۔ اے اللہ کے رسول کے بیٹے! مجھے مومن شیعہ کے بارے میں بتائیں جب یہ معرفت تک پہنچ جائے اور کامل ہو جائے کیا وہ زنا کرے گا؟ کہا، نہیں۔ میں نے کہا: وہ شراب پیے گا؟ کہا، نہیں۔ میں نے کہا: کوئی کبیرہ گناہ یا بے حیائی کرے گا؟ کہا، نہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول کے بیٹے! میں تمہارے شیعوں میں ایسے لوگ پاتا ہوں جو شراب نوشی کرتے ہیں اور ڈاکہ ڈالتے ہیں اور رستوں میں خوف و ہراس پھیلاتے ہیں اور زنا کرتے ہیں۔ لواطت کرتے ہیں، سود کھاتے ہیں، فواحش کا ارتکاب کرتے ہیں اور نماز میں سستی کرتے ہیں، روزہ زکوٰۃ وغیرہ میں سستی کرتے ہیں، قطع رحمی کرتے ہیں اور کبیرہ گناہوں کو آتے ہیں۔ میں نے سب باتوں کے بارے میں کہا کہ یہ شیعہ کرتے ہیں ایسا کیوں ہے تو امام صاحب نے کہا: ابراہیم! علاوہ ازیں بھی کوئی بات تمہارے دل میں بے چینی ڈال رہی ہے میں نے کہا، ہاں وہ اس سے بھی بڑی بات ہے۔ کہا، وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: میں تمہارے دشمنوں اہل سنت میں ایسے لوگ پاتا ہوں جو نماز، روزہ کثرت سے ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ نکالتے ہیں اور پے در پے حج و عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں نیکی کرتے ہیں اور صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے حقوق پورے کرتے ہیں۔ اور ان سے مالی تعاون کرتے ہیں اور شراب نوشی، زنا، لواطت سے اور ساری فحاشیوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے، اے اللہ کے رسول کے لخت جگر اس کی وضاحت فرمائیں۔ اور اسے بادل لیل بیان کریں۔ واللہ! میں اس بارے میں فکر مند ہوں اور نیند نہیں آتی اور میرا دل تنگ پڑ گیا ہے۔“

(علل الشرائع: ۶۰۶-۲؛ بحار الانوار: ۲۲۸-۵)

اس کے جواب میں امام باقرؑ نے وہی طینت والا ہی جواب دیا تھا کہ شیعہ کی برائیاں سنیوں کے نامہ اعمال میں درج ہوں گی۔

(۳) عقیدہ طینت اور قرآن کریم

حق تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ﴾ (۱۶۴/ الانعام)

”ہر جان جو کماتی ہے وہ اسی پر ہوگا، نہیں اٹھائے گی ایک جان بوجھ دوسری کا۔“

ارشاد باری ہے:

﴿الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ﴾ (۴۰/ الغافر: ۱۷)

”آج بدلہ دی جائے گی ہر جان جو اس نے کمایا آج ظلم نہ ہوگا۔“

ارشاد باری ہے:

﴿كُلُّ أَمْرٍ إِيمًا كَسَبَ رَهِينٌ ۝﴾ (۵۲/الطور: ۲۱)
 ”ہر آدمی جو اس نے کمایا اس کے ساتھ گروی ہے۔“

ارشاد باری ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝﴾ (۷۴/المدثر: ۳۸)
 ”ہر جان اپنی کمائی کی پابند ہے۔“

ارشاد باری ہے:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝﴾

(الزلزال: ۷-۸)

”جس نے ذرہ برابر خیر کی اسے دیکھے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی اسے دیکھ لے گا۔“
 ان آیات کی روشنی میں دیکھ لیں اہل سنت شیعوں کے بوجھ نہیں اٹھائیں گے۔ ہر ایک اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہوگا۔

نکاح متعہ کا بیان

نکاح متعہ اگرچہ عقیدہ اور اصول میں نہیں لیکن اسے تشیع فارسی کی کتب میں دین اور عقیدہ شمار کیا گیا ہے اس کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں اور انہوں نے اس بات کو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کیا ہے کہ متعہ میرا اور میرے آبا کا دین ہے اور متعہ کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ (منہج الصادقین: ۳۵۶) بلکہ نکاح متعہ کو قرآن کا جدید نظریہ قرار دیا گیا ہے۔ (۳۱)

مگر نکاح متعہ کے بارے میں مسلمانوں کا یہ نظریہ ہے کہ نسل و عزت کی حفاظت کرنا زندگی کی بنیادی ضرورت ہے شریعت نے اس کا بہت تحفظ کیا ہے۔ (۱) دین (۲) نفس (۳) نسل (۴) عقل (۵) مال۔ کی حفاظت کا شریعت نے خاص خیال رکھا ہے وجہ یہ ہے کہ عزت انسانی کی خصوصی اور مسلمان کی گہری دلچسپی کا مرکز ہے۔ اس کے متعلقہ نصوص قرآنی اور فرامین نبوی نہایت ہی مفصل اور واضح ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زنا کو حرام قرار دیا گیا ہے اور یہ کبیرہ گناہ ہے اور اس پر شدید اور سخت سزائیں مقرر ہیں۔ تاکہ عزت و نسل محفوظ رہے اور اس کے مقابلہ میں شادی کرنے کی غرض و غایت اور احکام کی تفصیل نہایت ہی رفیع انداز میں بیان ہوئی ہے۔ ان میں سے اہم ترین یہ ہے کہ نفس کو پاک دامن رکھنا ہے۔ اور خاندان کو مودت و رحمت کی فضا میں پروان چڑھانا ہے اور آزاد خواتین کے ساتھ نکاح کے علاوہ لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دے دی ہے۔ کیونکہ اجتماعی ضرورت اس کا تقاضا کرتی تھی۔ اس بارے میں بھی قرآنی نصوص وارد ہوئی ہیں جنہوں نے لونڈی سے نکاح کے احکام مفصل طور پر بیان کیے ہیں ان دو نکاح آزاد عورت اور لونڈی سے نکاح کے علاوہ کسی بھی تیسرے نکاح کے بارے میں ایک بھی حکم نہیں آیا۔ بلکہ ان دو نکاح کے علاوہ ہر نکاح کی حرمت وارد ہوئی ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْوَئِهِمْ حَفِظُونَ ۖ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۚ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَدُونَ ۝﴾ (۲۳/المومنون: ۵-۷؛ ۷۰/المعارج: ۲۹-۳۱)

”اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر وہ ملامت زدہ نہیں۔ جو اس کے علاوہ تلاش کرے وہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔“

اس مقام پر بیوی اور لونڈی سے شہوت رانی کو جائز قرار دیا گیا ہے ظاہر ہے نکاح متعہ والی عورت بیوی نہیں کیونکہ اس کے نکاح کے موقع پر نہ تو گواہ ہیں نہ خرچہ کی پابندی ہے نہ وراثت ہے نہ طلاق ہے نہ چار بیویوں کی حد بندی ہے اور یہ نہ ہی لونڈی والا نکاح ہے۔ اس نکاح متعہ والی کو نہ تو فروخت کرنا جائز ہے نہ ہبہ کرنا جائز ہے نہ اسے آزاد کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ لونڈی کو کرنا جائز ہے۔

درج ذیل آیات مزید وضاحت کرتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ط﴾ (۴/النساء: ۳)

”اگر تم ڈرو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو۔ یا پھر لونڈی ہی کافی ہے یہ چیز اس بات سے نزدیک تر ہے تاکہ تم ظلم نہ کرو۔“

ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ فِتْيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ ط بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَإِنْ كُنَّ جُورَهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسْفَحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ﴾ (۴/النساء: ۲۵)

”اور تم میں سے جو اتنی طاقت نہیں پاتا کہ پاکدامن ایماندار خواتین نکاح کر سکے تو پھر تمہاری ایماندار لونڈیاں ہی کافی ہیں۔ اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے بعض تمہارا بعض سے ہے پس ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور ان کے حق مہر اچھے طریقے سے دو بشرطیکہ وہ پاکدامن ہوں زنا کار نہ ہوں۔ اور نہ ہی یارانہ والی ہوں۔“

اس آیت مبارکہ میں بھی نکاح بیویوں میں اور لونڈیوں میں محصور قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَيْسَتُغْفِرَ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ط﴾ (۲۴/النور: ۳۳)

”اور چاہیے کہ پاکدامن رہیں وہ لوگ جو نکاح کی گنجائش نہیں پاتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔“

اس آیت مبارکہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ جس کے پاس نکاح کی طاقت نہیں وہ متعہ کر لے۔ بلکہ متعدد بار لونڈی سے نکاح کرنے کے احکام بتائے ہیں حالانکہ قرآن پاک کو علم تھا کہ یہ لونڈیوں کا معاملہ عنقریب ختم ہو جائے گا مگر شیعہ کے بقول متعہ ہمیشہ جاری رہنے والا ہے مگر قرآن پاک نے طاقت نہ ہونے کی صورت میں متعہ کا نہیں کہا۔ لونڈی سے نکاح کی اجازت دی ہے جو ابدی نہیں۔ اس بات پر علمائے کرام کا اجماع ہے کہ نکاح متعہ حرام ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَمَا اسْتَبْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ط﴾ (۴/النساء: ۲۴)

”پس جو تم نے فائدہ اٹھایا ہے ان عورتوں سے تو ان کے حق مہر جو بطور فرض مقرر کیے ہیں انہیں دو۔“

یہاں، اجرت کے ساتھ استمتاع (فائدہ اٹھانے) کا لفظ جو ہے۔ اس سے انسان شبہ میں گر پڑتا ہے حالانکہ متعہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں اس آیت پر متعہ کی بنیاد رکھنا واضح نہیں۔ یہ غیر درست ہے اس قسم کے اہم قضیہ میں جو بڑا ہی نازک ہے اور یہ خطرناک مسئلہ ہے جو کہ مومن خواتین کی عصمتوں کے جائز ہونے کا معاملہ ہے اس قسم کے گمان پر اس کی بنیاد رکھنا نہایت ہی غیر

موزوں ہے۔

قرآن پاک میں زیادہ تر اجور کا لفظ حق مہر کی تعبیر میں آیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أُجُورَهُنَّ﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۵۰)

”اے نبی! بے شک ہم نے آپ کے لیے وہ بیویاں حلال قرار دی ہیں جن کا آپ نے حق مہر دیا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں اجور سے حق مہر مراد لیا گیا ہے تو اوپر والی آیت میں بھی حق مہر ہے وہاں متعہ کی اجرت کیسے بن گیا۔ استمتاع تمتع اور متاع کے الفاظ و کلمات مشترک ہیں۔ یہ کئی معانی میں استعمال ہوتے رہے ہیں سیاق و سباق اور لفظی قرائن کے مطابق ان کے معانی کا انتخاب ہوگا یہ ان کے مشقات قرآن پاک میں تقریباً ساٹھ مقامات پر آتے ہیں لیکن کسی ایک مقام پر بھی متعہ کے نکاح کے ساتھ کا تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ اگر قرآن پاک کی تفسیر اپنی خواہش کے مطابق جائز ہوئی تو پھر اللہ کے اس فرمان کی تفسیر بھی یوں ہوتی۔ ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِن مَّصِیْرُكُمْ إِلَى النَّكَارِ ۝﴾ (۱۴/ ابراہیم: ۳۰)

”کہہ دو! فائدہ اٹھاؤ، بے شک تمہارا ٹھکانہ آگ ہے۔“

اگر خواہش سے تشریح ہو تو یہ مطلب ہے کہ نکاح متعہ حرام ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے کرنے والے کو دوزخ کی ڈانٹ ہے جو نکاح متعہ کے حرام ہونے پر دلالت ہے لیکن یہ تفسیر ایسی ہے نہ تو یہ لغت کے ضابطہ اور نہ ہی لفظی قرینہ کے مطابق ہے۔ لیکن امامیہ شیعہ کے فقہانے خواہش کے مطابق تشریح کی ہے سورۃ النساء کی آیت (۲۴) سے متعہ کا نکاح حلال ہونا کشید کیا ہے جو کہ ہوا و ہوس کا شاخسانہ ہے۔

اللہ عزوجل نے تین حالات بیان کیے ہیں جب عورت حق مہر کی مستحق قرار پاتی ہے۔ (۱) حق مہر کی حد بندی سے پہلے ہی طلاق دی جائے۔ (۲) دخول سے پہلے یہ متعہ طلاق (طلاق کے فائدہ) کی مستحق ہوتی ہے۔ (۳) اگر دخول سے پہلے اور حق مہر کے مقرر ہونے کے بعد طلاق ہو تو اس وقت نصف حق مہر کی مستحق ہوگی۔ حق مہر کے مقرر ہونے اور دخول سے پہلے طلاق ہو تو اس صورت میں آدمی کی طاقت کے مطابق متعہ طلاق رکھا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۖ وَ مَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ

قَدَرًا ۚ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرًا ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝﴾ (۲/ البقرہ: ۲۳۶)

”تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم عورتوں کو چھوئے یا حق مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دو۔ اور انہیں فائدہ دو۔ مالدار پر اس کے اندازے کے مطابق اور فقیر پر اس کے انداز کے مطابق احسان کرنے والوں پر حق ہے۔ اگر حق مہر مقرر ہو چکا ہے تب طلاق ہوئی ہے۔“

تو ارشاد باری ہے:

﴿وَ إِن طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ

أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بِيَدِهِ عَقْدُ الزَّكَاحِ طَوَّانَ تُعْفُوا أَقْرَبَ لِلتَّقْوَى ط وَلَا تَتَّبِعُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾ (البقرة: ٢٣٧)

”اور اگر تم نے انہیں چھوٹنے سے پہلے طلاق دی ہو اور تم نے ان کے لیے حق مہر مقرر کر دیا تھا تو آدھا حق مہر ہے مگر وہ معاف کر دیں یا وہ معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے یہ کہ تم معاف کر دو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اپنے درمیان فضل نہ بھول جاؤ، بیشک اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔“

جب حق مہر مقرر کرنے کے بعد اور دخول کے بعد طلاق دی جائے تو پھر عورت کامل حق مہر کی مستحق ہے جو مقرر ہوا تھا۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ط﴾ (النساء: ٢٤)

”جو تم نے فائدہ اٹھایا ہے ان عورتوں سے تو انہیں ان کے حق مہر دو جو فرض کیے تھے۔“

قرآن پاک کا متعہ کے نکاح کا نام و نشان ذکر نہ کرنا مسلم معاشرہ میں جو کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں تھا اس کے موجود نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جبکہ قرآن پاک نے ایسے امور اور حوادث بیان کیے ہیں جو اس سے کم اہمیت رکھتے ہیں جیسا کہ شکار ہے۔ شراب نوشی ہے، جو کہ مسلم معاشرہ میں عام پھیلی ہوئی تھی۔ قرآن اس بارے میں خاموش نہیں رہا بلکہ بارہا اس کا ذکر کیا ہے اور تین مراحل میں اس کی حرمت بیان کی ہے۔

متعہ کے نکاح پر قرآن پاک کی خاموشی کا راز سنت نبوی میں بیان ہوا ہے۔ احادیث اشارہ کرتی ہیں کہ نکاح متعہ تین دن تک جائز قرار دیا گیا تھا یہ بھی ایک خاص حالت میں اجازت تھی اس کے بعد اسے حرام قرار دیا گیا یہ شراب نوشی کی مانند عام نہ تھا کہ قرآن پاک اس کا علاج بتاتا۔ اس کے عام نہ ہونے کی وجہ سے قرآن پاک نے نکاح متعہ کا ذکر نہیں کیا۔

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ متعہ کا نکاح شروع اسلام میں تھا۔ آدمی اجنبی ہوتا کسی شہر میں آتا اس میں اس کی جان پہچان نہیں ہے وہ اپنی مدت کے ٹھہرنے تک کسی عورت سے شادی کر لیتا۔ وہ اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور اس کے ساز و سامان کی اصلاح کرتی۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾

”مگر اپنی بیویوں پر یا لونڈیوں پر تو اسے ناجائز قرار دیا گیا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر شرمگاہ جوان کے سوا ہے وہ حرام ہے۔ (تحفة الاحوذی: ٥٩٠-٣)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں نکاح متعہ کی اجازت تین دن تک دی پھر اسے حرام قرار

دے دیا۔ (صحیح ابن ماجہ: ١٩٦٣)

دوسری کتابوں میں آتا ہے کہ نکاح متعہ دو مرتبہ حلال کیا گیا، ایک مرتبہ غزوہ خیبر میں دوسری مرتبہ غزوہ اوطاس میں یا راوی کو شک ہے کہ غزوہ حنین میں جائز ہوا۔ اور ہر مرتبہ تین دن ہی اجازت ملی ہے پھر یہ معاملہ حرام ہو چکا ہے۔

مسلم میں آتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

”لوگو! میں نے تمہیں عورتوں کے ساتھ نکاح منع کرنے کی اجازت دی تھی اب اسے اللہ نے تمہارے لیے حرام کر دیا ہے یہ قیامت تک کے لیے تم پر حرام ہے۔ ان خواتین میں سے جو نکاح منع والی ہیں کسی کے پاس ہو تو انہیں چھوڑ دو۔ اور انہیں دی ہوئی اجرت واپس نہ لینا۔“

اور مسلم ہی نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے:

”کہ رسول اکرم ﷺ نے خیر کے دن گھریلو گدھوں کا گوشت اور نکاح منع حرام قرار دیا تھا۔“

یہی حدیث مسلم والی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے شیعہ کتب میں ائمہ اہل بیت سے مروی ہے ان کے الفاظ بھی یہی ہیں۔

منع کے حرام ہونے کا اعلان خود رسول اکرم ﷺ نے کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی یاد دہانی کے لیے پیغام بھیجا ہو جنہیں آپ ﷺ سے اس کی حرمت نہ پہنچی ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پہنچایا ہو ایسا نہیں یہ رسول اکرم ﷺ نے خود حرام ہونے کا فرمان جاری کیا ہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے منع کی تین دن تک اجازت دی پھر اسے حرام قرار دیا۔ واللہ! مجھے علم ہو جائے کہ کوئی شادی شدہ ہو کر منع کرتا ہے تو میں اسے پتھروں سے رجم کر دوں گا۔ الا کہ وہ یہ چار گواہ پیش کرے کہ رسول اکرم ﷺ نے اسے حرام کرنے کے بعد حلال کیا تھا۔

(مسند احمد: ۵۵۲-۱۳؛ صحیح ابن ماجہ: ۱۹۶۳)

خلاصہ تفصیل یہ ہے کہ علامہ شمس الدین سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات ہم تک رسول اکرم ﷺ سے پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نے زمانہ بھر میں منع کی تین دن تک ایک غزوہ میں اجازت دی تھی جس میں لوگوں پر شہوت نے غلبہ کیا پھر آپ اس سے روک دیا۔ (المبسوط: ۱۵۲-۵)

امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: نکاح منع اور دائمی نکاح میں فرق صرف یہ ہے کہ نکاح منع میں وقت کی حد بندی ہوتی ہے اصلی نکاح میں ایسا نہیں ہوتا اور منع میں وراثت نہیں۔ اصلی نکاح میں بیوی وراثت میں حصہ دار ہوتی ہے اور منع کا فر خواتین سے جائز تھا مسلمان خواتین سے جائز نہیں تھا۔

(۲) نکاح منع شیعہ کتب کی نظر میں

کاشانی نے امام صادق رحمہ اللہ کی طرف نسبت کر کے لکھا ہے کہ منع میرا اور میرے آباء کا دین ہے اور منع سے پیدا ہونے والی اولاد دائمی بیوی کی اولاد سے بہتر ہے اور منع کا منکر کافر و مرتد ہے۔ (تفسیر منہج الصادقین: ۳۵۶)

اس نے لکھا ہے جبریل علیہ السلام نے کہا، اے محمد ﷺ! وہ درہم جو ایک مومن منع میں صرف کرتا ہے یہ اللہ کے نزدیک غیر جگہ پر ایک ہزار درہم سے افضل ہے۔

کاشانی نے اپنی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو ایک مرتبہ متعہ کرتا ہے اس کا درجہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک ہے۔ جو دو مرتبہ کرتا ہے اس کا درجہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے برابر ہے اور جو تین مرتبہ متعہ کرتا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درجہ تک پہنچتا ہے۔ اور جو چار مرتبہ متعہ کرتا ہے وہ میرے درجہ کی مانند پر ہے۔“ (رسالة المتعہ: ۱۶)

مجلسی نے ایک خود ساختہ حدیث بیان کی ہے کہ جس نے مومن عورت سے نکاح متعہ کیا گویا کہ اس نے کعبہ کی چالیس مرتبہ زیارت کی ہے۔ (حوالہ مذکور)

مفتی نے امام صادق کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے شیعہ پر ہر نشہ آور شراب تو حرام کر دی ہے اس کے عوض انہیں متعہ کی اجازت دی ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۳۲۰)

مزید لکھتا ہے اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوتا جب تک وہ متعہ نہ کرے۔ (حوالہ مذکور)

متعہ جتنی بھی عورتوں سے چاہے کرے۔ ابو جعفر طوسی امام صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ ان سے ذکر کیا گیا متعہ چار عورتوں سے کرنا ہے یا زیادہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا: خواہ ہزار سے کرو یا اجرت پر ہیں نہ انہیں طلاق دینا پڑتی ہے نہ انہیں وراثت ملتی ہے یہ تو اجرت پر ہیں۔ (تہذیب الاحکام: ۱۸۸-۲)

طوسی کم از کم اجرت بھی بیان کرتا ہے کہ اسے بھی متعہ جائز ہے۔ ہاشمی عورت کا بھی تھوڑی اجرت سے متعہ ہو جاتا ہے جس سے متعہ کیا جائے کم از کم عمر کا اندازہ متعہ کے تجربہ سے ہوتا ہے۔ یہ کہتا ہے متعہ کا مہر یہ ہے جس پر دونوں رضا مند ہو جائیں خواہ کم ہو یا زیادہ ہو کم از کم متعہ کی اجرت گندم کے ایک چلو سے ہو سکتی ہے۔ (حوالہ مذکور) ہاشمیہ سے بھی متعہ جائز ہے۔ (حوالہ مذکور: ۱۹۳-۲)

دس برس کی لڑکی سے بھی متعہ جائز ہے۔ (فروع الکافی: ۴۶۳-۵) خمینی کے نزدیک دودھ پیتی لڑکی سے بھی متعہ ہو سکتا ہے۔ وہ یوں کہ اسے ساتھ ملا یا جائے اور ان زنی کی جائے۔ (تحریر الوسیلہ: ۲۴۱-۲)

درج ذیل فتاویٰ محمد صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں:

(۱) نکاح متعہ میں ولی سے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) نہ ہی یہ پوچھنے کی ضرورت ہے کہ وہ متعہ والی عورت شادی شدہ ہے یا نہیں ہے۔ طلاق کی عدت گزار رہی ہے یا خاوند کی وفات کی عدت گزار رہی ہے۔

(۳) نہ ہی یہ بتانا ضروری ہے کہ جو آدمی ایک عورت سے متعہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ عورت سابقہ متعہ کی عدت گزار رہی ہے۔

(۴) یورپ کی عورت یعنی غیر مسلم سے متعہ کرتے وقت بھی اس کے ولی سے اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں ہے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ غیر مسلم نے اس عورت کی لگام ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے اور اسے خود اس کے سپرد کر دیا ہے اسے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں اسی طرح مسلمان عورت سے متعہ کرتے وقت اجازت کی ضرورت نہیں۔ (مسائل وردود: ۵۵)

طہ دہلوی اس فتویٰ کی وضاحت میں لکھتا ہے اس فتویٰ پر نہایت ہی تعجب ہے کہ سائل یورپی معاشرے کا سوال کر رہا ہے اور غیر مسلم لڑکی کا پوچھ رہا ہے۔ سید صاحب۔ اسے یہ بتا رہے ہیں ایسے فتویٰ کو اسلام کی کون سی چوٹی پر باندھو گے۔ اور عرب کے

اخلاق میں سے کس کے ساتھ اس کا ربط پیدا کرو گے۔ (نکاح المتعہ نظریہ قرآنیہ جدیدہ: ۳۸)

(۵) یہ آیت اللہ جو کہ درج بالا باتیں لکھتا ہے یہ متعہ اور امانت کو ایک حکم میں شمار کرتا ہے۔ متعہ کے نکاح کے متعلق کہتا ہے یہ مذہبی ضرورت ہے جو اس کا منکر ہے وہ تشیع سے خارج ہو کر سنی شمار ہوگا یا کسی دوسری ملت میں چلا جاتا ہے۔ اور یہ جو اللہ نے اپنے قرآن کریم میں واضح حکم اتارا ہے متعہ کا انکاری اس کے خلاف سرنگوں ہوا ہے جو قرآن میں ہے۔ (مسائل وردود: ۴۱)

(۳) حج تمتع اور نکاح متعہ سے مشابہت کی وضاحت

شرح حنیف میں متعہ کے متعدد معانی ہیں۔ (۱) حج تمتع ہے۔ (۲) متعہ نکاح ہے۔ ہمارا موضوع سخن یہی ہے یعنی متعہ نکاح کیونکہ شیعہ اسی سے مغالطہ آرائی کرتے ہیں حج تمتع قرآن پاک میں وارد ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَمَنْ تَبَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامٌ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتَ ۖ﴾ (البقرة: ۱۹۶)

”جو فائدہ اٹھائے عمرہ کے ساتھ حج کا تو قربانی میسر ہو وہ کرے۔ جو قربانی نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے حج کے دنوں میں اور سات دن کے روزے رکھے جب تم واپس لوٹو۔“

متعہ طلاق یہ ہے کہ آدمی بیوی پر دخول سے پہلے اور حق مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دے اس موقع پر آدمی جو بیوی کو دیتا ہے یہ متعہ طلاق ہے۔ جیسا کہ اوپر سورۃ البقرہ کی آیات (۲۳۶) میں گزرا ہے کہ چھونے سے پہلے اور حق مہر مقرر کرنے سے پہلے تم نے بیوی کو طلاق دی ہو تو:

﴿وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرًا وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرًا مَّتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ﴾

”ان کو فائدہ دو مالدار پر اس کی طاقت کے مطابق اور فقیر آدمی پر اس کی طاقت کے مطابق ہے۔“

علمائے شیعہ نے اس لفظی مشابہت سے فائدہ اٹھایا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دیا ہے اور انہوں نے حق کو باطل کے ساتھ گڈ بڈ کیا ہے اور بخاری و مسلم کی روایات سے جو کہ حج تمتع کے بارے میں ہیں انہیں بیان کر کے لوگوں کو اس وہم میں ڈالتے ہیں کہ ان کا مقصد نکاح متعہ کو جائز قرار دینا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”کہ متعہ کی آیت اللہ کی کتاب میں نازل ہوئی۔ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں یہ کیا۔ اسے حرام قرار دینے

میں قرآن پاک نازل نہیں ہوا۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک اسے حرام قرار دیا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

جھوٹ پرورں نے اسے نقل کیا ہے انہوں نے قرینہ ذکر نہیں کیا کہ یہاں سے مراد متعہ نکاح نہیں بلکہ حج تمتع مراد ہے۔ وجہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت اس باب کے تحت بیان کی ہے۔ یہ باب ہے جس نے عمرہ کے ساتھ حج کا فائدہ اٹھایا۔ اس کے بارے میں۔

یہ نصوص شریعت سے کھیلنے والے اس بات سے بے خبر ہیں کہ یہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ والی روایت جو بخاری و مسلم

میں آئی ہے یہ پہلی روایت کی وضاحت ہے اور یہ آیت حج تمتع کے لیے ہے جو کہ کتاب اللہ میں نازل ہوئی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے ہمیں حج تمتع کا حکم دیا ہے کوئی آیت ایسی نہیں جس نے حج تمتع منع کیا ہو۔ نہ ہی رسول اکرم ﷺ نے اسے منسوخ کیا ہے حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ وفات پا گئے۔ امیر محمد قزوینی علاء الدین نے اپنی کتاب (زواج المتعة فی کتب اہل السنة: ۱۸) میں بھی یہی کیا ہے جو ہم نے کہا ہے کہ اس سے نکاح متعہ نہیں حج تمتع مراد ہے۔ اسی طرح توفیق فلیکی نے اپنی (کتاب المتعة و اثرها فی الاصلاح الاجتماعي: ۳۲) میں کہا ہے ان کے علاوہ بھی ہیں۔

تاہم جو بھی یہ دینی کھیل کھیلے اسے دیوار پر مارنا چاہیے لازم یہ ہے کہ علمی امانت سے آراستہ ہوں ہر ایک دین والے کا فریضہ ہے خواہ اس کا کوئی بھی دین ہو اسے دینی امانت درست ادا کرنی چاہیے اس کی کیفیت کا تو خود ہی اندازہ لگائیں کہ جو اسلام کی طرف منسوب آدمی ہے اس کی تو بہت زیادہ ذمہ داری ہے کہ وہ علمی امانت میں خیانت نہ کرے۔ (نکاح المتعة نظریۃ قرآنیۃ جدیدہ: ۶۰)

(۴) امامیہ شیعہ کی کتب سے ان اقوال کا ذکر جن میں ائمہ اہل بیت نے نکاح متعہ سے منع کیا ہے

شیعہ کی کتب میں صحیح روایات آتی ہیں جو کتاب و سنت کے موافق بیان کرتی ہیں یہ روشن قدیلیں ہیں جو ائمہ اہل بیت سے منقول ہیں لیکن شیعہ کے مجتہدان کی تاویلیں کرتے ہیں اور تفسیر سے کام لیتے ہیں انہیں اپنے عقائد اور خواہشات کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ متعہ کا حکم جو ان کے ہاں کتابوں میں موجود ہے وہ واضح اور صریح ہے۔ شیعہ امامیہ کے مصادر میں درج ہے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اکرم ﷺ نے خیر کے دن گھریلو گدھوں کا گوشت اور نکاح متعہ حرام قرار دیا ہے۔ (تہذیب الاحکام: ۱۸۶-۲، الاستبصار: ۱۴۲-۳، وسائل الشیعہ: ۴۴۱-۱۴، سند امام زید: ۲۷۱)

(۲) سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آتا ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت میں کہا: میں نے کسی کو متعہ کے ساتھ عمل کرتے پایا تو اسے کوڑے ماروں گا۔

(الروض النضیر شرح مجموع الفقہ الکبیر فی فقہ الزیدیہ: ۲۱۳-۴، منقول از نکاح المتعة نظریۃ قرآنیۃ جدیدہ: ۴۷)

(۳) عبد اللہ بن سنان کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ سے متعہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: اس کے ساتھ اپنے نفس کو آلودہ مت کرنا۔ (بحار الانوار: ۳۱۸-۱۰۰)

(۴) عمار اور سلیمان بیان کرتے ہیں یہ ابو عبد اللہ سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: متعہ تم پر حرام ہے۔ (فروع الکافی: ۴۸-۲، وسائل الشیعہ: ۴۵۰-۱۴)

(۵) علی بن یقطین نے ابو حسن سے پوچھا متعہ کا کیا حکم ہے، انہوں نے جواب دیا، تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے اللہ نے تجھے اس سے بے پروا کر دیا ہے۔ (فروع الکافی: ۴۳-۲، وسائل الشیعہ: ۴۴۹-۱۴)

(۶) امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے یہ بعینہ زنا ہے۔ (الروض النضیر شرح مجموع الفقہ الکبیر فی فقہ الزیدیہ: ۲۱۸-۴)

(۷) امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے آتا ہے۔ متعہ زنا ہے۔ (حوالہ مذکور)

(۸) امام صادق رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ متعہ کے متعلق کیا خیال ہے انہوں نے فرمایا: یہ تو فاجر ہی کرتے ہیں۔

(بحار الانوار: ۳۱۸-۱۰۰)

یہ بات کہ ائمہ کی طرف یہ نسبت کرنا کہ انہوں نے متعہ کی اجازت دی ہے اس نسبت میں کوئی صداقت نہیں کیونکہ ائمہ اہل بیت میں سے کسی کی اولاد نے کبھی نکاح متعہ نہیں کیا۔ اگر وہ جائز سمجھتے تو سینکڑوں اولاد نکاح متعہ سے جنم دیتے اور علم نسب والی کتب انہیں بطور خاص ذکر کرتیں اور انہیں تفصیلاً ذکر کرتیں۔ کہ فلاں امام نے متعہ کی شادی کی اور اتنی اولاد ہوئی فلاں نے اتنی لونڈیاں رکھیں ان سے یہ اولاد ہوئی جب کہ ان میں کہیں اشارہ تک بھی نہیں کہ کسی امام نے کسی عورت سے نکاح متعہ کیا ہو۔

ہم یہ نور روشن کی مانند دیکھتے ہیں کہ ائمہ کرام پاکیزہ اور صاف ہیں متعہ کے جو بیانات ان کی طرف منسوب ہیں یہ جھوٹ اور ان پر بہتان ہے کہ اس قسم کا نکاح جس کا نام نکاح ہے ورنہ یہ حقیقت زنا ہے کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

(نکاح المتعہ نظریۃ قرآنیۃ جدیدہ: ۳۸)

مؤلف نے اس کی وضاحت میں سوالیہ انداز میں کہا ہے، اگر ایک عورت زنا سے حاملہ ہوتی ہے اور دعویٰ کرتی ہے کہ متعہ کے ذریعہ ہے تو کوئی بھی یہ نہیں کر سکتا کہ یہ کسی ایسے نشان پر اطلاع پاسکے کہ متعہ اور زنا میں کیا فرق ہے۔ اگر متعہ اللہ کا حکم ہے بقول شیعہ تو اللہ تعالیٰ زنا کو اپنے جائز حکم میں کیسے گڈ کر سکتے تھے۔

ایک باپ ہو اس کی بیٹی گھر میں زنا کر رہی ہو تو وہ اس کا محاسبہ کرے گا۔ اور یہ اس کا حق بھی ہے کہ وہ بساط بھر احتساب کرے۔ اگر وہ متعہ کر رہی ہے وہ محاسبہ کرے گا تو یہ کہے گی کہ ابا جان! میں تو متعہ کر رہی ہوں۔ آپ نے اجرت اور مدت مقرر کرنے کے بعد بلاولی کی اجازت اور بغیر گواہوں کے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے اور یہ میں نے اپنے مذہب کے عین مطابق کیا ہے اس باپ کے پاس جواب نہ ہوگا۔

(۵) متعہ علمائے صحیح کی نظر میں

ڈاکٹر موسیٰ موسوی اپنی کتاب قیم کے باب المتعہ میں فرماتے ہیں یہ امت کیسے یہ کر سکتی ہے جو کہ ان ماؤں کے شرف کا احترام کرتی ہے جن کے قدموں کے نیچے جنت ہے وہ ان سے متعہ کی اجازت دے اور اسے عملی جامہ پہنائے ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ یہ فقہی نظریہ جو کہ کہتا ہے کہ متعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حرام قرار دیا تھا۔ اسے امام علی رضی اللہ عنہ نے بھی ختم کیا ہے انہوں نے اپنے دور خلافت میں اسے حرام قرار دیا تھا اس کی اجازت نہ دی تھی شیعہ کے ہاں یہ معروف ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک امام کا عمل حجت ہے۔ خصوصاً وہ امام جس کا ہاتھ کشادہ تھا۔ یعنی آزاد تھا مغلوب نہ تھا کیا وہ پیغمبر جن کا قول ہے کہ میں اچھے اخلاق پورے کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ یہ جنسی خواہش کی عام اجازت دیں اور عورت کو عزت کے مقام سے نیچے گرائیں کیا یہ مناسب ہو سکتا ہے کہ یہ عورت مردوں کی گود میں یکے بعد دیگرے وقت گزارے اور ستم بلائے ستم یہ ہے یہ سب کچھ شریعت محمدی کے نام پر ہو۔

مزید فرماتے ہیں یہ وقت مقررہ کے لیے شادی کرنے کا نظریہ شیعہ کو ترغیب دینے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ خصوصاً ان میں سے نوجوانوں کے لیے خاص ہدف ہے تاکہ انہیں مذہب کی طرف متوجہ کیا جائے وہ اس میں وہ امتیازات ہیں جو کسی دوسرے اسلامی مذہب میں نہیں نہ ہی وہاں جگہ پاسکتے ہیں اس میں ذرہ برابر شک کی نجائش نہیں کہ جنسی طور پر ابھارنا اور دین کے نام پر اسے جائز قرار دینا یہ نوجوانوں کے لیے پرکشش ہے اور ہر دور اور ہر علاقہ کے نفوس ضعیفہ کے لیے جاذب نظر ہے۔ امامیہ شیعہ علما نے اس فساد کی ذمہ داری جو اس متعہ پر مرتب ہوتی ہے خود پر ڈالی ہے کہتے ہیں۔ میں اس خرابی کا ذمہ دار اول و آخر جو کہ شیعہ بیٹوں کو اس بد نما اور کاٹ دار نکاح کی طرف چلاتے ہیں انہی کو ٹھہراتا ہوں۔ (الشیعہ والتصحیح: ۱۰۷)

شیخ حسین موسوی کہتے ہیں:

متعہ نے ردی قسم کے مرد و خواتین کے سامنے برائی کا میدان کھول دیا ہے یہ دین کے نام پر بدکاری سے چٹ گئے ہیں۔ اس نے دین اور دینداروں کے چہرے کو سیاہ داغ لگا دیا ہے۔ مزید کہتے ہیں متعہ پر ابھارنے والی تمام روایات جو ہیں ائمہ نے ان کے بارے میں ایک حرف تک نہیں کہا، یہ زندیق قسم کے لوگوں نے خود گھڑی ہیں اور اہل بیت پر طعنہ زنی ان کا مقصد ہے۔

(لہٰذا تم لتاریخ: ۴۳)

اس دور کی سب سے زیادہ نمایاں کتاب جس نے متعہ کے موضوع پر بحث کی ہے وہ کتاب ہے جسے شہلا حائری نے تالیف کیا ہے یہ ایرانی اہم شخصیت آیت اللہ حائری کی پوتی ہے۔ اس نے اس معرکہ الآراء مسئلہ پر بحث کی ہے یہ اس نے مختلف سفروں میں لکھی ہے جب یہ حوزہ کے طلباء کے اجتماعات میں ان سے ملی تھی۔ اور اس نے اس کی تدریس دسیوں مرد و خواتین سے موازنہ کرنے کے بعد مکمل کی تھی اور یہ بحث ایران میں ۱۹۷۸ء اور ۱۹۸۲ء کے وقفہ میں جاری ہوئی تھی۔

اس خاتون نے بحث کے دوران ذکر کیا ہے کہ متعہ کی بہت زیادہ اقسام ہیں۔ مثلاً متعہ نذر، متعہ سفر، متعہ مزار، اور متعہ تکفیر، یعنی گناہوں کو مٹانے والا متعہ، اور خادمہ کے ساتھ متعہ، اور ایک جماعی متعہ ہے ایک مادی منفعت کا متعہ ہے ایک متعہ دینی ہے۔ اس نے اشارہ کیا ہے کہ ایران کی ثقافت کا درمیانہ طبقہ اس کا مذاق اڑاتا ہے اور دلی گرانی تصور کرتا ہے جو اس نکاح متعہ کو فاش کرتا ہے یہ اس کا نام شرعی عیاشی رکھتا ہے۔ اور جو اسے دینداری رنگ دیتا ہے اسے نشاط و عیش کی مبارک دیتے ہیں۔

اس نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ متعہ دینی مدارس میں کثافت پھیل رہا ہے۔ تقریباً (۵۰۰) طالبات میں سے (۲۰۰) طالبات آیت اللہ کے ہاتھوں متعہ کی نذر ہوئی ہیں۔ ان میں طالبات اور اساتذہ خواتین بھی شامل ہیں۔ یہ خاتون بڑی تاکید سے کہتی ہے کہ یہاں ایسے دینی آدمی پائے جاتے ہیں جن میں جنسی نشاط و عیش پرستی موجود ہے۔ اس نے نقل کیا ہے کہ ڈپلومسی والے اور سیاح لوگ اور مغرب کے خوشخبری دینے والے جو ایران کی سیر کے لیے آتے ہیں وہ دہشت میں آ جاتے ہیں اور متعہ کی شادی کے ضمن میں جوشہوانیت رانی ہوتی ہے اس سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک نے ان میں سے یہ بیان کیا ہے کہ مشہد شہر ایشیا کے میدان میں سب سے زیادہ اخلاقی گراؤ کا شکار ہے۔

(المتعہ، حالة ایران: ۱۹۷۸ء - ۱۹۸۲ء، شہلا حائری: ۳۹-۴۰، رسالہ دکتوارہ فی علم الاجتماع)

یہ مشہد شہر چند برسوں کے بعد ایرانی تحریک کا مرکز بن گیا ہے۔ یہ نکاح متعہ سے پیدا ہونے والے لاوارث بچوں کا گڑھ بن چکا ہے ہاشمی اور فسنحانی نے تقریباً اڑھائی لاکھ بچے جو متعہ کی پیداوار ہیں شمار کیے ہیں ایران میں موجود ہیں۔ (الشرع: ۶۸۴، ۴)

چھ برس بعد امریکی قبضہ کے بعد فارسی تشیع کے ارباب حل و عقد نے چاہا کہ عراق پر حاکم ہوں۔ تو عراقی شیعہ، کربلا اور نجف اور کاظمیہ جیسے اپنے شریف مقامات پر چنچ و پکار کرنے لگے اور گڑ گڑا کر فریادری کرنے لگے۔ خصوصاً مشہد کے گرد و نواح والے جو بستیوں اور ایرانی قصابات میں رہتے تھے انہوں نے اپنی شہریت اور پرانی ثقافت کے ورثہ کی حفاظت کی خاطر واویلا کیا اور اسے اسلامی شہریت تصور کیا اور مثبت انداز اختیار کیا۔ اس وقت یہ دینی مراکز سے جن کی یہ تشیع فارسی کی بنیاد پر مشق کر رہے تھے اس سے یہ دور رہے تھے یہ صرف دھوکہ دہی تھی۔ اصل میں یہ تشیع ہی پھیلا نا چاہتے تھے، ثابت ہوا شیعہ کا صحیح پسند گروہ متعہ کو غلط تصور کرتا ہے۔

(۶) مجوسی جنس پرستی امامیہ عقائد میں گھس آئی ہے

نکاح متعہ کے بارے میں اختلاف جو ہے یہ دو ثقافتوں کے درمیان اختلاف ہے۔ اور یہ دو شہریتوں کے درمیان مقابلہ آرائی ہے۔ اگر اسلام اس کی تردید کر کے اسے ترجیح نہ دیتا اور واضح طور پر اسے ختم نہ کرتا تو عربی معاشرہ اخلاق اور رواج میں اور ثقافت و روایات میں اس مہارت کے ساتھ ترقی نہ کرتا۔ اس کے مقابلہ میں متعہ دوسری باہم موافق ثقافت جو کہ غلط ہیں معاشرہ میں پروان چڑھاتا ہے۔

اس کی واضح ترین مثال یہ ہے کہ اخلاقی اختلاف نمایاں ہے کہ عراقی شیعوں کے خاندان اس متعہ کی جنسی مشق سے رک گئے ہیں اس کے باوجود ان کے اہم لوگ اور علمی مراکز انہیں دلیری دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اصل اور اخلاق اس متعہ کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ان کے مرکزی شہروں تک ہی یہ محدود ہو گیا ہے خاص طور پر آستانوں اور دینی علم کدوں کے قریب کیا جاتا ہے کیونکہ اس متعہ سے خاندان اور عربی ثقافت کی مضبوط روایات پر برے انداز میں اثر ڈالتا ہے۔ عجمی ثقافت کے چونکہ یہ قریب تر ہے اس بنا پر تشیع فارسی کے آدمی اسے دین کے نام پر رواج دیتے ہیں جن میں فارسی قدیم شہریت سے متاثر عناصر جن کا تعلق عجم سے ہے یہ متعہ کے عام کرنے میں بطور مثال پیش کیے جاسکتے ہیں۔

(نکاح المتعہ نظریۃ قرآنیۃ جدیدہ: ۸۰)

مجوسی دنیا کے کاہنوں نے جنسی آوارگی کو قدیم زمانہ سے دین کے خلاف میں لپیٹ کر پیش کیا ہے اور اسے دینی شریعت قرار دیا ہے۔ زردشت نے بیٹے کے لیے ماں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے اور باپ کے لیے بیٹی کو جائز قرار دیا ہے اور بھائی کے لیے بہن سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ اور مزدک مذہب میں یہ نظریہ ہے کہ مال اور عورت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ خرمیت گروہ جو کہ مزدکیت سے ہی حالت بہ حالت صورت اختیار کرتے ہوئے وجود میں آیا ہے یہ عام اجازت دیتا ہے کہ ہر چیز حلال ہے۔ یہی اباحیت جنسی امامیہ شیعوں کے عقائد میں سرایت کر گئی اور متعہ کے نام سے نمایاں ہوئی۔ یہ زردشت کے نزدیک شادی کے رواجات کی ایک صورت ہے اس کی شہادت شہلا حائری نے اپنی کتاب المتعہ میں بھی دی ہے۔ اس نے کہا ہے، زردشت

مذہب والوں کے نزدیک خاوند کو یہ حق ہے یا خاندان کے بڑے کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی بیوی یا بیٹی کو رسمی عادات میں پیش کرے جو آدمی بھی اس کی قوم سے مطالبہ کرتا ہے کہ وقت مقررہ تک کے لیے یا حد بندی کرتے ہوئے اتنے وقفہ کے لیے بیوی مجھے دے تو اسے دینی چاہیے۔ (المتنعہ: ۴۰)

اور تقریباً یہی زردشتی رسم اس چیز کے مطابق ہے جو تشیع فارسی کے اہم مراجع میں متعدد جگہ وارد ہے۔ سید حسن موسوی کہتے ہیں کہ متنعہ کے پھیلاؤ نے یہاں تک معاملہ پہنچا دیا ہے کہ شرمگاہیں عاریتاً لینے تک نوبت پہنچا دی ہے۔ کہ آدمی اپنی لونڈی یا بیٹی کو دیتا ہے تاکہ وہ اس سے اس کی عدم موجودگی میں متنعہ کرے تاکہ وہ زمانہ نہ کر سکے۔ بندہ پوچھے زنا کس بلا کا نام ہے یہی تو زنا ہے۔ اس متنعہ کی اجازت کی نسبت سیستانی، صدر، شیرازی، طباطبائی اور بروجردی کی طرف کی گئی ہے۔ اس کے لیے (فروع الکافی: ۲۰۰-۲۰۲: الاستبصار: ۱۳۶-۳) میں تفصیل ملاحظہ کریں۔ (لگہ ثم للتاریخ: ۴۷)

اس طرح تشیع فارسی کے سربراہ واردہ لوگ اس میں کامیاب ہوئے کہ متنعہ کو بجوسیت اولیٰ کے عناصر میں شامل کر دیا۔ اور ان عناصر پر نگرانی کی اور وقت گزرنے کے ساتھ اسے اسلامی شہریت کے دائرہ میں جذب کر دیا۔ اور تشیع نے جو کہ غیر اسلامی اطوار سے معمور ہے اس نے نکاح متنعہ کی ترویج و اشاعت میں کافی حصہ ڈالا ہے یہ ایک اخلاقی پستی ہے اور امت اسلامیہ میں جنسی آوارگی کی اباحت و اجازت ہے۔

یہ متنعہ ماسونی، اور صیہونیت کی جدوجہد کے ساتھ مل جاتا ہے جو کہ معاشرہ میں بے حیائی کی اشاعت پر ہمہ وقت کمر بستہ ہیں جیسا کہ صیہونی حکما کے پروٹوکول سے یہ بات عیاں ہے۔

(۷) امامیہ شیعہ کے بعض مراجع ایک شبہ ڈالتے ہیں کہ امام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نکاح متنعہ کی اجازت دیتے ہیں اس بارے میں گزارش ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف ان سے ٹکراتا تھا۔ انہوں نے ان کے اس نظریہ پر انکار کیا تھا۔ جیسا کہ آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ تم ایک حیرت میں ڈوبے آدمی ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ہمیں عورتوں سے متنعہ کرنے سے منع کیا تھا۔ (مسلم مع شرح: ۱۸۹-۹)

امام ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خود اقرار کیا ہے کہ متنعہ دائمی نہیں طاری تھا۔ وہ کہا کرتے تھے یہ لاچار کے لیے جائز ہے جس طرح لاچار کے لیے مردار کھانا جائز قرار دیا گیا ہے اسی طرح اس نکاح کی اجازت ہے بغیر مجبوری جائز نہیں۔ (بخاری: ۵۱۱۶)

امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی سنن کے باب ”ما جاء فی تحریم نکاح المتنعہ“ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، متنعہ میں کچھ رخصت ہے مگر انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس متنعہ کے حرام ہونے کی خود خبر دی ہے اور اس عالم اور فقیہ اور جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ سے یہی مناسب تھا۔ اور آپ اہل بیت کے امام ہیں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ متنعہ حرام ہے اور پھر اس کی مخالفت پر اصرار کریں۔ حاشا وکلاً وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

ایک شبہ یہ بھی ڈالتے ہیں کہ اہل سنت نے بھی ایک نکاح گھڑا ہے جس کا نام مسیار ہے۔ یہ بھی متنعہ کے مشابہ ہے یہ بات

بالکل باطل ہے وجہ یہ ہے کہ متعہ میں وقت معین کیا جاتا ہے اس میں نہ تو ولی ہوتا ہے نہ ہی گواہ ہوتا ہے اور نہ ہی عورت کے حقوق کا تعین ہوتا ہے جبکہ میاں کی شادی میں وقت معین نہیں ہوتا نہ ہی عقد نکاح ختم ہوتا ہے۔ یہ ختم ہوتا ہے تو صرف طلاق سے ہی ختم ہوتا ہے یہ ایک شرعی نکاح ہے یہ کامل ہے اس میں ارکان نکاح اور شروط نکاح پوری ہوتی ہیں اور اس میں ایجاب و قبول ولی کی ہمنوائی، حق مہر اور گواہ وغیرہ سب ہوتے ہیں اس میں شرعی رکاوٹ نہیں صرف اس نکاح میں عورت خرچہ، اور رہائش اور شب بستر سے دستبردار ہو جاتی ہے جبکہ متعہ میں شرعی شادی پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں شرعی شادی میں خرچہ، شب بستر اور رہائش لازمی ہے۔ طلاق بھی ہو سکتی ہے عورت عدت بھی گزارے اور وراثت بھی جاری ہوتی ہے اور میاں کی شادی میں بھی یہ شرعی لوازمات ہیں صرف خرچہ، رہائش اور شب بستر ضروری نہیں ہوتی انہیں پورا کیا جائے تو بہتر ہے۔

اور نکاح متعہ میں آدمی کے لیے بیویوں کی تعداد کا تعین نہیں جتنی چاہے کرے۔ جبکہ میاں کے نکاح میں مشروع تعداد ہوتی ہے جو کہ چار ہے ان سے ایک وقت میں شادی جائز ہے۔ ثابت ہوا کہ میاں کی شادی جائز ہے اور متعہ کی حرام ہے۔

بحث: ۱۷

مال کی زکوٰۃ کا بیان

(۱) جمہور مسلمانوں کے نزدیک زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے تیسرا رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت ساری آیات میں اور متعدد مقامات پر نماز کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ مثلاً، ارشاد باری ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ط﴾ (البقرہ: ۱۱۰)

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔“

جب مال نصاب تک پہنچ جائے اور اس پر سال گزر جائے تو مسلمانوں پر اس کی زکوٰۃ نکالنا فرض ہو جاتی ہے اور نکالنے کی نسبت فیصد ۲۵ ہے اور کتب فقہ میں کھیتیوں اور مویشیوں کی زکوٰۃ کی تفصیل موجود ہے۔
خُمس (پانچویں حصہ) کا مفہوم جو کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ

السَّبِيلِ ۖ﴾ (الانفال: ۴۱)

”جان لو۔ جو تم غنیمت حاصل کرتے ہو بے شک اللہ کے لیے اس کا پانچواں حصہ ہے اور یتیمبر کے لیے اور قریبی رشتہ داروں کے لیے یتیموں اور مسکینوں کے لیے اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہو اور جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر فرقان کے دن، جس دن دونوں جماعتوں نے ملاقات کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

علمائے اہل سنت کا اس تفسیر پر اجماع ہے یہاں غنیمت سے مراد جنگی غنیمت ہے یہ لوگوں کی تجارت کی کمائی اور خرید و فروخت سے وظیفہ قبول کرنا نہیں۔

جنگجو کفار سے مال جو حاصل ہو وہ مال غنیمت ہے اس آیت میں اس کا پانچواں حصہ مراد ہے۔ اور یہ آیت معرکہ بدر میں غنیمت کے مال کی تقسیم بیان کر رہی ہے اس کا لوگوں کی کمائی ان کے روزینہ اور املاک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہ زکوٰۃ کی شرائط کے موافق اسے بنانے کی کوشش کی جائے۔

(۲) امامیہ شیعہ کے مراکز میں ذرائع آمدن کا تصور

امامیہ شیعہ کے مراجع اور مذہبی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے پیروکاروں پر لازم ہے کہ ۲۰ فیصد ٹیکس ادا کریں یہ اسے خُمس (پانچواں حصہ) کا نام دیتے ہیں کہ ہر شیعہ اپنی ساری ملکیت کا بیسواں حصہ اپنے سید کو دیتا ہے یا اپنے مرکز میں بھیجتا ہے۔ یہ سورۃ انفال کی مذکورہ بالا آیت سے ہی استدلال کرتے ہیں جبکہ ہم نے عرض کی ہے کہ اس آیت کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ

مراجع بتاتے ہیں کہ خمس نبی ﷺ کو ادا کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ آپ کے امام کے لیے ہو گیا ہے۔ اور اگر امام غائب ہو تو پھر فقہاء یا مراکز میں منتقل ہو جائے گا اس کی بدولت ان سیدوں کے پاس بہت زیادہ مال اکٹھا ہو جاتا ہے۔ کسی شیعہ کو انہیں مال دیتے ہوئے ذرہ برابر تردد نہیں ہوتا ایک قول یہ ہے جو غنیمتی نے ذکر کیا ہے کہ امام باقر صادق و دیگر تمام ائمہ علیہم السلام شیعہ سے خمس لیتے تھے اور کہتے تھے: کہ خمس میں سے ایک درہم بھی ادا نہ کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(کشف الاسرار: ۲۷۴)

خمس کا نظریہ حالت بہ حالت بدلتا رہا ہے زمانہ گزرنے کے ساتھ یہ تغیر و تبدل اختیار کرتا رہا ہے اس کی ابتدا یوں ہوئی تھی کہ یہ امام مہدی کو دینا ہے اس کے بعد اس کے نائبوں کو یہی وجہ ہے کہ امام کی غیبت صغریٰ کے وقفہ میں (۲۰) افراد سے زیادہ نے مہدی کے نائب ہونے کا دعویٰ کیا تھا یہ صرف خمس حاصل کرنے کے لیے تھا۔ اسکے بعد شیعہ نے یہ خمس دینا بند کر دیا۔ جیسا کہ صحاح از میں مذکور ہے۔ یہ شیعہ کی چار بنیادی کتابیں ہیں دو صدیاں گزرنے کے بعد انہیں حکم دیا گیا کہ یہ خمس ضرور نکالو۔ اور مہدی کے ظہور تک اسے زمین میں دفن کر دو اس کے بعد یہ تبدیلی آئی کہ اسے کسی ایماندار آدمی کے ہاں بطور امانت رکھ دو۔ اور فقہا کا انتخاب کیا گیا کہ انہیں دیا جائے۔ کئی فقہا فوت ہوئے اور ان کے پاس جمع شدہ خمس ان کے ورثا پر وراثت بن کر تقسیم ہوا کہ یہ ان کے باپ کی وراثت ہے۔ (لغہ ثم للتاریخ: ۶۳)

یہ بات نہایت ہی عجیب ہے کہ یہ حرام کردہ مال کے خمس کو لازم قرار دیتے ہیں خواہ وہ چوری کا ہو، سود سے ہو، چوری والا دینے سے حلال ہو جاتا ہے اور سودی مال کو معاف کروانے کے بعد دیتے ہیں۔

(رسالة الخمس، منهاج الصالحین، سیاحۃ فی عالم التشیع: ۷۰)

غنیمتی کے نزدیک یہ ہے کہ حرام کردہ مال سے بھی خمس نکالنا زیادہ احتیاطی طریقہ ہے۔ (تحریر الوسیلہ: ۲۵۱)

اس کے نزدیک زیادہ قوی یہی ہے ناصبی کو اہل حزب سے ملنا درست ہے اس سے جو غنیمت حاصل ہو اس سے خمس وابستہ ہوتا ہے بلکہ ناصبی کا مال جہاں بھی پایا جائے اسے لینا جائز ہے اور ہر طریقہ سے لینا جائز ہے اور اس کے حاصل کرنے کے بعد خمس نکالنا لازمی ہے۔ (حوالہ مذکور)

(۳) خمس کی ادائیگی پر متشابہ آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہیں

لوگوں کے ذرائع آمدن سے خمس نکالنے اور اسے فقیہ کے سپرد کرنے کی ان کے پاس ایک بھی دلیل نہیں شریعت سے اور قرآن سے کوئی دلیل نہیں صرف قرآن پاک کی متشابہ آیات پر اعتماد ہے اور سورت انفال میں جو غنیمت سے خمس کا ذکر ہے یہ تو وہ مال ہے جو میدان قتال سے کفار کے جنگجوؤں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہی جمہور مسلمانوں کا مذہب ہے امام جعفر صادق بھی ان میں شامل ہیں طوسی نے ان سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن سنان نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے سنا ہے خمس صرف غنیمت کے ساتھ خاص ہے۔ (حوالہ مذکور)

کوئی یہ نہ سمجھے یہ بھاری مالی ٹیکس وصول کرنا زکوٰۃ سے کئی گنا زیادہ ہو جاتے ہیں ایسا نہیں زیادہ مال زکوٰۃ سے ہی آتا ہے۔

اسے اللہ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے اور اسے ترک کرنے والے کو سخت ترین سزا دیتا ہے اور اسے اللہ قطعی انداز پر بیان کرتا ہے اسے ظن و تخمین سے بیان نہیں کرتا۔ دسیوں آیات میں جو کہ صریح اور واضح ہیں ان میں زکوٰۃ کا ذکر ہے اور پھر ان کے مصارف کی حد بندی بھی کی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمَوْلَاةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ طَرِيقَةً مِّنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝﴾ (٩/التوبة: ٦٠)

”صدقات فقراء، مساکین اور صدقات کے عاملوں کے لیے ہیں اور جن کی تالیفِ قلب مقصود ہے ان کے لیے ہیں اور گردنیں چھڑانے میں اور چٹی والوں کے لیے ہیں اللہ کی راہ والوں اور مسافروں کے لیے ہے یہ اللہ کا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔“

خمس حاصل کرنا اہل بیت میں سے کسی سے بھی امامیہ کی کسی بھی قدیم اعتماد کتاب سے ثابت نہیں اور نہ ہی ان کے کسی فقیہ نے اس کا فتویٰ دیا ہے جو کہ قابل اعتماد ہو۔ جیسا کہ مفید، طوسی، اور شریف مرتضیٰ ہے یہ بات استاد احمد کاتب نے بتائی ہے یہ کہتا ہے اسی بنا پر ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں فقہاء کُفُس دینا یا ان کے وکلاء کو دینا درست نہیں، مزید کہتا ہے کہ ہم علما کو یہ دعوت دیتے ہیں طلب علم اور دعوت و ارشاد میں مصروف ہو جاؤ۔ لوگوں کے مالوں کے سمندر میں ہی نہ غوطہ زن رہو۔ اور خود کو تنقید اور شبہات کی نذر نہ کرو۔

(البيان الشيعي الجديد، ملحق از كتاب: التشيع السياسي والتشيع الديني: ٤٦٢)

ائمہ سے ایسی روایات بھی آتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کُفُس واجب نہیں مستحب ہے اور اسے امام یا فقیہ کی طرف رجوع کیے بغیر بھی دیا جاسکتا ہے۔ اور یہ بات پوری صراحت سے آئی ہے کُفُس ساقط ہو چکا ہے اور تکریم اور مہربانی سے کام لیتے ہوئے یہ شیعہ کو معاف کر دیا گیا ہے۔

امیر المومنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب کی سیرت پر مبنی کتب جنہوں نے آپ کی خلافت کے دور کی تاریخ رقم کی ہے ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں لکھا کہ انہوں نے کوفہ کے بازاروں میں عاملوں کو بھیجا ہو کہ وہ لوگوں سے خمس وصول کریں اور نہ ہی آپ نے کبھی اپنے شہروں کے والیوں کو لکھا ہو کہ لوگوں سے خمس وصول کرو اور کوفہ کے بیت المال میں جمع کرواؤ۔ اس کا مطلق ذکر تک نہیں۔ (رسالة الخمس بين الحقيقة والضائقة ولاوہام، الشائعه: ٦٩)

(۴) امامیہ شیعہ کے فقہاء خمس کی معافی والے بیان پوشیدہ رکھے ہیں

ڈاکٹر موسیٰ موسوی کہتا ہے۔ پانچویں صدی کے آخر سے پہلے شیعہ مراجع میں خمس کے بارے میں اشارہ تک نہیں ملتا۔

(الشيعه والتصحیح: ٦٧، منهج آل البيت: ١٢١)

یہ خمس کا معاملہ ایک بدعت ہے یہ بعثت شریفہ سے صدیوں بعد تالیف ہونے والی کتب میں پایا جاتا ہے اس کے باوجود امامیہ کے مشہور ترین مراجع ایسی روایات وارد کرتے ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں خمس ادا کرنا لازم نہیں۔

ان میں سے ایک وہ ہے جو جنتی نے بیان کی ہے۔ کہتا ہے، ایک آدمی ابو عبد اللہ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا، میں آپ پر فدا ہوتا

ہوں۔ ہمارے ہاتھوں میں منافع آتے ہیں مال آتا ہے اور تجارتیں کرتے ہیں ہم ان میں تمہارا حق جانتے ہیں مگر ہم ان میں کوتاہی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا، اگر ہم نے تمہیں یہ حق کی تکلفی دی ہے تو تم سے انصاف نہیں کیا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۲۳-۲) یعنی ہمارا ایسا مالی حق کوئی نہیں۔

حسن بن مطہر حلی جو امامیہ شیعہ کا آٹھویں صدی کا اہم ستون ہے اس نے فتویٰ دیا ہے کہ شیعہ سے خمس معاف ہے۔ (تحریر الاحکام: ۷۵) اسی طرح ایک اور شیعہ کے اہم ستون اردبیلی نے جسے شیعہ امامیہ اپنے زمانہ کے فقہا میں سے سب سے زیادہ فقیہ شمار کرتے ہیں اور اسے مقدس کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ یہ کہتا ہے، اکثر اخبار و روایات دلالت کرتی ہیں کہ خمس امام کی غیبت اور حضور کے زمانہ میں ساقط ہے۔ (لہٰذا ثم للتاریخ: ۵۷)

جعفر کاشف عطاء کہتا ہے ائمہ نے خمس کو صرف جائز قرار دیا ہے یہ واجب نہیں۔ (کشف الغطاء: ۳۶۴) یہی کلینی، (اصول الکافی: ۵۴-۱) میں، اور محمد باقر سبزواری (ذخیرۃ المعاد: ۲۹۲) میں اور محمد طباطبائی (مدارک الاحکام میں ۳۴۴) نے کہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹیکس لینے والے کے لیے بددعا کی ہے۔ (نہج البلاغہ: ۲۴-۲) تو یہ خمس تو اس سے بھی زیادہ بوجھ ہے وہ اس کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں۔

کلینی بیان کرتا ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کی کبھی تھی اس میں کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ واپس آئے تو پسینہ بہہ رہا تھا ایک آدمی نے افسوس کا اظہار کیا تو انہوں نے جواب دیا۔

میں طلب رزق کے لیے نکلا تھا تاکہ تجھ جیسے آدمی سے مستغنی ہو جاؤں (فروع الکافی: ۷۴-۵) غور کریں۔ یہ عظیم امام ہاتھ پہ ہاتھ رکھے آرام سے نہیں بیٹھے کہ لوگوں سے خمس کھاتے جیسا کہ آج شیعہ کے سادات کرتے ہیں۔

شاعر نجف المعروف احمد صافی نجفی نے نظم کہی ہے۔ اس کے اشعار بہت عمدہ ہیں اس نے یہ اشعار لکھ کر اپنے دوست ایک سادات کی طرف بھیجے۔ اس کا عنوان تھا:

خمس سے نفیس آلودہ نہ کریو حرام ہے شاید شاعر کا اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ تھا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَكْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاَكْفُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط﴾ (۹/التوبة: ۳۴)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو بے شک زیادہ تر عالم اور راہب لوگوں کے مال باطل طریقہ سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔“

اس لیے اس نے صراحت سے کہا ہے کہ یہ خمس فارسیوں سے شیعہ کے ہاں آیا ہے یہ عرب مسلمانوں میں معروف نہ تھا۔ کہتا ہے:

عَجِبْتُ لِقَوْمٍ شَحَذَهُمُ دِيْنُهُمْ
وَ كَيْفَ يَسُوْغُ الشَّحْذُ لِلرَّجُلِ الشَّهْمُ

”میں حیران ہوں اس قوم سے جن کے دین نے انہیں بھکاری بنا دیا ہے۔ ایک ذہین آدمی کے لیے مناسب نہیں کہ بھکاری بنے۔“

إِنْ كَانَ تَحْصِيلُ الْعُلُومِ مَسْوَغًا
لِذَا فَإِنَّ الْجَهْلَ خَيْرٌ مِّنَ الْعِلْمِ

”اگر علوم کی تحصیل اسی مقصد کے لیے ہے تو پھر ایسے علم سے جہالت ہی بہتر ہے۔“

وَهَلْ كَانَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ عِصَابَةٌ
يَعْيُشُونَ مِنْ مَّالِ الْأَنْامِ بِذَا الْأَسْمِ

”کیا نبی ﷺ کے عہد مبارک میں ایسی جماعت موجود تھی جو مخلوق کا مال اس (خمس) کے نام پر لے کر زندگی گزارتی تھی۔“

لَئِنْ أَوْجَبَ اللَّهُ الزَّكَاةَ فَلَمْ تَكُنْ
لَتُعْطَى بِذُلٍّ بَلْ لَتُؤْخَذَ بِالرِّمِّ

”اگر اللہ نے زکاۃ واجب کی ہے تو یہ ذلت سے نہیں دی جاتی اور اگر کوئی نہ دے تو یہ خلاف مرضی ہونے کے باوجود لی جاتی ہے۔“

أَتَانَا بِهَا أَبْنَاءُ سَاسَانَ حِرْفَةً
وَلَمْ تَكُ فِي أَبْنَاءِ يَعْرُبَ مِنْ قِدَمِ

”اس خمس کو ساسان والوں نے بطور حرفت اور کمائی کے ہمارے اوپر مسلط کیا ہے یہ عرب کی اولاد میں اس سے پہلے موجود نہ تھا۔“

افسوس! یہ وہ حقائق ہیں جو شیعہ کی اکثریت سے مخفی ہیں جس کی وجہ سے یہ بھاری ٹیکس سادات کو دیتے رہے ہیں اور فقہاء کے سپرد کرتے رہے ہیں اور پوری حسن نیت سے ادا کرتے ہیں۔ انہیں یہ وہم ہے کہ اس سے اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اور یہ لوگ ہر نبی ﷺ نے جو اپنی قوم سے کہا تھا اس سے بے خبر ہیں کہ ہم تم سے اجرت نہیں مانگتے چونکہ علما انبیاء کے وارث ہیں لہذا یہ لوگوں سے خمس کے نام پر اجرت کیوں مانگتے ہیں۔

بحث: ۱۸

(۱) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور باغ فدک کا مسئلہ

فدک کے بارے میں جو جمہور مسلمانوں کے نزدیک روایات ہیں وہ چھ باتوں پر مشتمل ہیں ان سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔
 فدک ایک کھجوروں والی زمین ہے جو کہ مدینہ منورہ کے شمال مشرق میں (۱۳۰) کلومیٹر ہے یہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مال فے میں عطا کی تھی۔ ۷ھ میں خیبر کے یہودیوں سے یہ جگہ حاصل ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس تشریف لائیں اور مطالبہ کیا کہ یہ فدک میرے والد محترم کی وراثت ہے یہ مجھے دلوائی جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک ہی حدیث سنائی اور وہ مطمئن ہوئیں یہ حدیث کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے بیان کی ہے۔ ان میں سے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عباس، حضرت ابو ہریرہ، اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم ہیں۔

اس میں نبی ﷺ کا فرمان ہے ہم جو انبیاء کا گروہ ہیں۔

لَا نُورُتْ مَا تَرَكْنَاكَ صَدَقَةً (بخاری: ۱۶۷۶۹)

”ہمارے وارث نہیں بنائے جاتے ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس پر قناعت کی اور اطمینان سے گھر میں بیٹھ گئیں۔“

خمینی نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گھڑ لی تھی۔ تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت سے محروم کریں (کشف الاسرار: ۱۳۲) اس کا غلط ہونا بالکل عیاں ہے اس پر تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی شان بلند ہی اس دعویٰ کی تردید کے لیے کافی ہے وہ اس لیے گھر میں سکون پذیر ہوئی تھیں کہ انہوں نے والد ماجد سے یہ سن رکھا تھا کہ تم مجھے میرے اہل خانہ سے سب سے پہلے ملو گی۔ (بخاری: ۳۶۲۳)

یہ بات اگر کوئی عام مسلمان بھی جان لے کہ میری موت کا وقت قریب ہے تو وہ دنیا سے بے رغبت ہو جاتا ہے۔ تو سیدہ کائنات جو کونین کے سید کی لخت جگر ہیں یہ اتنا زیادہ دنیا کا پیچھا کیونکر کریں اور اس کے مال کا ناجائز مطالبہ کیسے کر سکتی تھیں۔ باقی رہیں وہ آیات جن میں انبیاء کی وراثت کا تذکرہ ہے۔ مثلاً:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوُدَ﴾ (النمل: ۲۷)

”اور سلیمان علیہ السلام داود علیہ السلام کے وارث ہوئے۔“

ارشاد گرامی ہے:

﴿يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ﴾ (مریم: ۶)

”جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو۔“

ان میں مالی وارث مراد نہیں نہ جائداد کی وارث مراد ہے۔ یہ تو لوگوں کے ہاں معروف ہے۔ یہاں علم اور حکم کی وارث مراد ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ (فاطر: ۳۵)

”پھر ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو وارث بنایا اپنے بندوں میں سے جنہیں ہم نے چن لیا۔“

ارشاد باری ہے:

﴿وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا﴾ (الاعراف: ۱۳۷)

”اور ہم نے قوم کا ان لوگوں کو وارث بنایا جو زمین کے مشرق و مغرب میں ناتواں تصور کیے جاتے تھے۔“

یہاں وارث سے مراد حکم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

علماء انبیاء کے وارث ہیں انبیاء دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے وہ علم کے وارث بناتے ہیں۔ جس نے یہ نصیب پایا اس

نے وافر حصہ پایا۔ (صحیح ابن ماجہ: ۱۸۳)

کلینی نے اپنی کتاب الکافی میں اسے دو جگہ بیان کیا ہے کہ وارث علمی ہے مالی نہیں۔

(۲) امامیہ شیعہ کے مراجع میں فدک کا تصور

امامیہ شیعہ نے اس مسئلہ میں اور پھونک ماری ہے اور اسے بہت بڑا معاملہ بنا دیا ہے بلکہ ایک تحریک عام بنا دیا ہے جس کے کئی اسباب ہیں اور اس کا سامنا کرنے کی اجازت دی ہے جو کسی حد بندی پر موقوف نہیں یہ ایک اعلیٰ سیاسی تحریک ہے جس کے شعلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر سے اٹھتے ہیں اس کے ذریعے فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے یہ چاہا تھا کہ وہ بنیادی پتھر اکھاڑ دیں جس پر بنو سقیفہ کے بعد تاریخ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

محمد باقر صدر، اپنی کتاب ”فدک فی التاريخ“ میں بھی یہی تعبیر کرتا ہے اور وضاحت سے لکھتا ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک کے بارے میں یہ موقف اس لیے اپنایا تھا کہ ان کا مقصد اقتصادی حالت تھا۔ صدیق رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ اپنی مد مقابل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سرمایہ پر قبضہ کر لے اور سلطان تک رسائی کی راہ بھی بند کر دی جائے۔ (فدک فی التاريخ: ۹۶) اس مفکر نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سلطان تک رسائی کی طاقت نہ رکھتے تھے کیونکہ ان کی اہلیہ کی فدک کی زمین غضب ہوئی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ میل جائے تو اس کی قیمت حاصل کر کے انتخابی اخراجات پورے کریں۔ اور خلافت تک رسائی کریں۔

انہوں نے اس فاطمی معارضہ کے متعدد مظاہر بیان کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وارث کے مسائل میں جناب صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی بھیجا جوان سے جھگڑا کرے۔ اور ایک خاص اجتماع منظم کیا۔ جو ان کے حقوق کو حاصل کرنے کا مطالبہ کرے۔ نبی ﷺ کی وفات کے دس دن بعد مسجد نبوی میں خطاب کیا اور آخر میں زہراء کے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر غضبناک ہونے والی بات کی جب انہوں نے حضرت سیدہ سے اس مقصد کے تحت ملاقات کی تھی کہ وہ معذرت کریں۔ سیدہ نے

ان سے کہا تھا، میں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتی ہوں کہ تم نے مجھے ناراض کیا ہے راضی نہیں کیا۔ اگر میں نبی ﷺ سے ملی تو تم دونوں کی ضرورت شکایت کروں گی۔ (فذلک فی التاریخ: ۱۱۸)

یہ روایات سیدہ کی جلالت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جلالت شان کو دانداز کر رہی ہیں فدک کے مسئلہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غضبناک ہونا اور اس موقف کو بیان کرنا ان کی شان کے مناسب نہیں اور جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو مورد الزام و طعن ٹھہرانا کہ انہوں نے انہیں غضب کا شکار کیا تھا۔ اور اس روایت سے استدلال کرنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے مجھے غضبناک کیا اس نے اللہ کو غضبناک کیا“ یہ ان لوگوں کی حیرت زدگی ہے یہ بات ہی درست نہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غضبناک کیا ہم کہتے ہیں یہ حسد سے تو نہیں کہہ رہے مگر یہ ورطہ حیرت میں گرے ہوئے ہیں اس لیے ایسی بہکی باتیں لکھتے ہیں۔

بلکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اظہار غضب کرتی ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے علاوہ ایک اور شادی کرنا چاہی تھی۔ جب سیدہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو نبی ﷺ کے پاس آئیں اور کہا، آپ کی قوم کا یہ خیال ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کی حمایت کرتے ہوئے غضبناک نہیں ہوتے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والے ہیں۔

یہ سن کر نبی ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر جلوہ گر ہوئے۔ اور کہا: بنو ہشام مغیرہ نے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی بن ابوطالب سے کرنا چاہتے ہیں میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میں انہیں اجازت نہیں دیتا، میں پھر کہتا ہوں میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ایک صورت ہے کہ علی چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے پھر بنو ہشام اپنی بیٹی علی سے نکاح دیں۔

فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے بے چین کرے وہ مجھے بھی کرتی ہے اور جو چیز اسے اذیت دے وہ میرے لیے بھی باعث اذیت ہے۔ (بخاری: ۵۲۳۰)

امامیہ شیعہ کے مراجع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر غصہ اظہار کرنے کے بارے میں وارد ہے۔ محمد باقر مجلسی اور محسن امین بیان کرتے ہیں کہ سیدہ رضی اللہ عنہا مسجد میں آئیں اور خطبہ دیا تا کہ صحابہ کرام کے سامنے حضرت علی کے نکاح کا ذکر کریں اور یہ بتانے کے بعد وہ اپنے گھر کو لوٹیں تا کہ خاوند کو مطلع کریں اور انہیں بزدلی کا طعنہ دیں۔ (بحار الانوار: ۱۴۸-۱۴۹، اعیان الشیعہ: ۳۲۲-۱) اسی سے ملتی جلتی یہ روایت ہے۔ سیدہ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے غضبناک ہونا اور ان کا مردوں کی مجالس کے گرد گھومنا اس بنا پر تھا کہ وہ ان سے مطالبہ کر رہی تھیں کہ ان کے چچا کے بیٹے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر بیٹھے ہیں ان کی نصرت و حمایت بھی کرو اور ان کی بیعت بھی کرو۔

اس طرح سیدہ معصومہ نے معصوم کے لیے پکارا اور انہیں بزدلی اور اپنے حق سے بیٹھے رہنے پر مورد طعن ٹھہرایا اور مطالبہ نہ کرنے سے متہم کیا۔ سیدہ کی عصمت مردوں کی مجالس میں گردش کرنے سے رکاوٹ نہ بن سکی وہ معصوم تھیں جہاں چاہتیں جاسکتی

تھیں اور یہی عصمت اس آیہ مبارکہ کی مخالفت سے بھی نہ روک تھیں۔ اس مخالفت کا ان کی عصمت نے مداویٰ کر دیا تھا۔

﴿وَقُرْآنَ فِیْ بُیُوتِکُمْ﴾ (۱۱۳/ الاحزاب: ۳۳)

”اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔“

یہ تو جیہات شیعہ کی ہیں اور درست بھی نہیں یہ مفسر اس آیت کو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر چسپاں کرتے ہیں جب وہ جنگ جمل سے قبل مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کی نیت سے گئی تھیں۔ اسی طرح یہ سیدہ کے نکلنے کے جواز پر چسپاں ہوتی ہے یہ شیعہ کا انداز استدلال ہے جو کہ غلط ہے۔ سیدہ عائشہ تو اس کی تلاوت پر رویا کرتی تھیں۔

(۳) انبیاء کی وراثت کے بارے میں امامیہ کے مراجع بھی سنی مراجع کے ہمنوا ہیں

کلینی ائمہ سے دو احادیث بیان کرتا ہے جو آپس میں ملتی جلتی ہیں اور اہل سنت کی اوپر بیان کردہ احادیث کے عین مطابق ہیں۔

(۱) یہ کہ علما انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے۔ وہ علم کا وارث بناتے ہیں۔

(الکافی: ۲۴-۱)

(۲) اوپر (۱) والی حدیث کے ہی الفاظ ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ انبیاء، علما کو اپنی باتوں اور احادیث کا وارث بناتے

ہیں۔ (الکافی: ۳۲-۱)

خمینی نے اسی حدیث کو اپنا سہارا بنایا ہے اور ولایت فقیہ کو ثابت کرنے کے لیے اسے اہم ترین دلیل قرار دیا ہے۔ کہتا ہے اگر ہم عرف کی جانب رجوع کریں اور علماء کے انبیاء کے مفہوم کو سمجھیں اور یہ سوال اٹھائیں کہ کیا فقیہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ پر ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں فقیہ ان کے مرتبہ پر ہے وجہ یہ ہے کہ اس روایت نے علما کو انبیاء کے مرتبہ پر رکھا ہے۔ (الحکومة الاسلامیہ: ۸۴)

ہم نے اس روایت سے یہ حکم مشاہدہ کیا ہے اور خمینی نے جو سمجھنے میں خط مارا ہے اس سے قطع نظر یہ شیعہ کے نزدیک حدیث صحیح ہے جیسا کہ یہ اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔

سائل کہہ سکتا ہے، اگر جناب صدیق رضی اللہ عنہ کا فدک کے بارے میں موقف غلط تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی خلافت میں کیوں برقرار رکھا۔

تجانی تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ متعصب شیعہ ہے وہ جواب دیتا ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف بھی کرتا ہے اور اس کے وقوع سے معذرت بھی کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فدک کی زمین واپس نہ لوٹا سکے۔ جو کہ امویوں پر تقسیم ہوئی اور ان کی ملکیت میں ہو گئی۔

(اعرف الحق: ۱۰۰)

اس کے فوراً بعد کہتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اسے خریدا اور اپنی جیب خاص سے خریدا۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پر تقسیم کر دیا۔ (حوالہ مذکور)

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بس میں یہ ہوا کہ انہوں نے خرید کر اولاد فاطمہ میں تقسیم کیا تو پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بس میں لوٹانا کیوں نہ ہوا حالانکہ یہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے اور فدک کی زمین ان کے زیر سلطنت تھی۔ (وقد خاب من افتراء: ۸۴) سنی مصادر کے مطابق جوشیعہ نے فدک کے بارے میں کہا ہے وہ ہے جو ابن میثم بحرانی نے ذکر کیا ہے یہ شیعہ کے کبار محقق علمائیں سے ہے جو ۷ھ صدی میں ہوا ہے۔ یہ کہتا ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا، تمہیں وہی ملے گا جو تمہارے باپ کی ملکیت میں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فدک سے تمہاری خوراک لیا کرتے تھے اور باقی تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور اس سے اللہ کی راہ میں سوار کیا کرتے تھے میں وہی کروں گا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ وہ اس پر رضامند ہوئیں اور ان سے عہد کیا (شرح نہج البلاغہ: ۱۰۷-۵، منقول از الشیعہ و اهل البيت: ۸۵) یہی بات درہ نجفیہ والے نے کہی ہے (۳۳۲) یہ ایسی بات ہے امامیہ شیعہ کے مراجع اسے اپنے پیروکاروں اور مقلدوں سے چھپاتے ہیں تاکہ وہ حقیقت سے نا آشنا رہیں۔

(۴) تشیع والے مسئلہ فدک کو کینہ پروری اور نفرت کے انداز میں ابھارتے ہیں

فدک کا مسئلہ اہم ترین ہے جسے فارسی شیعہ کے داعیوں نے نفرت اور کینہ ابھارنے کے لیے استعمال کیا ہے یہ اپنے پیروکاروں کے دلوں میں نفرت کا لاوا بھرتے ہیں۔ اور اسے بہت بڑا دائمی ظلم تصور کرتے ہیں اور اسے حق کو غضب کرنے کا معاملہ باور کراتے ہیں کہ طویل عرصہ بھی اس پر اثر انداز نہیں ہو سکا اور نہ ہی امت اسلامیہ پر فارسی تشیع کی حکومت اس کا علاج کر سکی۔ علی شریعتی کہتا ہے فدک کا قضیہ شیعہ کے لیے وحی کی حیثیت رکھتا ہے اسرائیل نے بیت المقدس اور جولان کو غضب کیا ہے۔ یہ اہل سنت کا خاص معاملہ ہے ہمارا شیعہ کا خاص معاملہ ہے کہ فدک غضب ہوا ہے۔ فلسطینیوں کو چاہیے کہ یہ اسرائیل سے اپنی غضب شدہ سرزمین واپس لیں اور شیعہ کی ذمہ داری ہے کہ یہ فلسطینیوں سے فدک کی زمین لینے کے لیے لڑے۔ شریعتی بیان کرتا ہے۔ فدک آزاد کرانے والوں میں ایک مجاہد نے ایرانی شہر سبزہ وار میں اس نے عدالتی فیصلہ اٹھایا ہے اس نے آثار قدیمہ کے محکمہ میں یہ معاملہ پیش کیا اور اس کی خدمات حاصل کی ہیں۔

اس میں مدعی سید حسین واعظی سبزواری ہے یہ فوت شدگان کے ورثہ کے قانون دانوں میں ایک ہے۔ مدعی علیہ ابو بکر بن ابو قحافہ ہیں اور قضیہ کا موضوع یہ ہے کہ فدک کے تمام باغات واپس لینے ہیں۔ اور (۱۳۸۰) برسوں کے بقایا جات بھی واپس لینے ہیں۔ یہ دعویٰ سبزہ وار کی عدالت میں دائر کیا گیا ہے (التشیع العلوی والتشیع الصفوی: ۲۹۵) اس میں مدعی سید حسین واعظی کو مدعی علیہ ابو بکر بن ابو قحافہ کو اور دعویٰ کا عنوان یہ ہے کہ فدک کی کھیتی کا مالک کون ہے۔

یہ صدیوں پرانا فدک کے بارے میں اتار چڑھاؤ جاری ہے اور نفرت کا مرکز بنایا گیا ہے۔ حالانکہ شیعہ کے نزدیک زمین اور جاگیر میں عورت کی وراثت ہونا جائز نہیں، منع ہے۔ کلینی بیان کرتا ہے، ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ عورتیں زمین اور جاگیر کی وراثت نہیں ہوتیں۔ (فروع الکافی: ۱۲۷-۷)

افسوس ناک یہ صورت ہے کہ اسلام کی پر عظمت تاریخ نے توقف کیا ہے مگر شیعہ فکر و وجدان میں جو تاریخی عقدے اور الجھنیں تشیع فارسی والوں نے ان کے دل کی گہرائی میں ایسا غلط بیج بویا ہے جو وہ بچپن سے لے کر موت تک ان کے ساتھ رہتا ہے اور یہ

شیعہ اسے دانتوں میں مضبوط تھا رہے رکھتے ہیں چھوڑتے نہیں۔ اور ان کا خون ان غلط باتوں پر جوش مارتا رہتا ہے کہ کبھی اہل بیت کی مظلومیت، کبھی سقیفہ بنو ساعدہ کا معاملہ اور کبھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پسلی توڑنے کا جھوٹا واقعہ اور کبھی فدک کا معاملہ اور کبھی کربلاء کی داستان سرائی اور کبھی معصوم ائمہ کی آڑ میں یہ لوگوں کو اندھیرے میں رکھتے ہیں شیعہ کے قائدین اہل بیت کی محبت کے لبادہ میں ان خود ساختہ باتوں کے ذریعے شیعوں کو ابھارنے میں کامیاب ہیں اور انہوں نے غدیر کی بیعت اور خلافت پر غاصبانہ قبضہ اور پسلی توڑنے والی تاریخی جھوٹی چیزوں کو عقیدہ میں داخل کر دیا ہے جب کوئی شیعہ ان سے علیحدگی اختیار کرے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے اپنا اصل دین اور مذہب چھوڑ دیا ہے وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ یہ بے دست و پا باتیں ہیں اور غلط تاریخ ہے ان کا قرآنی اعتقادات سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

اس دور کے شیعہ تبصرہ نگار احمد الکاتب نے کہا ہے سیدہ زہراء کی پسلی توڑنے کی جھوٹی کہانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مذمت سے پہلے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذمت کا باعث ہے۔ اسی طرح جو ہم اپنے بھائیوں کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر حملہ آور ہونے والی کہانی بھی قبول نہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر مجبور کرنے کے لیے ان کے گھر کو مسمار کرنے والی داستان بھی چھوڑنے کا کہیں گے اور یہ غلط ہے کہ سیدہ کے گھر میں جو ہے اسے بھی جلانے کی دھمکی والی بات اور ان کے بیٹے محسن جو سیدہ کے پیٹ میں تھے انہیں گرانے والی بات جو سیدہ کی وفات کا باعث بنی تھی اور ہر سال اس جھوٹے قصہ کو دہرا کر ہيجان پیدا کرنا اور لوگوں کو بھڑکانا اور مجالس عزاء قائم کرنا اور رخسار پیٹنا اور آہ و بکا کرنا اور لعن طعن کرنا اور سب و شتم کرنا اور متاثر کرنے والے میلانات کا اظہار کرنا یہ سب بے اصل ہے تاریخ میں سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ یہ سب زیب داستان کے لیے گھڑی گئی ہیں۔ نہ ہی عقل ان کے وجود کو تسلیم کرتی ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہ امام ہیں ان کی شخصیت کو پہلے داغدار کرتی ہیں اور سیدنا خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر بعد میں داغ آتا ہے۔ (البيان الشيعي الجديد: حاشیہ التشیع السياسي والتشیع الديني: ۴۶۶)

(۵) اہل بیت نبوت ایک باغ کے معاملہ کو اتنا بڑا مسئلہ بنانے سے بلند تر تھے

امامیہ شیعہ کے مراجع میں بیان کردہ روایات میں فدک کی زمین کا معاملہ اور اس پر نزاع کرنا اور تحریک چلانا اور اس کا سامنا کرنا یہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما پر بدنما داغ ہے کیونکہ یہ خود ساختہ نزاع اس وقت پیدا کیا جا رہا ہے جب بڑے بڑے خطرات امت اسلامیہ کو گھیرے ہوئے تھے اور اس کے باسیوں کو ہر طرف سے تہدید و وعید کا سامنا تھا امت کو ایک طرف مرتدین اور مدعیان نبوت کا سامنا تھا اور دوسری طرف فارس کے لوگ گھات لگائے بیٹھے تھے اور شمال کی جانب سے دولت اسلامی کے دروازے پر روم اپنی پوری قوت سے دستک دے رہا تھا اور لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ روم کی جانب پیش قدمی کرنے کے لیے متحرک ہو چکا تھا یہ صورت حال تقاضا کر رہی ہے مسلمان معاشرے کے کسی فرد کے لیے ادنیٰ گنجائش نہ تھی کہ وہ ایک باغ کے غم میں کھو جائے اور اسی کے خیالات میں رات دن مگن ہو جائے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دفاع اور ان کے نامدار خاندان کا دفاع اور ان کی عزت و تکریم کا لازمہ یہ ہے کہ اس بد صورت حالت سے دور رہیں جس کا نقشہ فارسی شیعوں نے پیش کیا ہے۔ جو کہ یہ ہے کہ فدک کے نام سے شورش عام پیا کرتے ہیں اور مخالفت کے شعلہ و شر کو ہوا دیتے ہیں اور غضب اور ناراضی کا اظہار کرتے ہیں۔

بالفرض اگر نبی ﷺ کی لخت جگر سینکڑوں فدک کی مالک ہو جاتیں اور امت اکھاڑ بچھاڑ کا شکار ہوتی تو ہم پورے وثوق سے یہ کہتے ہیں کہ اپنی ساری ملکیت کو سیدہ امت کی صلاح کے لیے میدان میں جھونک دیتیں۔ تاکہ اپنے بابا کی امت کی حمایت اور اسلام کے محل کی صیانت کریں اور اسے ادنیٰ سی بھی اذیت نہ پہنچنے دیتیں۔

ان ناسازگار حالات میں ایک زمین کے قطعہ کے پیچھے سرپٹ دوڑنا اتنی عظیم خاتون کے شایان شان نہیں وہ دولت اسلامی جسے ہر طرف سے دھمکیوں نے گھیر رکھا ہو، اس کا معمولی سا بادی بھی ایسی ہنگامہ خیزی مناسب خیال نہیں کرتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خاتون اعظم جو جہان کی خواتین کی سردار ہے اور امام المرسلین ﷺ کی جگر گوشہ ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہے وہ ایک قطعہ زمین کے لیے ایسی ہنگامہ آرائی کرے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہ جھوٹ ہے۔ اب فیصلہ قارئین کے ہاتھ میں ہے کہ سیدہ کا ہمدرد غمگسار کون ہے اور کون دفاع کرتا ہے اور ان کی پاکیزہ چادر کو داغدار کرنے والا کون ہے۔

بحث: ۱۹

(۱) قبروں کی زیارت اور ان کی تعظیم کے بیان میں

جمہور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کی ہدایات کے مطابق قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے یہ درج ذیل مقاصد کے لیے ہے۔

(۱)..... موت کی مصیبت سے عبرت پکڑنے کے لیے زیارت کرنا تاکہ مسلم انسان اس بات کا ادراک کر سکے کہ یہ زندگی ایک ڈھلتا ہوا سایہ ہے۔ دائمی زندگی وہی ہے جو آخرت کی ہے۔ اس سے عمل صالح میں تیز روی پیدا ہوتی ہے اور باطل سے دوری ہوتی ہے۔

(۲)..... فوت شدگان کے لیے دعا کرنا وجہ یہ ہے کہ دنیا سے جانے والوں کو مغفرت و رحمت الہی کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی دنیا کی زندگی کا عمل رک چکا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ وَعِلْمٌ يُنْقَعُ بِهِ وَوَكْدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ۔ (مجموع الفتاوى: ۱۹۱-۱)

”انسان جب فوت ہوتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے صرف تین باقی رہتے ہیں (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے۔ (۳) نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرتی ہے۔“

باقی رہی یہ صورت کہ زندہ فوت شدہ سے رحمت طلب کرے۔ یہ طریقہ زیارت جائز صورت کے برعکس ہے اور یہ عقیدہ اسلام کی اصل کے صریح خلاف ہے اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہمارے لیے مثالی نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال سے کچھ دن پہلے مسلمان فوت شدگان کے لیے مغفرت طلب کی اور ان کی قبروں کی زیارت کی۔

اسی طرح مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ صرف کعبہ مشرفہ کا ہی طواف جائز ہے اور کسی کا جائز نہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝﴾ (الحج: ۲۹)

”اور پرانے گھر کا طواف کرو۔“

اور کسی قبر کی طرف نماز پڑھنا جائز نہیں یہ صرف بیت اللہ کی طرف رُخ کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿قَوْلًا وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ط﴾ (البقرة: ۱۴۴)

”اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں بھی ہو اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیر لو۔“

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا (مسلم: ۹۷۲)

”قبروں پر نہ بیٹھو، اور نہ ہی ان کی طرف نماز پڑھو۔“

اہل سنت نبی ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہیں اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو اہل کتاب کی مشابہت سے خبردار کیا ہے کہ یہ انبیاء اور صالح لوگوں کی قبروں کو مساجد نہ بنائے۔ اور شرک کی کھانیوں میں گرنے سے بچے اور حکم دیا ہے کہ عبادت میں اللہ کے لیے اخلاص پیدا کرے، اور اخلاص کے ساتھ دعا کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے وہی نفع و نقصان کا مالک ہے آپ ﷺ کا فرمان اس سے مکمل طور پر ٹکراتا ہے جو فوت شدگان کی قبروں پر آتے جاتے ہیں اور ان سے سوال اور دعا کرتے ہیں یہ سب کچھ غلط ہے اگرچہ یہ قبریں ائمہ اور صالحین کی ہی ہوں۔ یہ آپ کے حکم کے خلاف ہے۔

اہل سنت کے ملکوں میں مزاروں اور قبروں کا وجود عوام الناس کے آنے جانے کی وجہ سے مظاہر شرک بن چکے ہیں۔ یہ قبروں کا طواف کرتے ہیں ان کے نام کی نذریں مانتے ہیں جاہلوں کا عمل اصول سے انحراف کرنا ہے یہ ایک منکر کام ہے اہل سنت کے مراجع قطعاً انہیں برقرار رکھنے کے حق میں نہیں وجہ ہے علمائے سنت اور داعیان دین لوگوں کو اس سے منع کرتے ہیں۔ اس کے برعکس امامیہ کے مراجع ائمہ کے مزاروں کی تقدیس و تعظیم لازمی قرار دیتے ہیں اور ان میں غلو کرتے ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک قبروں کی زیارت نصیحت پکڑنے اور عبرت پکڑنے کی نیت سے ہوتی ہے اور فوت شدگان کے لیے دعا کی نیت سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ منقول دعاؤں میں آتا ہے یہ ایسے ہی کرتے ہیں۔ یہ بدعات سے دور رہتے ہیں۔ اسی مسنون طریقہ کی آپ ﷺ نے ترغیب دی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ ”میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا۔ اب زیارت کرو اور فضول بات نہ کہو، یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (التمہید: ۲۳۹-۲۰)

امام حسن بنانے اپنے (۲۰) اصول میں اس موضوع کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

قبروں کی زیارت اگر سنت کے مطابق ہو تو جائز ہے۔ لیکن قبروں میں مدفون ہستیوں سے مدد طلب کرنا اور انہیں مدد کے لیے پکارنا اور ان سے حاجات طلب کرنا خواہ قریب سے پکاریں یا دور سے پکاریں ان کے لیے نذریں ماننا اور قبروں کو پختہ کرنا ان پر چادریں ڈالنا، ان پر چراغاں کرنا، انہیں چھونا اور غیر اللہ کی قسم اٹھانا وغیرہ یہ سب بدعات اور کبیرہ گناہ ہیں۔ ان کے خلاف اعلان جنگ کیا جائے ہم اس کام کے خلاف ذرائع روکنے (سد ذرائع) کی تاویل کے قائل نہیں بلکہ دو ٹوک اعلان جنگ کیا جائے۔

(مجموعہ رسائل للامام حسن النبا اصل: ۱۴)

(۲) امامیہ شیعہ کے مراجع میں مزاروں کی تقدیس کا بیان

شیعہ کے مراجع سے پتہ چلتا ہے کہ ائمہ کی قبریں خواہ وہ حقیقت میں ہوں یا خیالی ہوں۔ یہ بڑی محترم اور مقدس ہیں۔ خیالی کی مثال یہ ہے کہ ۳۷۲ھ میں نجف میں ایک بہت بھاری شخصیت دفن ہوئی اسے اس قبر کے قریب دفن کیا گیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس آدمی کا نام عضد الدولہ بویہی ہے۔ معتبر ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ پہلا بادشاہ ہے جو وہاں دفن ہوا ہے۔

(تجارب الامم: ۲۸۱-۲؛ منقول از مجلہ البیان عدد ۲۶۳، ص: ۷۵)

اور شیعہ ان مزاروں کے زائرین اور پرستاروں کے ثواب میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ مجلسی بیان کرتا ہے کہ امام صادق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اللہ کا حرم مکہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم مدینہ میں ہے اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا حرم کوفہ ہے۔ اور ہمارا حرم قم ہے۔ عنقریب اس میں ایک عورت دفن ہوگی جو میری اولاد میں سے ہوگی جس کا نام فاطمہ ہوگا جو اس کی زیارت کرے گا اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ (بحار الانوار: ۲۶۷-۱۰۲)

یہ فاطمہ موسیٰ بن جعفر جو کہ ساتویں امام ہیں ان کی بیٹی ہے۔ یہ قم کو مقدس کہتے ہیں۔ قم کے بارے میں یہ یہاں تک غلو کرتے ہیں کہ جو اس میں دفن ہوگا اس کے بارے میں مجلسی کہتا ہے اور عباس مرقی بھی روایت کرتا ہے کہ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قم والے اپنی قبروں سے اٹھتے ہی جنت میں جائیں گے۔ (البحار: ۲۱۸-۵۷؛ الكنز: ۸۷-۳)

اور مجلسی امام رضا سے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے کہا، جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک اہل قم کے لیے خاص ہے۔ (البحار: ۲۸۹-۸، ۲۱۶-۵۷)

دیگر روایات بھی اشارہ دیتی ہیں کہ ان مزاروں کی زیارت کرنا بیت اللہ کے حج سے افضل ہے اور مسجد نبوی کی زیارت سے بھی افضل ہے۔

کلینی بیان کرتا ہے کہ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں مومن جب عرفہ کے دن قبر حسین کے پاس آتا ہے اور فرات سے غسل کرتا ہے اور پھر قبر حسین پر متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے عوض اسے حج کا ثواب دیتا ہے اور غزوہ کا اجر دیتا ہے۔ (فروع الکافی: ۵۸۰-۴)

موسیٰ موسوی کہتا ہے کہ انہوں نے کر بلا کو کعبہ سے اعلیٰ مقام قرار دیا ہے۔ (الشیعہ والتصحیح: ۹۴)

امامیہ شیعہ کے ایک شاعر کا شعر نقل کرتا ہے:

وَ فِي حَدِيثٍ كَرَبَلَا وَ الْكَعْبَةِ
لِكَرَبَلَا بَانَ عَلُوا الرُّبَّةِ

”کر بلا اور کعبہ کے بارے میں بات کریں تو کر بلا کا رتبہ کعبہ سے بلند تر ہے۔“

ایک اور شاعر کر بلا کو کعبہ پر برتری دیتے ہوئے کہتا ہے:

هِيَ الطُّفُوفُ فَطُفُ سَبْعًا بِمَعْنَاهَا
فَمَا لِمَكَّةَ مَعْنَى مِثْلِ مَعْنَاهَا

”کر بلا کے میدان کے سات چکر لگا لے، مکہ کا رتبہ اس جیسا نہیں۔“

أَرْضٌ وَ لِكِنَّهَا السَّبْعُ الشَّدَادُ لَهَا
دَانَتْ وَ طَاطَأَ أَعْلَاهَا لِأَذْنَاهَا

”کر بلا کی سر زمین ایسی ہی ایک زمین ہے لیکن ساتوں آسمان اس کے لیے سرنگوں ہیں اور ان میں سے اعلیٰ ادنیٰ

کے سامنے سر جھکائے ہے۔“

مجلسی کہتا ہے کہ امام صادق نے فرمایا: اللہ نے کعبہ کی جانب وحی کی اگر کر بلا کی مٹی نہ ہوتی تو میں تجھے برتری نہ دیتا۔ اگر وہ لوگ نہ ہوتے کر بلاء نے جنہیں سمو یا ہے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا نہ ہی اس گھر کو پیدا کرتا جس پر توفیق کرتا ہے تو قرار پکڑ اور تواضع اختیار کر، ذلیل و حقیر ہو جا۔ ناک نہ چڑھانا ہی سر زمین کر بلاء پر تکبر کا اظہار کر و گرنہ میں ناراض ہو کر تجھے آتش دوزخ میں ڈال دوں گا۔ (بحار الانوار: ۱۰۷-۱۰۸)

کلینی بیان کرتا ہے کہ امام صادق بھی قبر حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کو بیس حج سے زیادہ افضل اعتبار کرتے ہیں ایک آدمی آیا اور کہا، اے ابو عبد اللہ! میں نے انیس حج کیے ہیں اللہ سے دعا کریں بیس پورے کروادے۔ انہوں نے کہا، کیا تو نے حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی ہے۔ اس نے کہا نہیں، کہا اس کی زیارت بیس حج سے بہتر ہے۔

(الوافی: ۲۱۹-۲؛ منقول از مسئلة التقريب: ۳۰۲-۱)

فیض کاشانی بیان کرتا ہے اور یہ بات ابو عبد اللہ کی جانب منسوب کرتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عرفات میں کھڑے ہونے والوں سے پہلے قبر حسین رضی اللہ عنہ کے زائرین پر نظر ڈالتے ہیں کسی کے سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرفات والے ولد الزنا ہیں اور زائرین میں ایک بھی ولد الزنا نہیں۔ (الوافی وغیرہ حوالہ مذکور)

امامیہ شیعہ کے نزدیک ولد الزنا کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے علاوہ دوسرے مسلمان جو شیعہ امامیہ نہیں وہ ولد الزنا ہیں جیسا کہ کلینی ابو جعفر سے بیان کرتا ہے کہ ہمارے شیعہ کے علاوہ جتنے لوگ ہیں، واللہ! وہ زانیہ عورتوں کی اولاد ہیں۔ (فروع الکافی: ۱۳۵) یہی کاشانی ہی بیان کرتا ہے اور یہ بات امام صادق کی جانب منسوب کرتا ہے کہ جس نے عرفہ کے دن قبر حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اللہ تعالیٰ اسے دس لاکھ حج کا ثواب دیتے ہیں وہ بھی اس حج کا جو مہدی کے ساتھ کیا ہو۔ اور دس لاکھ عمروں کا ثواب دیتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہوں۔ (حوالہ مذکور: ۲۲۳)

مجلسی ذکر کرتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت خود اللہ تعالیٰ فرشتوں سمیت کرتا ہے اور انبیاء اور مومن بھی ان کی قبر کی زیارت اور تقدیس تک ہی نہیں رکا۔ شیعہ امامیہ ایران کا سفر اس لیے کرتے ہیں اور اسے ثواب تصور کرتے ہیں کہ خمینی کی قبر کی زیارت کے لیے جاتے ہیں انہوں نے اس کی قبر پر ایک سنہری قبہ بنا رکھا ہے جس پر انہوں نے سات ملین ڈالر صرف کیے ہیں یہ اس وقت کی بات ہے جب وہاں بے کار لوگوں کی تعداد پانچ ملین تھی۔ (سلسلة الفرق)

معاملہ مزاروں اور ائمہ کے مراجع کی زیارت تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ ان کے علما تو ابولؤلؤ مجوسی کی قبر کی زیارت کی ترغیب دیتے ہیں اور اسے متبرک خیال کرتے ہیں اور اس پر رحمت کی دعا کرتے ہیں کیونکہ یہ اس فرزند اسلام کا قاتل ہے جس نے فارس کا علاقہ فتح کیا تھا۔ وہ ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

شیخ ابوعلی اصفہانی کہتا ہے: ابولؤلؤ ایک ایرانی باشندہ ہے اس کا فارسی نام فیروز تھا۔ یہ ایک عظیم مسلمان اور مجاہد تھا اور مخلص شیعہ تھا۔ اس نے سیدہ زہراء کے قاتل کو قتل کیا۔ اور بشریت کو اس کے شر اور بلا سے بچایا۔

اس طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی ہم کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں۔ اے ابولولو! تجھ پر اللہ رحم کرے تو نے سیدہ زہراء کی غمگین اولاد کے دلوں میں تازگی بھری ہے اور امیر المؤمنین کے شیعہ کی آرزو پوری کر دی ہے اس لیے ہر شیعہ یہ آرزو رکھتا ہے کہ وہ اس مرفد کی زیارت کرے جو کاشان میں ہے۔ اور باصفا اور معمور ہے اللہ اس پر رحمت کرے۔ (فرحۃ الزہراء: ۱۲۳)

(۳) مزاروں کی زیارت کا طریقہ

شیعہ امامیہ نے زیارت کے خاص طریقے معین کر رکھے ہیں۔ اور ہر مرتد اور قبر کے لیے خاص دعائیاں کر رکھی ہیں اس بارے میں بہت زیادہ تالیفات وجود میں آئیں ہیں ان میں سے ایک مفتاح الجنان ہے جو عباس قمی نے لکھی ہے ایک مناسک زیارت ہے جو کہ مفید کی ہے مصباح ہے۔ جو کہ کفعمی نے لکھی ہے۔ یہ متناقض دعاؤں سے بھرپور ہیں۔ بعض قرآن کریم کی رہنمائی کے موافق بھی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ ائمہ اہل بیت سے جاری ہوئی ہوں۔ بعض شریکہ معانی رکھتی ہیں مثلاً ائمہ سے دعا کرتے ہیں اللہ کے سوا ان سے مدد طلب کرتے ہیں یہ محال ہے کہ ایسی دعائیں ائمہ سے جاری ہوں وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ ان پر جھوٹ باندھا گیا ہے یہ دعائیں ایسی باتوں پر مشتمل ہیں جو نفرت بھڑکاتی ہیں اور اہل سنت کے خلاف بھڑکاتی ہیں۔

ڈاکٹر موسیٰ موسوی نے ایک طویل دعا وارد کی ہے اور اسے امام جواد کی جانب منسوب کیا ہے جو انہوں نے اپنے خاص مرید کو سکھائی تھی تاکہ وہ زیارت کے وقت اسے پڑھے۔ اس کے آخر میں یہ آتا ہے، میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور اے ائمہ! تم کو بھی گواہ بناتا ہوں۔ میں تم سے اور تمہارے دوستوں سے دوستی کا اعلان کرتا ہوں اور تمہارے دشمنوں سے عداوت رکھتا ہوں جو تم سے صلح چاہتا ہے میں اس سے صلح چاہتا ہوں اور میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے جو تم سے لڑا ہے تم رضوان کی راہ پر چلے ہو۔ جو تمہاری ولایت کا منکر ہے اس پر رحمن غضبناک ہو جاتا ہے۔ موسوی ان دعاؤں پر تبصرہ کرتا ہے کہ ایک بھی شیعہ ایسا نہیں جو سورہ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت قبروں کے پاس پڑھتا ہو ان دعاؤں کی غرض یہ ہے کہ شیعہ مذہب کی ثقافت کو عام کیا جائے۔

(الشیعہ والتصحیح: ۹۲؛ مفتاح الجنان: ۱۰۰۸)

(۴) بعض شیعہ مراجع قبروں کے بارے میں سنی مراجع کے موافق ہیں

نوری طبرسی بیان کرتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں:

لَا تَتَّخِذُوا قُبُورَكُمْ مَسَاجِدَ وَلَا بَيْوتَكُمْ قُبُورًا۔ (مستدرک الوسائل: ۲۳۷۹)

”اپنی مسجدوں کو اور اپنے گھروں کو مسجدیں نہ بناؤ۔“

حضرت علی بن ابوجعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے ابوالحسن موسیٰ کاظم سے پوچھا کہ قبروں پر عمارت بنانا اور ان پر بیٹھنا جائز ہے یا کہ نہیں تو انہوں نے کہا۔ قبر پر عمارت بنانا اس پر بیٹھنا اور اسے چونے گچ کرنا اور مٹی سے لپٹائی کرنا درست نہیں۔

(الاستبصار: ۱۲۱۷)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے درج ذیل پانچ روایات آتی ہیں جو بالکل اہل سنت کی فقہ کے موافق ہیں۔

(۱)..... قبروں پر عمارت تعمیر نہ کرو۔ اور نہ ہی گھروں کی مانند ان پر چھت ڈالو۔ رسول اکرم ﷺ نے اسے ناپسند کیا ہے۔

(وسائل الشیعہ: ۲۱۰-۳؛ تہذیب الاحکام: ۴۶۱-۱؛ البحار: ۱۵۹-۷۳)

(۲)..... رسول اکرم ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے ان میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی منع کیا ہے کہ آدمی

قبرستان میں نماز پڑھے۔ (وسائل الشیعہ: ۱۵۸-۵، ۲۱۱-۳)

(۳)..... رسول اکرم ﷺ نے منع کیا ہے کہ انسان بائیں ہاتھ سے کھائے اور ٹیک لگا کر کھائے اور منع کیا کہ قبروں کو پختہ

بنایا جائے اور ان میں نماز پڑھی جائے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۳-۴؛ البحار: ۳۲۸-۷۳؛ امالی صدوق: ۴۲۲)

(۴)..... امام صادق کہتے ہیں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے مجھے رسول اکرم ﷺ نے قبروں کو گرانے کے لیے

اور مورتیوں کو توڑنے کے لیے بھیجا تھا۔ (الکافی: ۵۲۸-۶؛ وسائل الشیعہ: ۲۱۱-۳؛ البحار: ۲۸۶-۸۶)

(۵)..... امام کہتے ہیں قبر کی نکلی ہوئی مٹی کے علاوہ جو بھی قبر پر مٹی ڈالی جائے گی وہ میت پر بوجھ ہوگی۔

(وسائل الشیعہ: ۲۰۲-۳)

یہ اقوال جو کہ ائمہ اہل بیت کے ہیں اور امامیہ شیعہ کی اہم کتب سے پیش کیے گئے ہیں یہ بھی بالکل نبی ﷺ کی ہدایات کے موافق ہیں اور سنن صحیحہ کے موافق ہیں۔ ہم حیران ہیں اس کے باوجود اس شیعہ قوم نے کتنی جرأت کی ہے اور ایسی روایات ان ائمہ کی جانب منسوب کر دی ہیں جن میں شرک ہے۔ ائمہ اہل بیت اور عترت مطہرہ ایسے عقائد جو جھوٹ کا پلندہ ہیں ان سے قطعاً ہری ہیں کہ ان کی بنیاد رکھتے۔

شیعہ رسومات کا بیان

مصیبت کے وقت ایک مسلمان کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ شریعت حق نے ایمانداروں کو مصیبت کے وقت صبر کرنے اور اللہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اور یہ صبر کرنے والوں کو اللہ کی برکات اور رحمتوں کی بشارت دی گئی ہیں۔ اور اللہ کی طرف سے انہیں ہدایت یافتہ ہونے کی خوشخبری دی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۝ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَخِرُونَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۵۵-۱۵۷)

”صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو۔ وہ لوگ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں، بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یہ لوگ ہیں ان پر ان کے رب کی برکتیں ہیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“

صبر یہ ہے کہ نفس فزع کرنے سے روکنا اور زبان کو روکنا اور اعضاء کو روکنا کہ رخسار نہ پیٹنا دامن چاک نہ کرنا اور مصیبت کے وقت خود پر ضبط رکھنا اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا۔

یہ صبر تین اقسام پر ہے۔ (۱) جو اللہ نے حکم دیا ہے اس کو ادا کرنے پر صبر کرنا۔ (۲) جس سے اللہ نے منع کیا ہے اس پر باز رہنے پر صبر کرنا (۳) مصائب و مشکلات کے وقت اللہ کے قضا و قدر پر صبر کرنا۔ نبی ﷺ نے رونے سے منع کیا۔ اس سے منع کیا ہے کہ رونے کے ساتھ رخسار پیٹنا، اور سیدہ کو بی کرنا چیخنا و چلانا اور نوحہ کرنا منع کیا ہے اور سیاہ لباس پہننا، سروں کو کوٹنا اور جسم سے خون بہانا منع ہے۔

نبی ﷺ نے اپنے پیارے بیٹے ابراہیم کی وفات کے دن کہا تھا۔ آنکھ اشکبار ہے دل غم کے زیر بار ہے ہم وہی بات کہیں گے جس میں رضائے پروردگار ہے۔

اے ابراہیم! تیری جدائی کی وجہ سے دلفگاہے۔ (بخاری: ۱۳۰۳)

آپ ﷺ نے نہ تو ماتم قائم کیا نہ ہی چہلم کیا نہ سالانہ جلوس نہ ہی اپنے بیٹے اور نہ ہی اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور نہ ہی اپنے چچا کے بیٹے حضرت جعفر طیار اور نہ ہی اپنی باوفا بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا میں سے کسی کی وفات اور شہادت پر مجلس عزاء قائم کی بلکہ آپ ﷺ نے بے صبری کے مظاہرہ سے منع کیا ہے اور تقدیر کے واقع ہونے پر ناراض ہونے سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹتا ہے اور گریبان چاک کرتا ہے۔ اور جاہلیت کی پکار پکارتا ہے۔

شیعہ کی کتاب مستدرک الوسائل (۱۴۴۱ھ) میں اور جامع احادیث شیعہ (۳۸۹-۳) میں اور جواہر الکلام (۷۰-۳-۴) پر بھی یہ حدیث آتی ہے۔

اور آپ ﷺ نے اعلان برائت فرمایا ہے کہ جو مصیبت کے وقت بلند آواز سے چیختی ہے اور اپنا سر منڈواتی ہے اور اپنے گریبان چاک کرتی ہے میں اس سے بری ہوں۔ (بخاری: ۱۲۹۶) بلکہ آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں شدید عذاب کی وعید دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

نوحہ کرنے والی اگر موت سے پہلے توبہ نہ کرے گی تو اسے روز قیامت کھڑا کیا جائے گا اور اس پر گندھک کی شلوار ہوگی اور خارش کی قمیص ہوگی۔ (مسلم: ۹۴۳)

مسلمان اللہ کی قضا و قدر اور حکمت و مشیت پر ایمان رکھتا ہے وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کائنات میں جو بھی وقوع پذیر ہو رہا ہے وہ اس کے علم اور تقدیر سے ہی ہو رہا ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ ہر کام کرنے کی اور ہر برائی سے پھرنے کی طاقت اسی کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ جانتا ہے۔ اس نے اس کے پیدا ہونے سے پہلے لوح محفوظ میں اسے لکھ دیا تھا۔ ارشاد باری ہے:

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأََهَا ط إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ (الحديد: ۲۲)

”کوئی مصیبت زمین پر اور خود تم پر نہیں پڑتی مگر پیش تر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔ (اور) یہ (کام) اللہ کو آسان ہے۔“

انبیاء اور پیغمبروں پر محن و شدائد بے شمار آتے رہے انہوں نے ان کا سامنا ایمان صادق سے کیا اور صبر و احتساب سے کیا کیونکہ وہ اللہ کی قضا و قدر پر ایمان رکھتے تھے۔ اور انہیں اس پر یقین کامل تھا۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (۹/التوبة: ۵۱)

”کہہ دو! ہمیں ہر گز نہ پہنچے گا مگر جو ہمارے لیے اللہ نے لکھا ہے وہ ہمارا مولیٰ ہے اور ایمانداروں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔“

مسلمانوں کا یہ عقیدہ جو اوپر بیان ہوا ہے آیات قرآنی اور احادیث شریفہ کے عین مطابق ہے۔

(۱) رخسار پیٹنے کی رسومات اور شیعہ امامیہ کا نظریہ

جب عالم اسلام ہجرت نبوی کے یادگار لحظات پر مسرت و شادمانی کا اظہار کرتا ہے اور پہلی اسلامی حکومت کے قیام پر اظہار تشکر کا اہتمام کرتا ہے کہ ہر سال محرم الحرام جو اسلام کے شاندار دور کی یاد ہے کر نمودار ہوتا ہے اسلام کتنا زیادہ ابھرا ہے ہم دیکھتے ہیں شیعہ امامیہ اس وقت محافل، ماتم اور نوحہ خوانی کا انتظام کرتے ہیں۔ اور سڑکوں اور میدانوں میں رخسار زنی اور تعزیہ حسین کی جماعتیں چلنے لگتی ہیں اور ہر چیز سیاہی میں ڈوب جاتی ہے۔ یہ شیعہ علاقوں اور ملی جلی آبادی والے علاقے، عراق، ایران، لبنان،

ہندوستان اور پاکستان میں برپا ہوتا ہے۔ دس محرم کو یہ معاملہ پوری انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی یاد میں جلوس نکالے جاتے ہیں یہ لوگ اپنی کمر پر زنجیریں مارتے ہیں اور سروں پر تلواریں چلا کر انہیں زخمی کرتے ہیں اور جسموں پر چرنیاں مارتے ہیں اور جلوس کے درمیان میں ساتھ ساتھ کچھ گاتے ہیں اور دعائیں پڑھتے ہیں۔ ان دنوں میں شیعہ کینہ سے لبریز ہوتے ہیں اور انہیں انتقام پر ابھارا جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہتے ہیں ہم نے حسین کا انتقام لینا ہے۔ یہ صورت حال خونریز متصادم تک لے جاتی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں سینکڑوں مسلمان سالانہ اس کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔

مجالس عزاء امام بارگاہ میں برپا کی جاتی ہیں۔ یہ امام بارگاہ قاچاریوں کے دور میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے ایران پر ۱۷۷۹ء سے لے کر ۱۹۲۶ء تک کے وقفہ میں حکومت کی ہے۔ سب سے پہلی امام بارگاہ جو عراق میں قائم ہوئی وہ حیدر یہ ہے جو ۱۸۷۶ء میں کاظمیہ شہر میں قائم ہوئی قاچاریوں کے دور میں ہی آیت اللہ کے لقب کی ایجاد ہوئی۔ (مجلہ البیان ۱۷۶، شمارہ ۲۶۳) یہ مجالس امام بارگاہ میں ہی خاص نہیں یہ خیموں میں اور گھروں میں بھی برپا ہوتی رہی ہیں یکم محرم سے لے کر بیس صفر تک جاری رہتی ہیں ان میں امام صاحب کا چہلم بھی کرتے ہیں۔

ان مجالس میں قصہ خوانوں اور ماہر شاعروں کو لایا جاتا ہے جو غم اور آہ و بکا کے میلانات ابھارتے ہیں اور حاضرین میں غم کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ اور اسے قصہ خوانی اور مرثیہ خوانی کی مجلس قرار دیتے ہیں۔ عراق غالی شیعوں کے قبضہ میں آنے کے بعد اور ان کی حکومت کے بعد یہ مرثیہ خواں اور روئیداد کے شاعروں کی شان میں بڑا اضافہ ہوا ہے قابض حکومت کے وزرا کے رئیس ابراہیم جعفری یہ خواتین کی مجلس عزاء کا مرثیہ خواں تھا۔ جسے وزیر اعظم بنایا گیا۔ اسی طرح خضر خزاعی تعلیم و تربیت کا وزیر ہے یہ نوری مالکی کی حکومت میں وزیر ہے۔

یہاں پر ایک انتباہ بہت ضروری ہے ان میں سے زیادہ تر نے ایسے اسماء اور القاب اختیار کیے ہیں جو عربی ہیں تاکہ ان کے فارسی القاب پر پردہ رہے۔ مثلاً ”صوالغ خسروی“ اس حکومت کا وزیر داخلہ ہے اس نے اپنا نام باقر جبرزیدی رکھا ہے۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ یہ غالی ایران اور عجم کی اصل میں سے ہیں بلکہ ان میں سے بعض اصل میں عربی ہیں مگر فارسی رنگ میں شیعہ ہیں۔ ان کی ثقافت اور نسبت ایرانی شیعہ ہے۔ الا ماشاء اللہ!

مثلاً ایک اہم عربی مرجع و مرکز سید محمد صادق صدر ہے۔ یہ فارسی لغت میں پختہ کار ہے۔ گویا کہ یہ اس کی مادری زبان ہے۔ اسے اس کی کیا ضرورت تھی جب کہ قرآن عربی ہے اور تمام کتب حدیث اور ائمہ اہل بیت کی تمام روایات عربی ہیں صرف یہ فارسی ایران سے دوستی کی خاطر اس نے سیکھی ہے۔ بعض ایسے تھے کہ اصل میں عربی تھے اور عربی سنی قبائل میں سے تھے۔ خلافت عثمانیہ کے آخر میں شیعیت اختیار کی اور یہ ان کی ولایت اور دوستی میں آگئے اور عربی اصل ہونے کے باوجود شیعہ رنگت ان پر چڑھ گئی۔

یہ بات بہت ہی عجیب ہے غالی شیعہ میں ایران کی دوستی نمینی انقلاب یا تحریک کے بعد نہیں پیدا ہوئی بلکہ یہ شہنشاہ رضا پہلوی کے دور میں بھی قائم تھی۔

الغرض! یہ لوگ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کو ایک دردناک کہانی کی صورت میں چلاتے ہیں اور اس میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام

لیتے ہیں اور کینہ پروری بھڑکاتے ہیں اور نفرت عام کرتے ہیں۔ اہل سنت کے خلاف بغض پیدا کرتے ہیں جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اہل سنت نے شہید کیا ہے۔ یہ خود ساختہ قصہ سنا کر بھڑکاتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر حملہ کیا تھا۔ ان کی پسلی توڑ دی اور ان کے پیٹ کا بچہ گرا دیا اور ان کا گھر جلا دیا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر سے کھینچ کر باہر نکالتا کہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں۔

یہ روایات رموز اسلام پر طعن کرتی ہیں ان میں سب سے نمایاں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ ساری امت پر لعنت کرتے ہیں اور ان کے پاس ایک مشہور دعا ہے جو لعنت والی ہے۔ اسے بار بار دہراتے ہیں کہ اللہ اس امت پر لعنت کرے جس نے تجھے قتل کیا۔ یہ لعنت قاتل تک ہی محدود نہیں رکھتے ساری امت پر کرتے ہیں حالانکہ یہ سب روایات بے اصل ہیں۔

(۳) امامیہ شیعہ کے اہم مراجع الہم کو جائز قرار دیتے ہیں

شیخ مرتضیٰ عیاد ایک تفصیلی فتویٰ نقل کرتا ہے جو امامیہ شیعہ میں سے اہم ستون سے جس کا نام شیخ محمد حسین ناہینی ہے جس کا لقب امام محقق رئیس الفقہاء آیت اللہ عظمیٰ ہے یہ بیان کرتا ہے کہ دسویں محرم کو جو تعزیہ کے جلوس نکالتے ہیں رستوں اور شاہراؤں پر چلتے ہیں ان کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور رخسار پیٹنے، سینہ کو بی کرنا، یہاں تک کہ سینہ سرخ و سیاہ ہو جائے یہ جائز ہے بلکہ زنجیر زنی بھی درست ہے۔ کندھوں اور کمر کو پیٹنا بھی جائز ہے اور اگر پیٹنے سے خون بہہ جائے تو جائز ہے۔ مگر پیشانی سے بذریعہ تلوار خون نکالنا، اور چرخنیوں سے پیٹنا بھی جائز ہے تاہم زیادہ نقصان کا خطرہ نہ ہو۔

ظاہر یہی ہے کہ تشبیہات اور تمثیلات جو صدیوں سے شیعہ کی عادت ہے تعزیہ میں آہ و بکا کے ساتھ جو یہ پڑھتے ہیں یہ بھی جائز ہے اور مرد و خواتین کا اختلاط بھی جائز ہے اور مرثیہ پڑھتے ہوئے ڈھول استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ (من قتل الحسین: ۱۴۶)

اس فتویٰ کی تائید کئی آیت اللہ کا لقب رکھنے والوں نے کی ہے۔ ان میں مرزا شیرازی، محسن حکیم طباطبائی ابو قاسم خوئی، محمود شاہرودی، حسین حمای موسوی، محمد حسین آل کاشف الغطاء، محمد کاظم شیرازی، جمال الدین کلبایکانی، کاظم مرعشی، مہدی مرعشی ہے۔

(من قتل الحسین: ۶۸)

بعض نے مشروط کیا ہے کہ سب طرح نوحہ جائز ہے صرف بدن کو اذیت نہ دی جائے۔ جیسا کہ فضل اللہ حسین کہتا ہے۔

(الندوة: ۳۳۷-۱)

ابو قاسم خوئی یہ شرط لگاتا ہے کہ یہ سب کام جائز ہیں۔ یہ خیال رکھا جائے یہ کام شیعہ کی حرمت کو پائمال کرنے اور لوگوں کے ہاں مذاق نہ بن جائے۔ (حوالہ مذکور)

ایرانی انقلاب کا رہنما علی خامنہائی کہتا ہے خمینی نے ہمیں وصیت کی ہے کہ رسم تعزیہ ادا کی جائے اور مجالس حسینہ میں شرکت کی جائے۔ اور حسین پر ماتم اور آہ و بکا کی جائے اور سینہ کو بی کرنا اور سر پیٹیں۔ (فلسفہ عاشورہ: ۸-۹)

خمینی کہتا ہے یہ پیٹنے کی مجالس ہمارے انتقام کا اشارہ ہیں۔ ماتم اور مجالس حسینہ ملک کے کونے کونے میں پپا کی جائیں اور

خطبہ مرثیہ خوانی کریں اور لوگوں کو رلائیں اور پیٹنے اور مجالس حسینہ بار بار پیا کی جائیں جیسا کہ پہلے ہوتا رہا ہے کیونکہ ہماری زندگی ہی ان مراسم اور مرثیہ خوانیوں اور ان اجتماعات کی بدولت ہے۔ (نہضہ عاشورہ: ۱۰۸)

(۴) نوحہ، سیاہ لباس پہننا وغیرہ ائمہ شیعہ کی نظر میں

(۱).....مردوں پر نوحہ

صديق نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے کہ نوحہ جاہلیت کا عمل ہے۔

(من لا یحضرہ الفقیہ: ۲۷۱-۴؛ وسائل الشیعہ: ۹۱۵-۲؛ البحار: ۱۰۳-۸۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے کہ میں نوحہ سے منع کیا گیا ہوں۔ اور دو احمق آوازوں سے بھی جو کہ بُری ہیں۔ میں منع کیا گیا ہوں ایک آواز گانے والی اور شیطان کی بانسری والی اور دوسری آواز مصیبت کے وقت کی ہے اور چہرے خراشنا ہے اور گر بیان چاک کرنا ہے۔ اور شیطان کی آواز ہے۔ (مستدرک الوسائل: ۱۴۵-۱؛ جامع احادیث الشیعہ: ۴۸۶-۳)

امام صادق رضی اللہ عنہ اپنے باپوں سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مصیبت کے وقت نوحہ کرنے سے منع کیا ہے۔ اور اسے سننے سے بھی منع کیا ہے اور عورتوں کو جنازہ کے پیچھے جانے سے روکا ہے۔

(بحار الانوار: ۲۵۷-۷۸؛ من لا یحضرہ الفقیہ: ۳-۴؛ وسائل الشیعہ: ۲۷۲-۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ تین کام جاہلیت کا عمل ہیں لیکن انہیں لوگ قیامت تک کرتے رہیں گے۔ (۱) ستاروں کے ذریعہ بارش طلب کرنا (۲) اور نسب میں طعن کرنا (۳) فوت شدگان پر نوحہ کرنا۔

(بحار الانوار: ۱۰۱-۸۲؛ مستدرک الوسائل: ۱۴۳-۱؛ جامع احادیث الشیعہ: ۴۸۳-۳)

مجلسی نے روایت بیان کی ہے جو امام بخاری رضی اللہ عنہ کی روایت کے موافق ہے۔ کہتا ہے نبی اکرم ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی وفات کے بعد دفن کرتے ہوئے جب مردوں کی آواز روتے ہوئے عورتوں کی آوازوں پر بلند ہوئی تو آپ ﷺ نے انہیں منع کیا اور فرمایا: ”آنکھ روتی ہے، دل غمزہ ہے مگر ہم رب کو ناراض کرنے والی بات نہ کریں گے۔ ہم تیری وفات سے مصیبت زدہ ہیں اور غمزہ ہیں۔“ (بحار الانوار: ۱۰۰-۸۲)

(۲).....(گر بیان چاک کرنا)

کلینی امام باقر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے۔ واویلا کرنا اور چیخ و پکار کرنا اور سخت ترین جزع و فزع کرنا اور چہرہ پیٹنا اور سینہ کو پی کرنا اور پیشانی کے بال نوچنا اور نوحہ کرنا بے صبری ہے اور ہمارے طریقہ کے خلاف ہے۔ (الکافی: ۲۲۲-۳؛ البحار: ۸۹-۸۲)

امام صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے مصیبت کے وقت ہاتھ اپنی ران پر مارا تو اس کا اجر ضائع ہو گیا۔

(الکافی: ۲۲۵-۳؛ وسائل الشیعہ: ۹۱۴-۲)

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن زینب سے کہا: اے بہن! میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور میری قسم پوری کرنا میری میت پر گر بیان چاک نہ کرنا اور نہ ہی چہرہ نوچنا اور نہ ہی واویلا کرنا اور ہلاکت نہ کہنا۔

(مستدرک الوسائل: ۲-۴۵۱؛ البحار: ۲-۴۵؛ ارشاد: ۲-۹۴؛ منقول از عقیدہ اہل البیت: ۱۱۳)

ایک روایت میں ہے کہا: اے میری بہن! ام کلثوم! اے فاطمہ! اے رباب! اے سکینہ! دیکھنا میں اگر شہید ہواؤں تو گریبان چاک نہ کرنا اور نہ ہی چہرہ نوچنا۔ (تظلم الزہراء: ۱۹۰؛ المفید: ۶۷؛ من قتل الحسین: ۸۸)

جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد رخسار نہ پیٹنا نہ ہی گریبان چاک کرنا جو عورت گریبان چاک کرے گی اسے جہنم میں پھینکا جائے گا۔ جتنا زیادہ کرے گی اتنا ہی زیادہ عذاب ہوگا۔

(البحار: ۸۲/۱۰۱؛ جامع احادیث الشیعہ: ۳/۴۹۰)

تجانی نے اقرار کیا ہے حالانکہ یہ متعصب شیعہ ہے جو بھی شیعہ نوحہ وغیرہ کرتے ہیں اس کا کسی امام نے نہیں کہا نہ ہی انہوں نے اپنے پیروکاروں اور شیعہ کو اس کا حکم دیا ہے۔ یہ مراسم شیعہ کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہیں۔ (کل الحلول: ۱۴۹)

(۳)..... (سیاہ پوشی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیاہ لباس نہ پہنو۔ یہ فرعون کا لباس ہے۔

(البحار: ۱۳۴-۲۱؛ الکافی: ۵-۵۲۷؛ تفسیر القمی: ۲-۳۶۴)

امام صادق رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ سیاہ ٹوپی میں نماز کا کیا حکم ہے انہوں نے کہا: اس کے ساتھ نماز نہ پڑھو یہ دوزخ والوں کا لباس ہے۔ (الکافی: ۳-۴۰۳؛ تہذیب الاحکام: ۲-۲۱۳؛ وسائل الشیعہ: ۴-۳۸۴)

(۴)..... (دسویں محرم کا روزہ)

امامیہ کا خیال ہے اہل بیت کے ائمہ کی روایات محرم کے ماہ کی دسویں تاریخ کے روزے کو حرام قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ روزہ امویوں نے جاری کیا تھا ان کی غرض یہ تھی کہ شہادت حسین کی یاد کو مٹا دیا جائے۔ (التجانی سماوی نے یہ کیسٹ میں کہا ہے)

یہ ائمہ پر بہتان ہے دسویں محرم کا روزہ تو متواتر احادیث میں آتا ہے امامیہ شیعہ بھی ان کے مضامین قطعی الصحت مانتے ہیں۔

(المراجعات: ۱۱۰)

طوسی بیان کرتا ہے کہ ابو عبد اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دسویں محرم کا روزہ رکھو، اور نوں کا بھی رکھو اس سے ایک سال کے گناہ مٹتے ہیں۔ (تہذیب الاحکام: ۴-۲۹۹؛ استبصار: ۲-۱۳۴؛ وسائل الشیعہ: ۷-۳۳۷)

امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کے لیے محرم کا روزہ ممکن ہو وہ رکھے یہ ہر برائی سے بچاتا ہے۔

(وسائل الشیعہ: ۷-۳۴۷؛ الحدائق النضرہ: ۱۳-۲۷۷؛ جامع احادیث الشیعہ: ۹-۴۷۴)

ائمہ سے جاری ہونے والے یہ اقوال ان کے جد امجد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے موافق ہیں اور سنت کے مطابق ہیں۔

(۵) علمائے تصحیح کی کوشش

بعض امامیہ شیعہ علما ایسے بھی موجود ہیں جنہوں نے ان رسومات کو حرام اور بدعت قرار دیا ہے اور اسے حرام ثابت کرنے میں

انہوں نے بڑی محنت کی ہے۔ مگر یہ خرافات کے اس مضبوط سیلاب کے سامنے تنکا ثابت ہوئے ہیں۔ موسیٰ موسوی ذکر کرتا ہے ۱۳۵۲ھ میں سید محسن امین عالمی نے یہ فتویٰ دیا تھا جو کہ سوریا میں امامیہ کا ایک کبیر عالم ہے کہ یہ بدعات حرام ہیں۔ اس نے شیعوں کو ان سے باز رہنے کی دعوت دی۔ اسے فقہاء اور مجتہدوں کے سخت مقابلہ کا سامنا کرنا پڑا۔ حوزہ علمی کے آدمی اور پیروکار اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے صرف اس کا دادا ابوالحسن آیت اللہ موسوی اصہبانی جو کہ نجف کے علمی حوزہ کا بڑا ہے اس نے اس کے فتویٰ کی تائید کی اور مخالفین پر غلبہ پایا۔ اور جمہور اس کے فتویٰ پر عمل پیرا ہوئے مگر جب یہ فوت ہوا تو یہ عبادت کے خود ساختہ طریقے پھر لوٹ آئے۔ حتیٰ کہ ایران میں جب خمینی انقلاب آیا تو اس نے اعلان کیا کہ وہی سرگرمیاں دوبارہ جاری کی جائیں یہ سیاسی اور مذہبی عمل کا ایک حصہ ہیں اسے ولایت فقیہ کی حمایت حاصل ہے۔ اسی طرح شیعہ تصحیح سے دور ہٹ گئے اور رسومات کو ادا کرنے پر اصرار کیا جن سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تحریک کا چہرہ مسخ ہوا اور بدنام ہو گیا۔ کیونکہ آپ نے درجہ شہادت اس لیے نہ پایا تھا کہ روایا جائے۔ اور پیٹا جائے اور انہیں سخت مسکین کے روپ میں پیش کیا جائے۔ (الشیعہ والتصحیح: ۱۰۱)

امامیہ شیعہ کا یہ ایمان ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ہیں اور انہوں نے جنت میں درجہ پایا ہے اور وہ اب اعلیٰ درجات میں ہیں یہی ایمان اہل سنت کا ہے۔ اب یہ نوحہ کیوں کرتے ہیں اور اس گھٹیا دنیا والے فرد دوس اعلیٰ کے مکیں پر رخسار کیوں پیٹتے ہیں۔ کیا یہ اس وجہ سے تو ایسا نہیں کرتے کہ انہیں حسرت ہے اور یہ المناک ہیں اور شرمندہ ہیں کہ انہوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور ان کے بڑوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کی تلواروں کے حوالے کر دیا۔ ان رسومات سے شاید اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔

ان جلسوں سے اور مراسم کی ادائیگی سے اہم ترین مقصد یہ ہے کہ ہمیشہ شیعہ کے سینوں میں غیرت بیدار رہے۔ اور ان کے کینہ کی آگ بھڑکتی رہے تاکہ یہ انتقام لے سکیں اور اہل سنت سے جب بھی فرصت ملے بدلہ لیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تعزیر کے جلسوں بڑے منظم طریقے سے اور باہم متصل ہو کر نکالتے ہیں اور ان پر مال صرف کرتے ہیں اور ان کے لیے خیرات جمع کرتے ہیں اور طاقت کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں اور یہ کام اہم تصور کرتے ہیں کہ شیعہ کی تعداد زیادہ نمایاں ہو اور سادہ لوح لوگ ادھر متوجہ ہوں۔

(۶) ان رسومات کا وجود کہاں سے آیا

موسیٰ موسوی کہتا ہے کہ بہائی جنہوں نے ایران اور عراق پر حکومت کی اور نام دیا کہ ہم خلافت عباسیہ کے حمایتی ہیں ان کا دوران رسومات کے پھیلنے کا نمایاں دور ہے۔ ایران میں یہ رسم اس وقت پھیلی جب سلطنت شاہ اسماعیل صفوی کے ہاتھ میں آئی۔ اس نے سلطنت کو اہل تشیع کی سلطنت بنا دیا اور اسے مذہبی مضبوطی دی تاکہ یہ ایران کے پڑوس میں سلطنت عثمانیہ پر غلبہ و تسلط جمائے۔

صفوی محل سے یہ اعلان ہوتا تھا کہ محرم کے پہلے عشرے میں ہر سال سوگ منایا جائے۔ شاہ اور تعزیر والے اس کا استقبال کرتے تھے۔ شاہ عباس اول صفوی جس کی حکومت (۵۰) برس رہی تھی۔ یہ صفویوں کا سب سے بڑا بادشاہ ہوا ہے اس کی دھاک بیٹھی تھی اور اس کی قوت اور سخت گیری مشہور تھی یہ عاشورہ کے دن سیاہ لباس پہنتا تھا۔ اور پیشانی پر کچھ پٹل لیتا تھا کہ سوگ منارہا ہے

اور تعزیہ کی جماعتوں کے آگے آگے ہوتا تھا۔ اور گھٹنوں کے بل چل کر مشہد کے شہر میں آٹھویں امام رضا کی قبر کی جانب روانہ ہوتا تھا۔ اور سر پر گندی اشیاء رکھتا تھا یہ فن کاری اس نے فارسیوں کو اپنی حکومت کے تابع کرنے کے لیے اختیار کی تھی۔

(التشیع العلوی والتشیع الصفوی: ۱۳۹)

موسیٰ موسوی بیان کرتا ہے کہ کندھوں پر زنجیر زنی کرنا باریکی میں اتریں تو پیہ نہیں چلتا یہ کب سے ظاہر ہوئی ہے۔ مگر یہ بات ثابت شدہ ہے کہ سروں پر تلوار زنی کرنا یہ ایران اور عراق میں ہندوستان سے آیا تھا۔ جب کہ اس پر انگریز کا قبضہ تھا انہوں نے شیعہ کی جہالت سادہ پن اور بے تحاشا محبت سے فائدہ اٹھایا۔ کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے دیوانہ وار محبت کرتے ہیں۔ ان انگریزوں نے انہیں سروں پر چرخیاں مارنے کا طریقہ سکھایا۔ یہ بتایا جاتا ہے کہ طہران اور بغداد میں برطانیہ کا سفارت خانہ جو ہے ان تعزیہ کی مجالس کا مالی تعاون کرتا تھا۔ تاکہ یہ بدنما مظہر سڑکوں پر بھی نمایاں ہوں۔ تاکہ یہ برطانوی سفارت کے شعبہ کو معقول خیر خواہ تصور کریں اور وہ آزاد صحافت جو ہندوستان پر برطانیہ کے تسلط کے خلاف تھی اس کا منہ بند کیا جائے اور مسلمانوں کو وحشی ظاہر کیا جائے کہ یہ قوم ایسے نگران کی محتاج ہے جو انہیں جہالت اور پستی سے بچائے سروں اور کمر سے بہنے والے خون کی تصاویر انہوں نے بنائیں۔ تاکہ برطانوی اخبارات اور یورپی صحافی انہیں اس چیز کا ذریعہ بنائیں کہ ہم ان پر اس لیے مسلط ہیں اور یہاں موجود ہیں کہ انسانی حق ادا کریں۔ اور ان جاہلوں کو ثقافت اور حفاظت سے آشنا کریں اور شہریت اور ترقی کی شاہراہ گامزن کریں۔

موسوی ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔ عراقی وزیر اعظم یاسین ہاشمی برطانیہ کے پہلے قبضہ کے دنوں میں اس نے لندن کا وزٹ کیا تاکہ مذاکرات کریں۔ انگریزوں نے ان سے کہا ہم عراقی قوم کی مدد کے لیے داخل ہوئے ہیں تاکہ وہ سعادت مند ہوں اور پستی سے نکل کر بلند ہو جائے۔ یہ بات سن کر ہاشمی جھلپٹا اور غصہ سے مذاکرات کے حال سے باہر آ گیا۔ انہوں نے اس کے سامنے معذرت کی اور اسے بڑے پیار اور احترام کے ساتھ دعوت دی کہ وہ فلم دیکھے جو عراق سے تصدیق شدہ ہے اس میں یہ تصاویر تھیں۔ تعزیہ حسین کی جماعتیں نجف کی شاہراؤں پر اور کربلا میں اور کاظمہ میں گردش کر رہی ہیں اور بڑے ہی خوفناک مشاہد و مناظر ہیں اور خون بہہ رہا ہے گویا کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ اس معمولی بات پر غصے کی ضرورت نہیں ان لوگوں کو کون ہے جو کہ مہذب قرار دے سکتا ہے۔ (الشیعہ والتصحیح: ۹۹)

اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے تاریخ میں آج تک کسی مقدس تحریک کو کسی چیز نے اتنا داغدار نہیں کیا جتنا کہ حب حسین رضی اللہ عنہ کی آڑ میں شیعہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تحریک کو بدنما کیا ہے یہ عبادت کے انداز مجالس دراصل فققاز کے عیسائیوں سے برآمد شدہ ہیں۔ اس کی گواہی آیت اللہ مرتضیٰ مطہری اور علی شریعتی نے بھی دی ہے۔

مطہری کہتا ہے یہ ڈھول پیٹ کر عبادت کرنا اور چھنچھنا بجانا یہ عادات اور رسوم فققاز کے آرتھوڈکس عیسائیوں کی طرف سے آئی ہیں۔ اور ہمارے معاشرہ میں اس طرح سرایت کر گئی ہیں جیسا کہ ایندھن میں آگ اثر کرتی ہے۔

(الجذب والدفع فی شخصیت الامام علی علیہ السلام: ۱۶۵)

یہ اس پر دلالت ہے کہ ان کے پیچھے خبیث قسم کی سازشیں ہیں جو مختلف جہات سے کارفرما ہیں یہ شیعہ کے درمیان ویسے ہی

نہیں پھیلیں، غیر مسلموں نے پھیلائی ہیں۔

شریعتی کہتا ہے تعزیه کی رسومات میں طبلہ وغیرہ بجانا اور آلات موسیقی استعمال کرنا اور مجالس حسینیہ میں ان کی سُرور پر پڑھنا یہ عیسائیت کے مظاہر ہیں جو ان سے حاصل ہوئے ہیں صفویوں نے انہیں نکالا ہے اور شیعہ کی تاریخ میں انہیں داخل کر دیا ہے تاکہ شیعیت کا حصہ بنادیں حالانکہ یہ یورپ کے عیسائیوں سے حاصل شدہ ہیں۔

مزید کہتے ہیں کہ حتیٰ کہ نور کا ہالہ جو تعزیه پر رکھتے ہیں یہ بھی مجوسیوں سے حاصل کردہ ہے کہ ان کے معبود ”ایزد اور یزد“ کے موروئی اعتقادات سے حاصل شدہ ہے جو کہ ایران کے قدیم زردشت دین کے اعتقادات تھے۔

(التشیع العلوی والتشیع الصفوی: ۲۰۸)

عاشورہ کے جلوس چلانا اور اظہار غم کرنا یہ بہت بڑے روزے کے برابر اجر ہے۔ یہ کیتھولک عیسائی کے فرقہ کے نزدیک جیسے ہفتہ مصیبت ہے یا طریق صلیب ہے شیعہ کے نزدیک تعزیه کی یہی حیثیت ہے۔ یہ کیتھولک کے جو پیرس میں واک کرتے ہیں تعزیه بھی عراق کے شیعوں کے نزدیک اسی طرح ہے۔

ولی نصر کہتا ہے عراق میں لاکھوں لوگ طویل مسافت طے کرتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں اور ان کا قصد ہوتا ہے کہ کربلا میں جائیں کبھی یہ سخت گرمی میں واک بھی کرتے ہیں، یہ بالکل یہی چیز ہے جو کیتھولک حاجی کرتے ہیں آج بھی یہ کاٹوئڈ رائیہ نوٹر ڈام ڈوپاری سے لے کر کاٹوئڈ رائیہ تشارٹر جو کہ فرانس میں ہے تک یہ چلتے ہیں۔ (صحوة الشیعہ: ۴۲) اسی طرح شیعہ کربلا میں جاتے ہیں۔

بحث: ۲۱

(۱) کفر کا فتویٰ، مال اور خونریزی حلال قرار دینے کا بیان

(تکفیر) مسلمان کو کافر قرار دینا اور اسے دائرہ اسلام سے خارج کرنا ایک نہایت ہی خطرناک معاملہ ہے۔ اور یہ عنوان ایک عام شر پھیلانے والا ہے۔ بہت سارے دلائل اس سے منع کرتے ہیں اس کو کافر قرار دینے کے لیے اسلامی قطعی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی انسان ایسی بات یا عمل صادر کرتا ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں کہ اسے کافر نہ کہا جائے یہ کہ دین کی کسی قطعی بات سے انکار کر دے۔ نماز یا سود کی حرمت سے منکر ہو جائے۔ یا قرآن پاک اور اسلام کا استہزاء کرے یا اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کو گالی دے یا قرآن پاک کو گندگی سے لت پت کر دے۔ یا قرآن پاک کی صراحت و وضاحت کو جھوٹا قرار دے یا آخرت کا انکار کر دے یا یہ کہے کہ شریعت پرانی ہو چکی ہے اس کا دور گزر چکا ہے اب یہ مناسب نہیں وقت حاضر میں یہ نہیں چل سکتی یا مسلمانوں کے خلاف مشرکوں سے تعاون کرے وغیرہ یہ باتیں ان کے قائل و فاعل کو قطعی کافر بنا دیتی ہیں۔

لیکن اگر اس آدمی سے نافرمانی سرزد ہو کہ شراب نوشی کرتا ہو مگر عقیدہ اسلامی کے اصول مانتا ہو یہ نافرمان ہے کافر نہیں بشرطیکہ شراب کو حلال تصور نہ کرتا ہو اگر اسے حلال سمجھتا ہے تو پھر کفر کرتا ہے۔

امام حسن البنا رحمہ اللہ تکفیر کے موضوع کا خلاصہ یوں درج فرماتے ہیں:

وہ شخص جو کلمہ پڑھتا ہے ایسے مسلمان کو کافر قرار نہ دو۔ بشرطیکہ کلمے کے تقاضے پورے کرتا ہو اور فرائض ادا کرتا ہو اسے رائے کی بنا پر یا نافرمانی کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے ہاں اگر کلمہ کفر کا اقرار کرتا ہے تو پھر کافر ہے یا دین کی لازمی چیز کا انکار کرتا ہے تو پھر بھی کافر ہو جاتا ہے یا قرآن کی صریح بات کا انکار کرتا ہے یا اس کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو عربی لغت کسی طور پر اسے قبول نہیں کرتی تو یہ کفر ہے یا ایسا عمل کرتا ہے جو سوائے کفر کے اور احتمال نہیں رکھتا تو اسے کافر کہنا درست ہے ورنہ کافر نہیں کہا جاسکتا۔

(رسالہ التعالیم، منقول از شرح عراقی)

(۱) اسلام میں انسانی حقوق

اسلام انسان کے مجموعہ حقوق کا ضامن ہے اور انسانی حیثیت سے اسلام نے اسے عزت و تکریم سے نوازا ہے قطع نظر اس کے رنگ اور دین اور جنس اور وطن کے ان کو اس میں اس نے مد نظر نہیں رکھا۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوَبْرِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ

خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ (۱۷/الاسراء: ۷۰)

”البتہ تحقیق ہم نے آدم کے بیٹوں کو عزت دی اور انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور انہیں پاکیزہ رزق دیا اور اپنی بہت زیادہ مخلوق پر فضیلت دی۔“

ان حقوق انسانی میں سب سے زیادہ اولیٰ اور اہتمام کے لائق حق زندگی ہے۔ یہ ایک مقدس حق ہے اس کی حرمت پامال کرنا

جائز نہیں اور نہ ہی اس کی چراگاہ کے قریب جانا ہوگا۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيٍّهُ سُلْطٰنًا فَلَا يَسْرِفُ فِي الْقَتْلِ ط إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ۝﴾ (۱۷/الاسراء: ۳۳)

”اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو مظلوم قتل کیا گیا تحقیق ہم نے اس کے سرپرست کے لیے دلیل رکھی ہے وہ قتل میں زیادتی نہ کرے بے شک اس کی مدد کی جائے گی۔“

ارشاد باری ہے:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدِّيًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَاعْنَاهُ وَاعَدَ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝﴾ (۴/النساء: ۹۳)

”اور جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا اس کا بدلہ دوزخ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کی لعنت ہے اور اس نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔“

(۲) مال کی حفاظت کی ضمانت

اسلام لوگوں کے مال کا احترام کرتا ہے۔ ان کے حقوق کا تقدس برقرار رکھتا ہے ان پر زیادتی کی اجازت نہیں دیتا مثلاً چوری کرنا، غصب کرنا، چھیننا، خیانت کرنا، سود لینا، رشوت لینا، ترازو میں کمی کرنا وغیرہ جائز نہیں۔ ان صورتوں میں مال کو باطل مال کھانا قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾ (۲/البقرہ: ۱۸۸)

”اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اسے (رشوۃ) حکام کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ ناجائز طور پر کھاؤ اور تم جانتے بھی ہو۔“

اور چوری کی سزا مقرر فرما کر اس مال کے حق کو اور مضبوط کر دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾

(۵/المائدہ: ۳۸)

”چور اور چورنی دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ بدلہ ہے ان کی کمائی کا یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے، اللہ تعالیٰ غالب، حکمت والا ہے۔“

نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا اس کے بعد مسلمانوں کو گواہ بنایا، یہ حجتہ الوداع کے خطبہ میں کیا تھا اور فرمایا: ”یہ شہادت اس لیے ہے کہ میں نے تم تک احکام کی تبلیغ کر دی ہے اور مکمل وضاحت سے پیغام پہنچا دیا ہے اس خطبہ میں یہی فرمایا تھا۔ اے لوگو! بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تم پر یہ دن، یہ مہینہ، یہ شہر حرمت والے ہیں۔“

خبردار! میں نے یہ پیغام پہنچا دیا ہے اے میرے اللہ! گواہ رہنا۔ ہر ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون، مال اور عزت حرام ہے۔“ (مسلم، حجة النبی ﷺ: ۴۵؛ فقہ السنہ: ۶-۳)

(۲) امامیہ شیعہ کے مراجع میں تکفیر و غیرہ کا بیان

امامیہ شیعہ کے مراجع کا متلاشی خواہ مراجع پہلے ہیں یا بعد والے ہیں ان میں یہ ضرور پائے گا مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ ہے اور ان کے خون اور مال حلال ہیں انہیں لوٹنا جائز ہے۔ اس سے جستجو کرنے والے کی عقل دنگ رہ جاتی ہے اور اسے صدمہ ہوتا ہے کیونکہ ان میں وہ یہ چیز پاتا ہے کہ سب مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا ہے جو کہ امت محمدیہ ﷺ سے ہیں۔ ان میں امت کے سادات اور قائد بھی ہیں جو کہ مہاجر و انصار ہیں ان میں سے سربراہ اور وہ خلفائے راشدین ہیں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے کفر سے بچے ہیں۔ یہ اپنے ہر مخالف کو بلا کسی پروا کے کافر قرار دیتے ہیں پھر احتیاط کا دکھلاوا کرتے ہیں اور الٹا الزام اہل سنت کو دیتے ہیں کہ یہ شیعہ کو کافر کہتے ہیں ان پر یہ ضرب المثل صادق آتی ہے

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

خلفائے راشدین کے متعلق ان کا فیصلہ

مجلسی نے اپنی کتاب میں عنوان باندھا ہے تینوں کو کس نے کافر کہا ہے اور ان کے نفاق اور ان کے رسوا کن اعمال کا بیان (بحار الانوار: ۲۰۸-۸) تینوں سے مراد ان کے نزدیک حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس کتاب میں مزید آتا ہے کہ یہ تینوں غاصب، ظالم اور دین سے مرتد تھے۔ (بحار الانوار: ۳۸۵-۴)

مزید کہتا ہے امامیہ شیعہ کے دین کے لوازمات یہ ہیں: متعہ حلال ہے، حج تمتع جائز ہے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم سے براءت کا اظہار کرنا۔ (الاعتقادات: ۹۰)

مجلسی بیان کرتا ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے متعلق کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا: دونوں کافر ہیں اور جو ان سے محبت کرتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

ابوحزہ ثمالی نے روایت کیا ہے یہ کافر ہیں جو ان کا دوست ہے وہ بھی کافر ہیں۔ (بحار الانوار: ۳۸۴-۳۰)

مزید کہتا ہے وہ اخبار و دلائل جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور ان کے رفقا کے کفر پر دلالت کرتے ہیں اور انہیں لعنت کرنے اور ان سے براءت ظاہر کرنے کے ثواب پر دلالت کرتے ہیں یہ جو ہم نے اپنی کتاب کی جلدوں میں بیان کیے ہیں ان سے بھی زیادہ ہیں لیکن جتنے ہم نے بیان کیے ہیں جسے اللہ ہدایت دینا چاہے اس کے لیے بہت ہیں۔ (بحار الانوار: ۳۹۹-۳۰)

ہاشم بحرانی نے اپنی کتاب میں یہ عنوان باندھا ہے، وہ دونوں جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیشرو ہیں یہ قیامت تک کے لیے امت محمد ﷺ کے گناہوں کی مانند ہیں۔

مزید کہتا ہے ابلیس دوزخ میں عمر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ سے بلند ہوگا کہ ابلیس ان پر آگ میں شرف رکھتا ہے۔ (المعالم الزلفی: ۳۲۴)

امامیہ کا اپنے دیگر مخالفین کے متعلق فیصلہ

اثنا عشری شیعہ ہر اس شخص کو جو بھی ان کے طریقہ پر نہیں اور نہ ہی ان کے مذہب پر ہو تو اسے کافر قرار دیتے ہیں اگرچہ مخالف علوی یا فاطمی ہی ہو وہ کافر ہے۔ (الکافی: ۳۷۲-۱)

مخالفوں سے مراد ان کی یہ ہے کہ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دوستی رکھتا ہے اور ان کی خلافت کو شرعی خلافت قرار دیتا ہے۔ (المحکم فی اصول الفقہ: ۱۹۴-۶)

یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو خلیفہ نہیں مانتے وہ بھی مخالف ہیں۔

(ارشاد السائل: ۱۹۹)

مجلسی کہتا ہے: ہماری کتابیں ان دلائل سے لبریز ہیں جن میں زید یہ فرقہ کے کفر کا ذکر ہے۔ (بحار الانوار: ۳۷-۳۴)

حالانکہ زید یہ ایک نسبی شیعہ ہیں انہیں بھی انہوں نے کافر قرار دیا ہے۔ جس وقت یہ ہر فرقہ کو مطلقاً اپنے سوا سب کو کافر کہتے ہیں جو ان میں تحریف قرآن کے منکر نہیں انہیں تحریف قرآن کے قائل کافر قرار نہیں دیتے اس سے پرہیز کرتے ہیں یہ ایک عجیب معاملہ ہے۔

اور جو مومن کا لقب ہے یہ صرف اثنا عشری شیعہ پر بولتے ہیں کیونکہ فارسی شیعہ کے موجودہ مراجع اس کی ہی تاکید کرتے ہیں کہ تم ہی مومن ہو اور کوئی نہیں۔ (الکاسب المتحرر: ۲۵۰-۱؛ السائل المنتخبہ: ۱۳)

شیخ مفید کہتا ہے کہ اس بات پر امامیہ کا اجماع ہے کہ ہمارے ائمہ میں سے کسی بھی امام کی امامت کا منکر کافر ہے اور اللہ نے جو امام کی اطاعت اس پر فرض کی ہے اس کا جو انکار کرے وہ کافر اور گمراہ ہے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے۔

(اوائل المقالات: ۴۵)

یہ فتویٰ جس میں خلفا اور عام امت کے اہل سنت والجماعت کو کافر قرار دیا گیا ہے یہ مرکز الابحاث العقائدیہ سے شائع کیا گیا ہے۔ (حوالہ مذکور: ۵۲۵)

محقق کر کی کہتا ہے کہ اہل سنت روئے زمین کی بدترین نسل ہیں اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کی بھی حیا نہیں جب ان میں سے کوئی بھی خواہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں یا کوئی اور ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرے گا وہ کافر ہے۔

(نفحة اللاهوت فی لعن الجبت والطاغوت: ۱۱۰)

شیخ مفید کہتا ہے: مخالف پر صلاۃ ورحمت جائز نہیں جبر، تشبیہ، اعتزال اور خارجیت کے وجود اور امامت کے انکار کی وجہ سے ان پر دعا جائز نہیں صرف تقیہ کرتے ہوئے جائز ہے۔ اگر تقیہ سے دعا کرے تو اس کے بعد چار مرتبہ لعنت کرے۔ (حوالہ سابق: ۱۵)

دیکھیں ان کے نزدیک مخالف کی نماز جنازہ بھی جائز نہیں اگرچہ یہ نماز میت کے لیے دعا اور رحمت کے لیے ہے۔ اور زبانیں اس کی برائیاں ذکر کرنے سے رک جاتی ہیں۔ اور دل نرم ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ سخت مقام ہے اس پر کینہ مناسب نہیں جب مسلمان اپنے بھائی کی مخالفت کرتا ہے اور اس سے عداوت رکھتا ہے تو جب اسے موت آتی ہے تو اس کے دوستوں اور دشمنوں کی زبانیں یہ منقول

دعا پکارتی ہیں: اے اللہ! اسے بخش دے، اس پر رحم کر اور اسے گناہوں اور خطاؤں سے صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔

مگر انہوں نے یہ قاعدہ بھی پلٹ دیا ہے جو فارسی شیعوں کے نزدیک قاعدہ ہے ابن بابویہ قمی کے نزدیک نماز جنازہ کی دعا پر غور کریں۔ یہ کہتا ہے، اگر مخالف کی میت ہو تو چوتھی تکبیر میں یہ کہو، اے اللہ! اپنے اس بندے کو رسوا کر اور اپنے اس بندے کے بیٹے کو رسوا کر، اے اللہ! اس کو آگ میں داخل کر اور اس کی لحد تنگ کر دے کیونکہ یہ تیرے دوستوں کا دشمن تھا اور اس پر سخت عذاب ڈال۔ (فقہ الرضا: ۱۷۸؛ منقول از فکر تکفیری: ۱۳۵)

مرزا قمی نے اضافہ کیا ہے اے اللہ! اس کے پیٹ کو آگ سے بھر دے اور اس کی قبر آگ سے بھر دے اور اس پر سانپ اور بچھو مسلط کر دے۔ (غنائم الأیام: ۴۷۹-۳)

اس میں صرف امامت کے منکر ہی کو کافر قرار نہیں دیا کہ یہ شیعہ کے اصلی عقائد میں سے ہے بلکہ اس سے بدرجہا کم تر جرم پر بھی کفر کی گردان کی جا رہی ہے یہ کہتا ہے، تقیہ کا تارک کافر ہے۔ (فقہ الرضا: ۳۳۸)

اور رجعت (دوبارہ دنیا میں لوٹنے) کا منکر کافر ہے۔ (تفسیر قمی: ۱-۳۸۳؛ تفسیر عیاشی: ۲۵۷-۲؛ تفسیر نور الثقلین: ۴۷-۳؛ بحار الانوار: ۳۱-۱۰۴، ۳۶-۱۱۸، ۵۳؛ معجم احادیث المہدی: ۲۰۹-۵) اور متعہ کا منکر کافر ہے اور مرتد ہے۔ (منہاج الصادقین: ۳۵۶)

اس سے یہ بات عیاں ہوئی کہ فارسی شیعہ کے مراجع کے نزدیک عقائد اور فقہی بات میں کوئی فرق نہیں بلکہ یہ بڑا وسیع کام ہے یہ تو اس پر بھی کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں جو کسی تاریخی روایت کا بھی انکار کرتا ہے۔ جیسا کہ محمد حسین فضل اللہ نے جب سیدہ زہراءؑ کی پسلی توڑنے کی روایت میں شک کا اظہار کیا تو اسے بھی کفر کا سامنا کرنا پڑا۔

عام امت کے متعلق فیصلہ

امامیہ کے تمام مراجع سارے مسلمانوں کو جو بھی شیعہ کے علاوہ سب کو زنا کے بیٹے کہتے ہیں۔ اور اس کو جلیل القدر دو اماموں کی طرف نسبت کیا ہے۔ امام باقر اور امام صادق کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

مجلسی اور کلینی کہتا ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام کہتے ہیں: واللہ! اے ابو حمزہ! سوائے ہمارے شیعہ کے سب لوگ زنا کار عورتوں کی اولاد ہیں۔ (البihar: ۳۱۱-۲۴؛ روضة الکافی: ۴۳۱، ۲۸۵-۸)

عیاشی اور بحرانی بیان کرتے ہیں کہ جعفر بن محمد کہتے ہیں جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے کوئی نہ کوئی ابلیس وہاں حاضر ہوتا ہے۔ اگر ہمارے شیعہ میں سے ہو تو اس سے شیطان کو روک دیتا ہے اور اگر وہ بچہ ہمارے شیعہ میں سے نہ ہو تو شیطان بچے کی دہریں انگلی مارتا ہے وہ لونڈے بازی کرانے والا ہو جاتا ہے اور لڑکی کی شرمگاہ میں انگلی مارتا ہے تو وہ زنا کار ہو جاتی ہے۔

(تفسیر العیاشی: ۳۹۸-۲؛ تفسیر البرہان: ۳۰۰-۲؛ منقول از وثائق مصورہ من کتب الشیعہ: ۱۱۷)

امام صادق علیہ السلام کی جانب منسوب کر کے کہتا ہے اہل سنت کے ہاتھ میں سوائے قبلہ کے اور کچھ نہیں رہا۔

امام رضا کی جانب منسوب کر کے کہتا ہے کہ سائل نے پوچھا کسی ایسے علاقہ میں جہاں شیعہ عالم نہ ہو تو فتویٰ کی ضرورت پڑ جائے تو کیا کیا جائے تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا: شہر کے کئی فقہ کے پاس جاؤ اس سے فتویٰ طلب کرو جو وہ فتویٰ دے اس کے خلاف کرو کیونکہ حق اس کے مخالف ہے۔ (عیون اخبار الرضا: ۲۷۵-۱)

محمد باقر الصدر سے سوال ہوا اور مسئلہ پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا۔ سائل نے کہا: جب حق ان عام مسلمانوں کا ساتھ دے تو ہم ان کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں تو باقر نے کہا: ان کے خلاف کرنا اگرچہ خطا ہے تاہم یہ خلاف کرنا ان کی موافقت سے زیادہ آسان تر کام ہے۔ (لہ ثم للتاریخ: ۸۲)

شیعہ یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ اسلامی ملکوں میں سے زیادہ تر دارالکفر ہیں۔ انہوں نے اہل مکہ اور اہل مدینہ اور اہل شام کو کافر قرار دیا ہے۔ اس بارے میں وہ احادیث بھی بیان کرتے ہیں جنہیں یہ نبی ﷺ کی جانب نسبت کرتے ہیں اور ائمہ کی جانب بھی منسوب کرتے ہیں ان کے نزدیک یہ دین کا جز ہیں اور نمایاں ترین مراجع میں مروی ہیں۔ مثلاً الکافی، البحار، تفسیر قمی اور عیاشی وغیرہ۔ یہ کہتے ہیں، امام صادق سے روایت ہے کہ اہل شام اہل روم سے بدتر ہیں اور اہل مدینہ اہل مکہ سے بدتر ہے اور اہل مکہ اللہ کے ساتھ علانیہ کفر کرتے ہیں۔ (اصول الکافی: ۴۰۹-۲)

ان کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: بصرہ ابلیس کے اترنے کا مقام اور فتنوں کی کھیتی ہے۔ (نہج البلاغہ: ۱۸-۳) مصر کے بارے میں کہتے ہیں۔ علی بن اسباط نے حسن رضا سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے مصر کا ذکر کیا اور کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مصر کی شورش مین میں کھانا نہ کھاؤ اور نہ ہی اس کی مٹی کے ساتھ سروں کو دھوؤ یہ غیرت ختم کر دیتی ہے اور بے غیرتی کا وارث بناتی ہے۔“ (وسائل الشیعہ: ۷۶)

قوم کرد کے بارے میں شیعہ امامیہ کے مراجع کہتے ہیں کہ یہ قوم اصل میں جنوں سے پیدا ہوئی ہے ان کے ساتھ معاملہ طے کرنا جائز نہیں۔

کلینی بیان کرتا ہے کہ ابوریح شامی سے روایت ہے میں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا میں نے کہا، ہمارے ہاں ایک قوم ہے جسے کرد کہتے ہیں یہ خرید و فروخت کے لیے مال تجارت لاتے ہیں ہمارا ان سے مل جل کر خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا:

اے ابوریح! ان سے ملاپ مت رکھو۔ کرد ایک جنوں کا قبیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا پردہ چاک کیا ان سے نہ ملو۔

(الکافی: ۱۵۸-۵؛ من لا یحفرہ الفقیہ: ۱۶۴-۳؛ بحار الانوار: ۸۳-۱)

ایک روایت میں ہے ”کردوں میں سے کسی سے کسی کا نکاح نہ کرو یہ جنوں کی جنس سے ہیں ان سے پردہ دور کیا گیا ہے حقیقت میں یہ جن ہیں۔“ (الکافی: ۳۵۲-۵)

مسلمان حکام اور قضاة سے فیصلہ کا بیان

امامیہ شیعہ اثنا عشری حکومت کے علاوہ ہر حکومت کو طاغوتی حکومت قرار دیتے ہیں اس طاغوتی حکومت کی اطاعت جائز

نہیں۔ صرف تقیہ کے طور پر اطاعت ہے۔ اس بارے میں ان کی روایات درج ذیل ہیں۔ یہ کہتے ہیں ہر جھنڈا جو مہدی کے جھنڈا سے پہلے بلند کیا جائے وہ طاغوت کا جھنڈا ہے۔ (کتاب الکافی بشرح المازندرانی: ۳۷۱-۱۲؛ بحار الانوار: ۱۱۳-۲۵)

اس کتاب کا شارح کہتا ہے: اگرچہ مہدی کے جھنڈے سے پہلے جھنڈا اٹھانے والا دعوت حق ہی دے پھر بھی یہ اطاعت درست نہیں۔ اس بات کی مجلسی اور احمد نے بھی موافقت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(المرأة العقول: ۳۷۸-۴؛ مقدمہ تطور الفکر السياسی الشیعی)

انہوں نے مسلمانوں کے قاضیوں کے پاس فیصلہ جات کروانے کو طاغوت سے فیصلہ کروانا شمار کیا ہے۔ کلینی عمر بن حنظلہ سے روایت کرتا ہے میں نے ابو عبد اللہ سے اس بارے میں سوال کیا۔ کہ دو آدمی جو کہ ہمارے ہیں ان کے درمیان دین یا وراثت کا تنازع ہو جاتا ہے وہ قاضی یا سلطان کے پاس فیصلہ لے جاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ انہوں نے کہا: جو بھی حق یا باطل میں فیصلہ ہو ان کے پاس وہ لے جائے تو طاغوت کے پاس لے گیا اور یہ مسلمان جو بھی اسے فیصلہ کر کے دے گا وہ حرام لے رہا ہے اگرچہ اس نے اپنا ثابت حق ہی لیا ہے کیونکہ اس نے طاغوت کے فیصلہ سے یہ حاصل کیا ہے۔

(اصول الکافی: ۶۷-۱؛ التہذیب: ۳۰۱-۶؛ من لا یحضرہ الفقیہ: ۵-۳)

ضمینی اس پر وضاحت کرتا ہے کہ ان سنی قضاة اور حکام کی طرف فیصلہ لے کر جانا طاغوت کی طرف رجوع اعتبار کیا جائے گا۔

(الحکومة الاسلامیہ: ۷۴)

تاہم امامیہ کے اہم مراکز نے تقیہ کے طور پر سنی قضاة کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ عقیدہ آج سرزمین عراق میں اپنایا گیا ہے جس پر انہوں نے زبردستی غلبہ کیا ہے۔ ان کی اسلامی انقلاب کی مجلس کارئیس جو کہ ایران کا نمائندہ ہے جب اس سے یہ سوال ہوا کہ بعث پارٹی جو کہ صدر صدام کی پارٹی ہے، میں جو شیعہ ہے اسے تم چھوڑ دیتے ہو اور اسی پارٹی کا اگر کوئی سنی ہے تو اسے قتل کر دیتے ہو اس کی کیا وجہ ہے۔

اس نے کہا: اس کی یہ وجہ ہے کہ ہمارے شیعہ بعث پارٹی میں صرف تقیہ کی وجہ سے داخل تھے سنی چونکہ تقیہ نہیں کرتے اس لیے ہم انہیں قتل کر رہے ہیں۔

یہ مخالفوں کے خون اور مال حلال قرار دیتے ہیں

فارسی شیعہ کے مراکز کے نزدیک مخالفوں کو قتل کرنا جائز ہے یہ انہیں کافر قرار دینے کی ایک شاخ ہے۔ جب مخالفوں کا کفر ثابت ہو گیا تو پھر یہ بات بھی مرتب ہو گئی کہ یہ نجس ہیں ان کی خونریزی کرنا اور مال لینا بھی جائز ہے اسی پر ان کے علما نے اپنے احکام کی بنیاد رکھی ہے۔

یوسف بحرانی کہتا ہے: صریح اخبار عام ہیں اور کثرت سے ہیں کہ ہمارا مخالف کافر ہے اسے اٹھا دیا جائے اور اس سے شراکت نہ کی جائے اس کا مال حلال ہے اور اس کا خون بھی حلال ہے ہمارے پہلے علما میں یہی مشہور ہے۔

(الحدائق الناضرة: ۴۰۵-۳)

مزید کہتا ہے: اگر کسی سے ممکن ہے کہ ان کی جانیں اور مال یکبارگی ختم کر دے تو جائز ہے یہ ضروری نہیں کہ اس نے نقصان کیا ہو یا اس کے کسی بھائی کو نقصان پہنچایا ہو یہ اس کے اور اللہ کے درمیان جائز ہے کوئی حرج والی بات نہیں۔

(الشہاب الثاقب: ۲۶۶؛ منقول از الفکر التکفیری عنہ الشیعہ حقیقۃ ام افتراء: ۱۵۰)

نعمت اللہ الجزائری کہتا ہے: مخالفوں کا قتل جائز ہے ان کے مال بھی حلال ہیں، اس کا کینہ اتنا بلند ہے کہ اس فارسی شیعہ نے فتویٰ دیا ہے اس چڑیا کو بھی قتل کرنا جائز ہے جو اہل سنت سے محبت کرتی ہے۔ کہتا ہے اگر پتہ چلے کہ چڑیا فلاں فلاں سنی سے محبت کرتی ہے تو اسے قتل کر دینا چاہیے۔ خواہ اسے مار کر یا کھا کر اسے ختم کرنا چاہیے۔ (الانوار النعمانیہ: ۳۰۸-۲)

انہوں نے اہل سنت کی خونریزی حلال قرار دینے کی نسبت امام صادق کی طرف کی ہے۔ کہتے ہیں داود بن فرقد سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہا: ناصبی کے قتل کے بارے میں کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا: اس کا خون حلال ہے مگر احتیاط اس میں ہے کہ اگر یہ ہو سکے تو اس پر دیوار گرا دینا یا اسے پانی میں ڈبو دینا تاکہ شہادت نہ رہے تو ایسا کرنا

(۲۰۰-۱ علل الشرائع؛ وسائل الشیعہ: ۴۶۳-۱۸؛ بحار الانوار: ۲۳-۲۷)

(۳) امامیہ کے مراکز کے نزدیک ناصبی کی تعریف

اس کے باوجود کہ ناصبہ ایک چھوٹا سا فرقہ تھا۔ جو کہ گمراہ تھا اب یہ ختم ہو چکا ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند کرتے تھے اور ان سے عداوت کھڑی کر رکھی تھی۔ اس فرقہ کا اہل سنت کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ مگر امامیہ اثنا عشری شیعہ اس بات پر مصر ہیں کہ جو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کرے گا یہ اس کا نام ناصبی رکھتے ہیں۔ اور اسے اپنا دشمن اول قرار دیتے ہیں اور اسے ناصبی یا عام لوگ یا پھر وہابی کہتے ہیں۔ یہ سب ان کے ہم معنی اصطلاحات ہیں جو یہ اہل سنت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ طوسی، اور خرماعلی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابو جعفر سے سوال کیا کہ میں اپنی بیٹی کی شادی ناصبی سے کر سکتا ہوں انہوں نے کہا: نہیں کیونکہ وہ کافر ہے۔

نعمت اللہ الجزائری، حسین بحرانی نے ناصبی کی تعریف یہی کی ہے کہ اس سے مراد اُتھی ہے۔ یہ یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ برا ہے اور مجوسی سے بھی برا ہے اور اس پر امامیہ کا اجماع ہے کہ یہ کافر ہے اس کی علامت یہ ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ شیعہ علمائے اہل سنت کی مدح و ثنا جو یہ اہل بیت کی کرتے ہیں اسے بھی قبول نہیں کرتے اور اہل سنت اگرچہ اپنی تالیفات میں، اشعار میں اور منبری خطابات میں اہل بیت کے لیے صلاۃ و رحمت کریں اور نماز میں دعائیں کریں ان کے نزدیک یہ چیز بھی اہل سنت کو ناصبی ہونے کا دائرہ سے خارج نہیں کرتی۔

دیکھیں! ان شیعہ کا مرکزی عالم، فقیہ اور محقق کبیر یوسف بحرانی امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب شعر کا جواب کیسے دیتا ہے ان کی طرف منسوب شعر یہ ہے:

لَوْ شَقَّ قَلْبِي لَرَأَوْتُ خُطَايَاكَ كَاتِبَ
خَطِّينِ قَدْ خُطَّ بِهَا

”اگر میرے دل کو چیرا جائے تو یہ اس کے درمیان میں دو لکیریں دیکھیں گے جو کا تب کے بغیر ہی کھینچ دی گئی ہیں۔“

اَلشَّرْعُ وَ التَّوْحِيدُ فِي جَانِبِ
وَ حُبِّ اَهْلِ الْبَيْتِ فِي جَانِبِ

”شرع و توحید ایک جانب ہیں اور دوسری جانب اہل بیت کی محبت ہے۔“

اس شیعہ فقیہ اور محقق بحرانی نے اسی قافیہ میں جواب دیا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تکذیب کرتا ہے۔ لعنت کرتا ہے اور

کافر قرار دیتا ہے۔

كَذَبْتَ فِي دَعْوَاكَ يَا شَافِعِيُّ
فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِ

”اے شافعی تو اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ پس جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہے۔“

بَلْ حُبُّ أَشْيَاخِكَ فِي جَانِبِ
وَ بُغْضُ اَهْلِ الْبَيْتِ فِي جَانِبِ

”بلکہ تیرے شیوخ کی محبت ایک جانب ہے اور دوسری جانب اہل بیت سے بغض ہے۔“

عَبَدْتُمُ الْجِبْتَ وَ طَاغُوتَهُ
دُونَ الْاِلَهِ الْوَاحِدِ الْوَاجِبِ

”تم نے جبت اور طاغوت کی پرستش کی ہے واحد الہ جو کہ واجب الوجود ہے اس کی نہیں کی۔“

فَالشَّرْعُ وَ التَّوْحِيدُ فِي مَعَزَلٍ
عَنْ مَعْشَرِ النَّصَابِ يَا نَاصِبِي

”شرع و توحید ناصبی گروہ سے دور ہے اے ناصبی یہ سن لے۔“

(موقف الشیعہ: ۲۶-۳؛ روضة المومنین: ۱۲۵؛ زهر الربیع: ۳۲۳)

ثابت ہوا سنی آدمی ائمہ شیعہ کے نزدیک ناصبی ہے اگرچہ اہل بیت سے وہ محبت رکھتا ہو۔

نعمۃ الجزار رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے: ائمہ علیہم السلام اور ان کے خواص امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگوں کو ناصبی کہتے ہیں۔ حالانکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے نہ تھے جو اہل بیت علیہم السلام سے عداوت رکھتے ہوں۔ بلکہ انہیں ان سے لگاؤ تھا اور ان سے دوستی رکھتے تھے۔

(الانوار النعمانیہ: ۳۰۷-۲)

شیخ آل حسن عصفور کہتا ہے ائمہ کی روایات پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ان کے نزدیک جو سنی ہے وہ ناصبی ہے اس میں شک نہیں

کہ اہل سنت سے مراد ہی ناصبی ہیں۔ (المحاسن النفسانیہ فی اجوبة المسائل الخراسانیہ: ۱۴۷)

(۴) امامیہ کے نزدیک تکفیر کے عقیدے پر جو چیز مرتب ہوتی ہے اس کا بیان

عقیدہ تکفیر کا مقصد ان کے نزدیک یہ تھا کہ اہل سنت کے مال، عزت اور خون کو انہوں نے حلال قرار دے دیا۔ خونی معرکے کی قتل و غارت کی اور انہیں ملک بدر کیا اور عبرت ناک سزا دی۔

تاریخ غم و یاس میں ڈوب کر ہمیں یہ داستان خونی بتاتی ہے اور اسے امامیہ شیعہ کے علما پورے فخر اور تکبر سے بتاتے ہیں۔ ان شاء اللہ آگے ہم اس کے نمونے بیان کریں گے جو انہوں نے خون ریز معرکے کیے ابھی ہم مؤخر کرتے ہیں۔ انہیں بحث ۲۳ میں بیان کریں گے۔ تا تاریخوں کی ہلاکت خیز خونریزیان جو انہوں نے بغداد میں کیں وہ کتاب الفکر تکفیری میں ملاحظہ فرمائیں: (۱۶۲) نعمۃ اللہ جزائری کہتا ہے: علی بن یقظین جو کہ شیعہ ہے یہ ہارون رشید کا وزیر تھا اس کی قید میں مخالفوں کی ایک جماعت تھی اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا انہوں نے قید کی چھت ان قیدیوں پر گرادی سب قیدی مر گئے یہ تقریباً پانچ سو آدمی تھے۔ اس نے ان کے خون سے بچاؤ کرنا چاہا اس نے امام کاظم کی جانب پیغام بھیجا انہوں نے اس کی طرف جواب لکھا: اگر تو ان کے قتل سے پہلے میرے پاس آ جاتا تو تجھ پر ان کے خون کا کچھ ذمہ نہ ہوتا۔ اب چونکہ تو نے پہلے مجھے نہیں بتایا لہذا ہر ایک آدمی کا جسے تو نے قتل کیا اس کا کفارہ دے ہر آدمی کے عوض ایک بکرہ دے تاہم یہ بکرہ اس آدمی سے بہتر ہے۔ (الانوار النعمانیہ: ۳۰۸-۲)

ضمینی اس علی بن یقظین کی تعریف کرتا ہے اور اپنی کتاب میں اس پر رحم کی دعا کرتا ہے۔ (الحکومة الاسلامیہ: ۱۴۲) اس پر فارسی اہم شیعہ عالم نعمۃ اللہ وضاحت لگاتا ہے۔ بکرے کی دیت دیکھو! یہ کتنی بڑی دیت ہے ان کے اس حقیر آدمی کی دیت اس کے برابر نہیں جو کہ شکاری کتا ہے۔ یعنی یہ آدمی اس کے بھی برابر نہیں کہ کتا اس کی دیت میں دیا یہ بکرے کی دیت تو بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ کتے کی دیت (۲۰) درہم ہے۔ ان کے اس آدمی کی دیت اس سے زیادہ نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ یہودی اور مجوسی سے کمتر ہے جبکہ ان یہودیوں کی قیمت بھی ۸۰۰ درہم ہے اور یہ ان کا حال دنیا میں ہے آخرت میں تو ان کا حال اس سے بھی بدتر اور نجس ہے (حوالہ مذکور) رجال الکشی میں ہے ایک شیعہ اپنے امام سے بیان کرتا ہے کہ وہ اپنے مخالفوں کو مجموعہ کیسے قتل کرے۔ اس نے کہا: میں تو ایسا کرتا تھا اس کی چھت پر سیڑھی لگا کر چڑھتا اور اسے قتل کر دیتا۔ اور بعض کو میں رات کے وقت دروازے پر بلاتا جب وہ آتا تو میں فوراً قتل کر دیتا۔ اور بعض کے ساتھ میں رستہ میں ساتھ ہو لیتا اور جب تنہائی ہوتی تو میں اسے قتل کر دیتا۔ (۳۴۲) اس نے بتایا میں نے اس طریقہ سے (۱۳) مسلمان شہید کیے ان کا قصور صرف یہ تھا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

جب ہم اس دور حاضر کی طرف آتے ہیں تو ہم عراق کو زخموں سے چور پاتے ہیں عراق کو جب امریکیوں نے غالی شیعہوں کے ہاتھوں میں دیا ہے تو یہ جدید میڈیا اپنی ہر آواز اور ہر صورت میں ایسے وسائل کی رہنمائی کر رہا ہے جس کے دینی اور سیاسی معمولات و توجیہات اہل سنت کے قتل اور ان کی مساجد کے گرانے اور جوان کے مخالف ہیں ان کو کافر قرار دینے میں مصروف ہیں۔ حتیٰ کہ اہل سنت کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہو چکی ہے۔ یہ قبضہ سے لے کر صرف پہلے تین برس کی تعداد ہے اور جو زخمی ہوئے اور بے کار ہوئے، قید ہوئے اور ملک بدر ہوئے وہ علیحدہ ہیں۔

قتل کے فتاویٰ کے نمونہ جات

حازم اعرجی یہ ایک اہم رکن ہے پرلمان میں قبضہ کرنے والی جماعت تیار صدری کا یہ سربر آوردہ ہے۔ یہ کہتا ہے: انہیں (یعنی اہل سنت) کو قتل کر دو۔ فتویٰ کی بھی ضرورت نہیں۔ فتویٰ پہلے ہی موجود ہے جو کہ محمد صدر نے سات برس پہلے ہی جاری کر دیا ہے۔ اس نے کہا تھا، ہتھیار لو! اور ہرواہی کو قتل کر دو کیونکہ یہ نجس ہے یہ کہتے سے بھی زیادہ نجس ہے۔ یہ بات یوٹیوب پر با تصویر اور با آواز موجود ہے۔ یوٹیوب کھول کر عربی زبان میں لکھنا، فتویٰ حازم اعرجی بقتل اہل السنۃ اکثر ایسے فتاویٰ کو یہ حذف کر دیتے ہیں تاہم خاص کوڈ ہے اس سے نکالا جاسکتا ہے۔

شیرازی کہتا ہے: وہابی کو اور جو بھی اس کی مدد کرتا ہے اسے قتل کرنا واجب ہے جو اس کے قتل کو واجب نہیں سمجھتا وہ قرآن پاک کا اعلانیہ انکار کر رہا ہے۔ (یہ خطاب با تصویر اس عنوان www.alqadisiyya3.com/mar/file.php?f=40 پر موجود ہے۔

یاسر حبیب نے مطالبہ کیا ہے کہ سنی مساجد کو گرا دیا جائے۔ یہ کہتا ہے: علمائے کفر کی کمیٹی کے تحت بننے والی مساجد کو گرا دیا جائے۔ اس معاملہ میں کسی کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں نہ ہی کسی رعایت کی ضرورت ہے نہ ہی پروا کی جائے اور عسکری شریف کا حرم بھی ان ناصبیوں سے واپس لینا ضروری ہے اسے واپس لینے کی اہمیت بیت المقدس سے بھی زیادہ ہے۔

عسکری شریف سے مراد حسن عسکری کا مدفن ہے جو اثنا عشری شیعوں کے گیارہویں امام ہیں۔ یہ بغداد کے شمال میں سامراء شہر میں واقع ہے۔ ابراہیم جعفری کی حکومت کے زمانہ میں ایرانی تحریک کا سامان یہاں سے ہی پیدا ہوا تھا انہوں نے اہل سنت کو مورد الزام ٹھہرایا اور ایک واقعہ کو ذریعہ بنا کر سامراء اہل سنت سے چھیننے کا منصوبہ بنایا۔ اور عام شیعہ کے بھڑکاؤ سے فائدہ اٹھایا اور جو ان کا جوش تھا کہ اس مقدس کو آزاد کروانا ہے اس سے بھی فائدہ اٹھایا۔ یہ اہل سنت سے انتقام پر آمادہ ہوئے اور ایرانی نمائندگان شیعہ اور گروہ کے ساتھ میل گئے تاکہ اہل سنت سے اسے آزاد کرائیں۔ (آئینہ بحث: ۲۳) میں تفصیل آئے گی، انشاء اللہ) اسی طرح یہ فتویٰ صادر ہوا ہے اور بیانات جاری ہوئے ہیں جو دینی اور سیاسی اہم ارکان ہیں وہ براہیختہ کرتے ہیں جیسا کہ جلال صغیر ہے۔ یہ غالی شیعہ ہے اس نے عادت بنا رکھی ہے اس کا ہر خطبہ گروہی انتشار پیدا کرتا ہے۔ یہ پراٹھا کی امام بارگاہ ہے جو عراق پر قبضہ کے بعد اہل سنت کے لیے ذبح خانہ میں تبدیل ہو گیا تھا۔

اس کے علاوہ محمد تقی مدرسی ہے۔ یہ ایک ایرانی الاصل ہے یہم اور لبنان میں آمد روفت رکھتا ہے یہ فارسی شیعیت کو عالمی سطح پر پھیلانے والوں کا نگران ہے۔

اس کے علاوہ موفق ربیعی ہے۔ یہ حزب الدعوة کا ایک مرکزی کردار ہے یہ اصل میں ایرانی ہے اب اس نے برطانوی شہریت اختیار کر رکھی ہے۔ کہتے ہیں اس کا اصل نام گریم شاہ پور ہے اسے عراق پر قبضہ کرنے والوں نے امن قومی کا مشیر بنا کر اس کا وہاں تعین کیا ہے یہ اس کی ان کے لیے خدمات کے صلہ میں حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

اسی طرح ایک علمانی ہے جس کا نام ایاد جمال الدین ہے۔ یہ قبضہ کرنے والی پارلیمان کا ایک رکن ہے۔ اس نے ایران میں

پڑھا، عراق پر قبضہ کے بعد اسے علمانی گروہ کی جانب منسوب کیا گیا۔ یہ غالی شیعوں کے ادوار کی تقسیم کے لحاظ سے عنوان دیا گیا ہے۔ اور دیگر تحریکوں کے مقابلہ میں یہ نام دیا ہے۔ جیسا کہ حزب البعث ہے۔ اسی طرح اسے علمانی گروہ کے دور کا قرار دیا گیا ہے۔ یہ سب متعصب شیعہ ہیں جن کے ذریعہ یہ مذہب اور سیاست میں پہچان پیدا کرتے رہے ہیں اور گروہی فضا پیدا کرتے ہیں یہ ذرائع انہوں نے تیار ہی اس مقصد کے لیے کیے ہیں۔ (مساجد فی وجہ النار: ۳۸۲)

جبکہ علمائے اہل سنت کے بیانات و خطابات جو عراق میں آرہے ہیں وہ گروہی صف بندی سے پاک ہیں۔ ایسے ہی ان کی تصنیفات ہیں اور یہ پختہ اسلامی طرز عمل اور وطنی محبت کے علمبردار ہیں۔ اور جو بھی عراقیوں کی خونریزی کرتا ہے یہ اسے مجرم قرار دیتے ہیں اور زیر کرنے کا کہتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ دینی نسبت یا مذہبی نقطہ نظر کیا رکھتا ہے عراقی ہے یا غیر ہے یہ مظلوم کی حمایت اور ظالم کے خلاف ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ علمائے مسلمین کی کمیٹی نے حسینہ اور جامع پراثنا پر بم بلاسٹ ہونے پر تنقید کی ہے۔ (بیان الھیئہ: رقم: ۲۷۹) الصدر شہر میں ایک بم بلاسٹ ہونے پر انہوں نے مذمت کی ہے نجف میں جو بم پھٹے ہیں انہوں نے ان پر تنقید کی ہے اور وہاں مرنے والوں کو شہداء قرار دے کر ان کے لیے دعائے رحمت کی ہے۔

(بیان الھیئہ، رقم: ۵۲۶؛ بیان الھیئہ، رقم: ۳۰۵)

یہ بیانات مجموعہ کی صورت میں کتاب، بیانات ہیئۃ علماء المسلمین فی العراق اور حصاد الاحتلال الامریکی فی العراق: جز: ۲۔

شیعہ کے ائمہ ان سے اور ان کے عقائد سے بیزار ہیں

شیعہ امامیہ صدیوں سے اس بات میں کامیاب ہیں کہ یہ اپنی نسل کو یہ فکر دیتے ہیں کہ ہم اہل بیت کے پیروکار ہیں اور ان سے دوستی رکھتے ہیں اور اہل سنت اہل بیت کے دشمن ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں اور ظالم ہیں۔ یہ ہر زمانہ میں ائمہ پرستم ڈھاتے رہے ہیں۔

ہم قارئین کرام کے سامنے یہ بحث رکھیں گے اور نصوص بیان کریں گے اور انکے حوالہ جات سے یہ واضح کرتے ہیں کہ ان کے یہ قابل اعتماد مراجع سے پتہ چلتا ہے کہ ائمہ اہل بیت اپنے پیروکاروں کے عقائد اور طرز واداسے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور یہ بھی بتائیں گے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل کون ہے اور کس نے ائمہ پر ظلم کیا ہے اور اذیت دی تھی۔

(۱) ائمہ کا اپنے شیعہ سے براءت کا اظہار

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کوفہ والوں کے بارے میں کہا: میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو اس نے کسی کام کا فیصلہ کیا ہے اور جو مقدر لکھا ہے وہی ہوگا۔ اور مجھے تمہارے ساتھ آزمائش میں ڈالا ہے۔ اے گروہ! میں نے جب تمہیں حکم دیا تم نے نہیں مانا، اور جب میں نے دعوت دی تم نے اسے قبول نہ کیا اگر تم ڈھیل دیے گئے تو تم شغل میں مگن ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو تم بزدل ہو جاؤ گے۔ اگر لوگ ایک امام کے ساتھ جمع ہوں گے تو تم ان پر طعنہ زنی کرتے ہو۔

تمہارے لیے افسوس ہے، اللہ کی قسم! میرا خیال ہے اگر جنگ تیز ہو جائے اور موت چھا جائے تو تم علی بن ابوطالب سے بکھر جاؤ گے۔

تم مردوں کے مشابہ ہو لیکن تم مرد نہیں۔ تمہاری عقلیں بچوں کی عقلیں ہیں۔ اے پازیب پہننے والی عورتوں کی عقل رکھنے والو! میری خواہش ہے کہ میں تمہیں نہ دیکھتا نہ ہی میں تمہیں پہچانتا۔ اللہ تمہیں برباد کرے تم نے میرے دل کو زخموں سے چور کیا اور میرے سیدہ کو غیظ و غضب سے معمور کر دیا۔ اور تم نے مجھے غموں کے گھونٹ پلائے اور میری نافرمانی کر کے اور مجھے بے یار و مددگار چھوڑ کر میری رائے کو خراب کر دیا۔

امتیہ اپنے حکمرانوں کے ظلم سے خوفزدہ ہیں مگر اس حالت میں ہوں کہ میں اپنی رعیت سے ہراساں ہوں۔ تمہیں جہاد کے لیے کہا گیا تم نہ نکلے۔ میں نے تمہیں بات سنانے کی کوشش کی تم نے نہ سنی میں نے تمہیں خفیہ اور علانیہ دعوت دی تم نے قبول نہ کی میں نے نصیحت کی تم نے نہ مانی۔ تمہارے حاضر بھی غائب کی مانند ہیں تمہارے غلام بھی اصحاب ارباب ہیں۔

میں تمہارے اوپر پُر حکمت باتیں بیان کرتا ہوں تم ان سے بھاگتے ہو۔ میں پوری نصیحت کرتا ہوں تم اس سے جدا رہتے ہو۔ ایک اور خطبہ میں ان پر بدعا کرتے ہیں۔ اے میرے اللہ! میں ان سے اکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں مجھے ان

سے بہتر بدل دے اور انہیں مجھ سے برابر دل دے۔ اے میرے اللہ! ان کے دلوں کو پگھلا دے جیسا کہ پانی میں نمک حل ہوتا ہے۔ (مقاطع من اکثر من خطبة نهج البلاغة: ۶۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شیعہ کو مرتدوں سے تشبیہ دی ہے۔ کلینی آپ کا ایک خطبہ نقل کرتا ہے آپ نے فرمایا: اگر میں ان شیعہ کو ممتاز کروں تو یہ زبانی پیروکار ہیں۔ اگر میں ان کا امتحان لوں تو انہیں مرتد پاؤں گا۔ اگر میں ان کا خلوص ماپوں تو ہزار سے ایک ہی نکلے گا، اگر انہیں چھنی میں رکھوں تو میں صرف اکیلا ہی رہ جاتا ہوں۔ یہ طویل عرصہ سے تختوں پر ٹیک لگائے ہیں اور کہتے ہیں ہم علی رضی اللہ عنہ کے شیعہ ہیں۔ (الروضة من الکافی: ۲۳۸-۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے جھوٹے عقائد سے بیزار ہیں جو یہ لعن طعن کرتے ہیں ان سے بیزار ہیں ان کے ذکر میں شیعہ اور سنی مصادر برابر ہیں۔

”امام یحییٰ بن حمزہ زیدی سے بیان کرتا ہے وہ سوید بن غفلہ سے بیان کرتا ہے کہ میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تنقیص کر رہی تھی۔ میں نے اس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی اور کہا میرا خیال ہے کہ آپ کے دل میں بھی یہی ہے جس کا یہ اظہار کر رہے ہیں انہوں نے اسی وجہ سے اتنی جرات کی ہے۔ ان تنقیص کرنے والوں میں سے عبد اللہ بن سبا بھی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: لعنوا باللہ۔ اللہ ہم پر رحم کرے۔ پھر اٹھے۔ اور میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مسجد میں لے گئے۔ منبر پر بیٹھ گئے پھر ڈاڑھی کوٹھی میں لیا۔ یہ سفید تھی اور آنسو اس پر گر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ اس ہال میں لوگ جمع ہو چکے ہیں تو خطبہ دیا۔ فرمایا۔ اس قوم کا کیا حال ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں اور وزیروں کو اور دوستوں اور قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے جو باپ ہیں انہیں بریاد کرتے ہیں۔ میں اس سے بیزار ہوں جو یہ ذکر کرتے ہیں اور اس پر سزا دوں گا۔ یہ دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ محبت و فاداری کے پیکر تھے اور اللہ کے معاملہ میں کوشاں تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے تو ان دونوں سے راضی تھے اور مسلمان بھی ان سے راضی تھے۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ پھاڑا! اور روح پیدا کی ان دونوں سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہوگا۔ ان سے بغض وہی رکھے گا جو بد بخت اور دین سے باہر ہے۔ اللہ اس پر لعنت کرے جو ان کے لیے برائی چھپاتا ہے ہاں حسن ظن رکھنے والا اس لعنت سے مستثنیٰ ہے۔“

(الرسالة الوازنة: ۱۱۰، طوق الحمامہ فی مباحث الامامہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو ان سے جنگ کرنے والوں کو بھی کافر قرار نہیں دیتے۔ خارجیوں کے متعلق کہتے ہیں یہ ہمارے بھائی ہیں صرف یہ ہے کہ انہوں نے بغاوت کی ہے۔ اپنے ایک خط میں اہل شام کے متعلق فرماتے ہیں جو انہوں نے مختلف شہروں کی طرف لکھا تھا جو کچھ صفین میں ہوا وہ بیان کرتے ہیں۔

ہمارے کام کا آغاز یہ تھا کہ ہم اہل شام کی قوم سے ملے ہیں تاہم یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا رب واحد ہے اور اسلام کے بارے میں ہماری دعوت بھی ایک ہے۔ نہ ہی ہم ان سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ ایمان میں اضافہ کرو اور اس کے رسول

کی تصدیق میں اضافہ کرو اور نہ ہی یہ ان کا ہم سے مطالبہ ہے۔ ہمارا معاملہ ایک ہی ہے صرف ہمارا اختلاف خون عثمان میں ہے۔ جب کہ ہم اس سے بری ہیں۔ (نہج البلاغہ: ۴۴۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے روک دیا تھا۔ جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کو گالی دی تھی۔ فرمایا: میں اس بات سے سخت نفرت کرتا ہوں کہ تم ان لوگوں کو گالی دو۔ تاہم ان کے اوصاف و اعمال بیان کرو اور ان کے حسن حال کا ذکر کرو یہ درست ترین بات ہے اور مبلغ ترین عذر ہے۔ تم انہیں گالی دینے کی بجائے یہ کہا کرو:

”اے اللہ! ہمارے خون اور ان کے خون محفوظ فرما اور ہمارے اور ان کے درمیان اصلاح پیدا فرما۔“

(حوالہ مذکور: ۳۲۳)

سب و شتم کرنے والے اور لعنت کرنے والے اور انہیں کافر قرار دینے والے کیا کر رہے ہیں۔ ہوش کے ناخن لیں اور یہ بلند علوی حکومت سے معمور ارشادات کیا سبق دیتے ہیں۔ شیعہ امامیہ کا خیال ہے کہ بنو امیہ کے منبروں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ یہ ایک بہتان ہے یہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں یہ جو بھی ہے شیعہ مورخ ہی نقل کرتے ہیں جیسا کہ مسعودی، یعقوبی اور ابوفرج اصفہانی ہے یہ سب شیعہ ہیں جو ایسی بے دست و پا روایات بیان کرتے ہیں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جماعت کے سال (جب ان کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح ہوئی تھی اسے جماعت کا سال کہتے ہیں) خطبہ دیا۔ جب آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوئے تاکہ مسلمانوں کے خون محفوظ رہیں۔ یہ اس حدیث کی تصدیق تھی جو آپ کے نانا امجد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی تھی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (بخاری: ۲۷۰۴)

جب دستبردار ہوئے اس کے بعد اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد ان کے شیعہ کی ایک جماعت نے انہیں چھوڑ دیا تو ان کے بارے میں خطاب فرمایا جس میں کہا:

”واللہ! میری رائے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میرے لیے ان لوگوں سے بہتر ہیں جو اس گمان میں ہیں کہ یہ میرے شیعہ ہیں اور یہ میرے قتل کے درپے ہیں۔ انہوں نے میرا مال چھین لیا ہے۔ میں اہل کوفہ کو جانتا ہوں اور آزمایا چکا ان میں وفائیں، نہ ہی ان کا قول و فعل ذمہ دارانہ ہے۔ یہ کہتے ہیں ان کے دل ہمارے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں ہمارے خلاف میان سے باہر ہیں۔ واللہ! اگر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑتا تو یہ میری گردن سے پکڑ کر مجھے ان کو سوپ دیتے۔ واللہ! میں ان سے صلح کر کے عزیز ہوں یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیتے یا میں قیدی ہو جاتا۔“ (الاحتجاج: ۱۰۲-۱۰۳، ۱۴۸)

امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطاب

واقعہ کربلا کے ذریعے اہل کوفہ کو حقارت ملی اور اس جگہ آپ نے ان پر بددعا کی اور فرمایا:

”براہوتہمارا، تم ہلاک ہو جاؤ، تم نے ہمیں شدید محبت سے پکارا، ہم تیزی سے پہنچے تم نے ہمارے خلاف تلواریں تیز رکھیں جو ہمارے دائیں ہاتھ میں تھیں اور حماقت سے تم نے عہد شکنی کی اور امت کے طاغوتوں کی بات کو مانا اور تم نے ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور ہمیں قتل کر ڈالا۔ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اے اللہ! اگر تو انہیں ایک وقت تک مہلت دے تو انہیں تفریق کرنا اور ان کی راہیں جدا جدا کرنا ان کے والیوں کو ان سے کبھی راضی نہ کرنا انہوں نے ہمیں بھلایا ہے کہ یہ ہماری مدد کریں گے پھر انہوں نے غداری کی اور ہمیں قتل کروادیا۔

(کشف الغمہ: ۱۸-۲؛ الاحتجاج ج: ۲۴-۲؛ الارشاد: ۲۴۱؛ اعلام الوری: ۹۴۹)

اہل بیت کے شاعر فرزدق سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ سخت تعجب میں تھا کہ یہ کوفہ جارہے ہیں۔ اس نے کہا، اے اللہ کے رسول کے بیٹے! آپ اہل کوفہ کی جانب کیونکر مائل ہوئے ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے آپ کے چچا کے بیٹے مسلم بن عقیل کو شہید کیا۔ (کشف الغمہ: ۳۸-۲)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عرب کے ایک آدمی سے سوال کیا جو عراق سے آ رہا تھا۔ اس نے کہا، مجھے بتاؤ پیچھے کیا صورت حال ہے اس نے کہا: تم نے باخبر اور ماہر سے یہ سوال کیا ہے۔ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔ (الارشاد: ۲۱۸)

امامیہ شیعہ کا اہم مرکزی عالم جو دور حاضر کا ان کا آیت اللہ ہے۔ عظمیٰ محسن امین، کوفہ کے شیعہ نے خود اقرار کیا ہے کہ اس سے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا۔ تو اس نے اس موضوع کے تحت کہ حسین کا قاتل کون ہے لکھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیس ہزار شیعہ کوفیوں نے بیعت کی اور غداری کی آپ پر بغاوت کر دی جب آپ کی بیعت کا طوق ان کے گلوں پر تھا انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔ (اعیان الشیعہ: ۲۶-۱)

شیخ کاظم احسائی نجفی کہتا ہے: وہ لشکر جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیے نکلا تھا وہ تین لاکھ تھا یہ سارے کے سارے اہل کوفہ میں سے تھے ان میں ایک بھی شامی اور حجازی اور ہندی اور مصری نہ تھا بلکہ سب کے سب اہل کوفہ تھے۔ جو مختلف قبائل سے جمع ہوئے تھے۔ (عاشورہ: ۸۹)

یہ وہ شہادتیں ہیں جو امامیہ کے مراکز دے رہے ہیں کہ قاتلان حسین کوئی تھے۔

کیا اب وہ گھڑی نہیں پہنچی کہ شیعہ گروہ کے فرزند اپنے اعتقادات درست کر لیں کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کی تہمت اہل سنت پر نہ لگائیں۔ جبکہ سنی عالم کبیر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب منہاج السنہ میں فرماتے ہیں: اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی بھی لعنت ہو اس شخص پر جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا اشارہ کیا یا تعاون کیا یا اس پر راضی ہوا اگر سنیوں نے شہید کیا ہوتا تو ہر گز شیخ یہ نہ کہتے۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور ساسانی ملوکیت کا انحطاط

فارسی تشیع کے اہم مراکز نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے حادثہ کو جو کہ نہایت ہی المناک تھا اور کربلا میں رونما ہوا تھا۔ اس کی وجہ

یہ ہے کہ ان کے شیعہ نے ان سے خیانت کی اور تنہا چھوڑ دیا۔ انہوں نے تاریخ کو جامد کر دیا اور ہر سال عاشوراء کے دن اس کے گرد گھومتے ہیں اور انہوں نے ساری زمین کو کرکریا بنا دیا ہے۔ اور اس کے گرد ہی انہوں نے طرح طرح کی کہانیاں تیار کی ہیں اور وہ واقعات سنا کر یہ کینہ و نفرت پھیلانے میں کامیاب ہیں کافی عرصہ سے اس کے ذریعہ یہ مسلمانوں کے درمیان منافرت عام کر رہے ہیں۔ حقیقت میں یہ عظیم ساسانی ڈکٹیٹر شپ کے سقوط کے باعث ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کی طویل معروف روایت جو کہ شیعہ امامیہ کے نزدیک مقتل کے نام سے مشہور ہے یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ فارسی بہادر سیاوش سے جس طرح اس فارسی کے کارنامے اور قتل کو ابوقاسم فردوسی نے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے جسے شاہنامہ کہتے ہیں اسی طرح شہادت حسین رضی اللہ عنہ کو مبالغہ سے بیان کیا۔ (صناعة التشيع)

زین العابدین علی بن حسین المعروف سجاد کے خطابات

ایک نہایت ہی عمدہ خطاب ہے جسے رجال الکشی کے مولف نے لکھا ہے۔ کہ امام سجاد نے اپنے شیعہ کے غلو سے براءت کا اعلان فرمایا تھا۔ کہتے ہیں، یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام سے محبت کی حتیٰ کہ انہیں اللہ کا بیٹا قرار دے دیا۔ نہ تو حضرت عزیر کا ان سے تعلق ہے نہ ان کا ان سے تعلق ہے اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کی اور انہیں اللہ کا بیٹا بنا دیا نہ تو حضرت عیسیٰ کا ان سے کوئی واسطہ ہے نہ عیسائیوں کا ان سے رابطہ ہے۔ ہماری صورت بھی یہی ہے ہمارے شیعہ کی قوم بھی ہم سے محبت کرے گی۔ ہمارے بارے میں یہی کہے گی جو یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کے بارے میں کہا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا۔ سن لیں نہ تو ہمارا ان کے ساتھ تعلق ہے اور نہ ہی ان کا ہمارے ساتھ تعلق ہے۔ (رجال الکشی: ۱۱۱)

طبری نے وہ خطاب بیان کیا ہے جو سجاد نے اہل کوفہ سے کیا تھا۔ جس میں انہیں ڈانٹا ہے۔ فرمایا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں تم جانتے ہو کہ تم نے میرے ابا کے خلاف سازش کی اور انہیں دھوکہ دیا اور بے یار و مددگار چھوڑا۔

بربادی ہے تم پر! تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نظر سے دیکھو گے جب آپ تم سے کہیں گے تم نے میری عزت کو قتل کیا اور تم نے میری حرمت کو پامال کیا۔ تم میرے امتی نہیں تو کیا جواب ہوگا۔

تم ہم پر نوحہ کرتے ہو اور روتے ہو ہمیں کس نے قتل کیا ہے۔ تم نے ہی تو قتل کیا ہے۔ (الاحتجاج ج: ۲۹-۲۰)

سجاد رضی اللہ عنہ نے مزید کہا: اور انہوں نے ائمہ پر جھوٹ باندھنے والوں اور ابن سبا اور اس کے عقائد سے براءت کا اظہار کیا۔ کہا: لعنت ہے اس پر جو ہمارے اوپر جھوٹ باندھتا ہے میں نے عبد اللہ بن سبا کا ذکر کیا تو میرے جسم کا ہر بال ہل گیا اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اسے کیا ہے۔ اللہ اس پر لعنت کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، واللہ! ایک نیک بندے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے۔ انہیں جو بھی عزت و کرامت ملی وہ اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت سے ملی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی شرف و تکریم پایا وہ اللہ کی اطاعت کے ذریعہ ہی حاصل کیا۔ (رجال الکشی: ۱۰۰)

ارد بلی مقدس جو کہ امامیہ شیعہ کا اہم ستون ہے یہ کہتا ہے:

اہل عراق کا ایک وفد امام سجاد علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ اس نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں حرف

گیری کی۔ جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوا تو امام صاحب نے اس سے پوچھا۔ بتاؤ تم اول مہاجر ہو۔ جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ (۵۹/الحشر: ۸)

”جو لوگ اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے یہ اللہ کے فضل اور رضا طلب کرتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔“

اس وفد نے کہا، ہم ان میں سے نہیں۔

پھر انہوں نے کہا، تم یہ ہو:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

”وہ لوگ جنہوں نے اس سے پہلے گھر اور ایمان کو جگہ دی جو ان کی طرف ہجرت کرتے ہیں یہ ان سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے سینوں میں تنگی نہیں پاتے جو وہ دیے گئے اگرچہ انہیں ضرورت ہو۔ اور وہ خود پر ترجیح دیتے ہیں۔“

انہوں نے کہا، تم یہ ہو وفد نے کہا۔ ہم یہ نہیں۔ کہا: پھر تمہیں یہ کیسے جرأت ہوئی کہ تم ان دو بہترین فریقوں سے براءت و بیزاری کرو۔

انہوں نے کہا: میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ تم اس دعا کے اہل نہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

”جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزرے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے کینہ پیدا نہ کر۔

اے ہمارے رب! بے شک تو شفقت والا مہربان ہے۔“

کہا: امام صاحب نکل جاؤ یہاں سے اور دور ہٹ جاؤ اللہ تمہارا برادر کرے۔

(رجال الکشی؛ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ: ۷۸)

یہ ایک شیعہ کامرکز ہے اور یہی روایت بعینہ سنی کتاب میں ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۳۷-۳)

امام زین العابدین کا یہ معاملہ اس بات کو اور مضبوط کرتا ہے کہ انہوں نے عقیدہ تشیع کو چھوڑ دیا تھا جو جمہور مسلمانوں کے خلاف تھا۔ احمد کا تب شیعہ لکھتا ہے۔ کہ امام علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت بتا کر بیان کرتی ہے کہ وہ تشیع دینی سے بہت دور تھے۔ انہوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کی تھی حالانکہ یہ بیعت واقعہ حرہ کے بعد ہوئی تھی۔ انہوں نے شیعہ قیادت کو اس وقت چھوڑ دیا جو

اپنے باپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے انتقام کا مطالبہ کرتے تھے اور انتقام پر تیار تھے۔ مگر یہ سیاست سے علیحدہ ہو گئے۔ امامت کا دعویٰ نہ کیا اور نہ ہی اس کا پیچھا کیا۔ یہی کاتب شیخ صدوق کا قول نقل کرتا ہے یہ چوتھی صدی ہجری کے وسط کا امام شیخ ہے۔ امام سجاد لوگوں سے میل جول سے الگ ہو گئے صرف خاص ساتھیوں سے ملتے تھے اور نہایت ہی عبادت گزار تھے۔ اور علم سے وابستہ تھے اور آپ شیعہ کو یہ وصیت کرتے تھے کہ حاکم کے سامنے سرنگوں رہیں اور اس کی اطاعت کریں اور خود کو اس کی ناراضی کا نشانہ نہ بنائیں اور سلطان کی طرف سے ملنے والے ظلم پر برا بیچنے ہونے والوں کو ذمہ داری کا احساس دلاتے تھے کہ خروج نہ کریں۔

(التشیع السیاسی والتشیع الدینی: ۳۴؛ اکمال الدین: ۹۱؛ امالی الصدوق: ۳۹۶)

امام محمد بن علی المشور باقر رحمہ اللہ کا بیان

یہ فرماتے تھے کہ اگر تمام لوگ ہمارے شیعہ بن جائیں تو ان میں ۴/۳ ہم سے شک میں ہوں گے اور ۱۱/۴ احق ہوں گے۔

(کشف الغمہ: ۷۹)

امام جعفر بن محمد المشور امام صادق رحمہ اللہ کا بیان

امام صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر ہمارا مہدی برپا ہو تو وہ شیعہ کے کذابوں کو قتل کرنے سے ابتدا کرے گا۔ منافقوں کے بارے میں جو بھی آیت اللہ نے نازل کی ہے وہ تشیع میں جھوٹ موجود ہے۔ (کشف الغمہ: ۲۵۳)

مزید کہتے ہیں اپنے جوانوں کو غالی شیعوں سے بچاؤ، یہ انہیں فساد کا شکار نہ بنادیں یہ غالی اللہ کی مخلوق میں سے بدترین ہیں۔ یہ عظمت الہی کی تحقیر کرتے ہیں اور یہ اللہ کے بندوں کے لیے ربوبیت کا دعویٰ کرتے ہیں ہمارے بارے میں ان کی بات قبول نہ کرو۔ وہ قبول کرو جو ہماری بات قرآن و سنت کے موافق ہے۔ (معجم رجال الحدیث: ۱۲۵۸۷)

امام موسیٰ بن جعفر المشور کاظم رحمہ اللہ کا بیان

کلینی بیان کرتا ہے یہ فرماتے ہیں اگر میں اپنے شیعہ کو ممتاز کروں تو سب کو مرتد پاؤں گا۔ (الروضہ من الکافی: ۲۲۸)

سیدہ زینب بنت امام علی رضا رحمہ اللہ کا بیان

سیدہ نے اس جلیل القدر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خطاب کیا اور کہا، اے دھوکہ بازو، اور غدارو! اپنے بھائی اور سراپائے رسوائی لوگو! تمہاری مثال اس عورت کی مانند ہے جسوت کا تنے کے بعد اسے ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔ تم صرف زبان دراز ہو، جھوٹ کا پلندہ اور غدر کا ملغوبہ ہو۔ کیا تم میرے بھائی پر روتے ہو۔ ہاں۔ واللہ! روتے رہو۔ زیادہ روئیں اور کم ہنسیں خاتم نبوت پیغمبر کے نواسے کو شہید کر کے ہمیشہ کے لیے عار لے لی ہے۔ (الاحتجاج: ۲۹-۲۰)

سیدہ فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما کے تاثرات

اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں اور واقعہ کربلا کے بعد ان پر بددعا کرتی ہیں۔

فرماتی ہیں: اے اہل کوفہ! اے اہل غدر و مکر اور فخر! ہم اہل بیت کو اللہ نے تمہارے ذریعہ آزمایا ہے۔ اور تمہیں ہمارے

ذریعہ آزمائش میں ڈالا ہے تم نے ہمیں کافر قرار دیا اور ہم سے لڑنا تم نے حلال تصور کیا اور ہمارے مال لوٹے گئے، تم نے ہمارے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کل کی بات ہے تم نے قتل کیا، تمہاری تلواریں ہم اہل بیت کے خون سے ٹپک رہی ہیں۔ تباہی ہو تمہارے لیے، لعنت کا انتظار کرو اور قیامت کے دن کے المناک عذاب کے منتظر رہو۔ کیونکہ تم نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (الاحتجاج: ۲۸-۲) اتنی حیا سے عاری قوم تھی کہ ان میں سے ایک نے جواب دیا ان باتوں کا اعتراف کیا یہ کوفہ کے بدکاروں میں سے تھا۔ اور اس نے بڑے فخر سے بات کی اور درج ذیل اشعار پڑھے:

نَحْنُ قَتَلْنَا عَلِيًّا وَ بَنِي عَلِيٍّ
بِسُيُوفٍ هِنْدِيَّةٍ وَ رِمَاحِ
”ہم نے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹوں کو ہندی تلواروں اور نیزوں سے قتل کیا ہے۔“
وَ سَبَيْنَا نِسَاءَهُمْ سَبَى تَرْكِ
وَ نَطَحْنَاهُمْ فَأَيَّ نَطَاحِ

”اور ہم نے ان کی خواتین کو قیدی بنا کر وراثت کا ترکہ بنا دیا۔ اور ہم نے ان کا ہر طرح مقابلہ کیا۔“

(۲) اہل بیت کے اقوال سنی کتابوں سے

اہل سنت کی کتابوں میں ایسی نصوص ہیں جو ہم نے شیعہ کتابوں سے اہل بیت کے اقوال نقل کیے ہیں ان کی مانند ہی یہ اقوال بھی کینہ سے صاف ہیں جو کہ شیعہ فارسی نے کینہ پروری کی وہ ان میں نہیں۔

(امام علی رضی اللہ عنہ) کوفہ کے منبر پر فرماتے ہیں اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ہے۔ (لالکائی: ۱۳۶۶-۷)

مزید فرماتے ہیں: اگر کوئی مجھے حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما پر برتری دے گا تو میں اسے بہتان لگانے والے کی حد سے سو کوڑے ماروں گا۔ (السنہ: ۵۶۱)

جب مسلمان امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھا کر لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے جنازہ کے وقت فرماتے ہیں۔ مخلوق میں سے کوئی بھی ایسا نہیں مجھے پسند ہو کہ جب میں اللہ سے ملوں تو میرے اعمال اس کی مانند ہوں جیسے اے عمر! تم ہو۔

اللہ کی قسم! مجھے کافی مضبوط گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ سے نوازے گا۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ میں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما گئے۔ مجھے امید واثق ہے اللہ تمہیں ان کے ہمراہ کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

(امام حسن رضی اللہ عنہ) سے عمرو بن اضم نے سوال کیا کہ شیعہ کا خیال ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت سے پہلے آئیں گے۔ فرمایا، واللہ! انہوں نے جھوٹ بولا ہے یہ ہمارے شیعہ نہیں۔ اگر ہمیں یہ علم ہوتا کہ آپ رضی اللہ عنہ آئیں گے تو ہم آپ کی خواتین کی آگے شادی

نہ کرتے اور نہ ہی ہم آپ کی وراثت کا مال تقسیم کرتے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲۶۳-۳)

(امام محمد باقر) جابر جعفی سے فرماتے ہیں۔ عراق میں بعض لوگ ہیں ان کا خیال ہے کہ میں نے انہیں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینے کا حکم دیا ہے۔ انہیں بتادے میں ان سے براءت کا اعلان کرتا ہوں اور اللہ ان سے بری ہے۔ اس ذات کی قسم! محمد کی جان جس کے ہاتھ میں ہے اگر میں والی بنا تو انہیں قتل کر کے اللہ کا قرب حاصل کروں گا۔ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں کے لیے دعائے مغفرت اور دعائے رحمت نہ کرتا ہوں۔ (الاعتقاد للبیہقی: ۳۶۱)

(امام زید بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے براءت کا اظہار کرنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے براءت کا اظہار کرتا ہے۔ اب مرضی ہو تو پیش کرے مرضی ہو تو رک جائے۔ (النہی عن سب الاصحاب للمقدس: ۷۵)

(امام صادق رضی اللہ عنہ) نے سالم بن ابوبکر سے کہا، اے سالم! حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دوستی رکھنا اور ان کے دشمن سے براءت کا اعلان کرنا۔ کیونکہ یہ ہدایت کے امام تھے۔ پھر امام رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔ کیا آدمی اپنے نانا یا دادا کو گالی دیتا ہے۔ ابو بکر میرے دادا ہیں۔ روز قیامت مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش نصیب نہ ہو اگر مجھے ان سے دوستی نہ ہو اور ان کے دشمن سے بیزاری نہ ہو۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲۵۸-۶)

ان میں سے ایک نے امام سے سوال کیا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا خیال ہے۔ فرمایا، تو مجھ سے ان کے متعلق پوچھتا ہے جنہوں نے جنت کے پھل کھائے ہیں۔ اللہ اس سے بری ہے جو ان سے براءت ظاہر کرتا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء: ۲۶۰-۶)

اس مقام پر مناسب ہے کہ خانہ نبوت کے جولا ئق ہے اس کا ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ان کے عقائد روح اسلام اور آیات قرآنی سے میل کھاتے ہیں یہ سچے امام اور صادق تھے یہ ہر اس نسبت سے بری اور پاک ہیں جو افتراء پردازوں نے ان کی طرف کی ہے اور جو جھوٹ بہتان ان کی مقدس قبائیں لگایا ہے وہ بری ہیں۔

کیا کوئی دانشمند ایسا کر سکتا ہے کہ اس امام صادق کو اپنے نانا کی شریعت کے احکام معطل کرنے میں حصہ دار قرار دے۔ اور لوگوں کو نافرمانیوں پر ابھارے بلکہ کبیرہ گناہوں پر آمادہ کرے اور اپنی خود ساختہ حجت جو کہ شیعہ میں عام پھیل چکی ہے کہ محب علی رضی اللہ عنہ جو چاہے کرے اللہ اسے بخش دے گا اور حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر رونے والا جو چاہے گناہ کرے کوئی حرج نہیں۔ یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ امام صادق کو جہلاء کو حج قرار دیں اور قبر حسین پر جانا مکہ مکرمہ اور کعبہ مشرفہ کے حج سے افضل قرار دیں اور اسلام کی عظیم نشانی حج کو بے کار کر دیں۔ انہوں نے اپنی ساری عمر اپنے باپ باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں گزاری۔ اور وہیں وفات پائی وہیں دفن ہوئے اگر کر بلاء افضل تھی تو وہاں جاتے۔

صورت حال یہ ہے کہ دین کا ستون اور اسلام کا بنیادی رکن نماز کو گرانے کی کوشش ہوئی ہے۔ اسے چھوڑنے کی رخصت دی ہے۔ رمضان کے روزے ترک کرنے کی رخصت دی ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کو بیس حج سے افضل قرار دیا ہے اور شراب نوشی کو معمولی بات قرار دیا ہے یہ سب جھوٹ کلینی نے ان سچے اماموں صادق اور باقر رضی اللہ عنہما کی جانب منسوب کیے ہیں۔

ان کے جھوٹ درج ذیل ہیں۔

امام باقر نے کہا ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نمازیوں سے محبت رکھتا ہوں مگر نماز نہیں پڑھتا اور میں روزہ داروں سے پیار کرتا ہوں مگر میں روزہ نہیں رکھتا۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ (الروضة: ۸) شیعہ اس کتاب کو اصول مانتے ہیں یہ کتاب الروضہ جو ہے شیعہ کے اصول میں سے ہے۔ انہوں نے امام صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ یہ کہتے ہیں۔ محب علی شراب نوش بھی ہو تو بخشنا جائے گا۔ (رجال الکشی: ۱۴۳) اور یہ بھی ان کی طرف منسوب ہے جو بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں شعر کہتا ہے اور روتا ہے اور رلاتا ہے، اللہ اس کے لیے جنت واجب کر دیتے ہیں۔ (حوالہ مذکور: ۲۴۶) نیز ان کا خیال ہے جو عرفہ کے دن قبر حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کرتا ہے اللہ اس کے لیے امام مہدی کے ساتھ مل کر دس لاکھ حج کا ثواب دیتا ہے اور دس لاکھ عمروں کا ثواب دیتا ہے جو رسول اکرم ﷺ کی معیت میں کیے ہوں اور دس لاکھ غلام آزاد کرنے کا ثواب پاتا ہے۔ (الوافی: ۲۲۳۔ ۸)

شیعہ کہتے ہیں امام صادق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا: میں نے انیس حج کیے ہیں دعا کیجئے اللہ میرے بیس حج مکمل کروادے۔ انہوں نے کہا: کیا تو نے قبر حسین کی زیارت کی ہے؟ کہا۔ نہیں، فرمایا: ان کی زیارت بیس حج سے بہتر ہے۔ (الوافی: ۲۱۹۔ ۸)

اگر یہ باتیں درست ہیں تو پھر ان دو سچے اماموں نے اپنے شیعہ کے لیے کوئی عبادت باقی نہیں چھوڑی نماز گرا دی، روزہ گرا دیا، حج گرا دیا، باقی کیا رہا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ان اہل بیت کے ائمہ خیر پر بہتان ہے یہ بالکل بری ہیں۔ اور ان کے ساتھ باقی عترت مطہرہ بھی ان من گھڑت اور خود ساختہ عقائد سے بری ہیں۔

تاریخی اور عصر حاضر کے مشاہدات و واقعات

کسی امت یا گروہ کے متعلق جستجو رکھ کر پڑھنے والا جو ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس امت یا گروہ کے عقائد پڑھے۔ اور اس کی تاریخ کی ورق گردانی کرے۔ اور اس کے واقعات میں غور کرے۔ اس سے پہلے ہم فارسی تشیع کے عقائد کے متعلق مباحث کتاب میں تحریر کر چکے ہیں ان کی بنیاد امامیہ اثنا عشری شیعہ نے رکھی ہے۔

اب ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ ایک مستقل بحث نہایت ہی مختصر طور پر تاریخی مشاہد کے بارے میں رقم کریں جس میں بتایا جائے کہ یہ عقائد رکھنے والے ایسے تھے، انہیں جب بھی اسباب قوت وافر مقدار میں میسر آئے یا حکومت ملی تو انہوں نے ہر زمان اور ہر مکان میں فساد کیا اور ان کے بعد یعنی پرانی تاریخ کے واقعات کے بعد ہم عصر حاضر کے کچھ واقعات بیان کریں گے۔

(۱) آل بویہ کی حکومت

یہ ۳۳۲ھ سے لے کر ۴۴۷ھ تک رہی ہے۔ یہ فارسی قوم تھی۔ خلافت عباسیہ پر اس نے تسلط جمایا۔ جب یہ خلافت ضعف و انحطاط کا شکار ہوئی اس وقفہ میں یہ غالب آئے اس حکومت کے سامنے فارس، رے، احواز، سرگلوں ہوئے اور ماوراء النہر کے زیادہ تر علاقے بھی زیر اثر آئے۔ پھر یہ بغداد میں داخل ہوئے اور وہاں فساد برپا کیا۔ انہوں نے اپنی بدعات کا اظہار کیا صحابہ کرام پر سب و شتم کیا اور یہ مساجد کی دیواروں پر لکھ دیں تاکہ مسلمانوں میں ہيجان پیدا کریں۔ انہوں نے شیعہ طور طریقہ ظاہر کیا سب سے پہلے عاشورہ کے دن بدعت انہوں نے ایجاد کی۔

معز الدولہ نے دس محرم کو حکم دیا کہ لوگ کام چھوڑ دیں۔ اور سوگ کا اعلان کریں اور سیاہ لباس پہن لیں اور مجلس کی بدعت ایجاد کی جو غدیر کی عید کے نام سے جاری ہوئی۔ بغداد میں اس میں اظہار زینت کیا جاتا تھا۔ رات کو بھی بازار کھلے رکھتے تھے۔ اور ڈھولک پیٹی جاتی۔ آگ روشن کی جاتی، جیسا کہ عید الفطر اور عید الضحیٰ میں کیا جاتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ: ۲۴۳-۱۱)

ان کی حکومت نے فتنہ اور گروہی جنگ کی آگ جلائی۔ عاشورہ ہر برس عراق میں خانہ جنگی سنی اور شیعہ قبائل لڑنے لگے اس لڑائی میں سینکڑوں لوگ قتل ہوتے۔

انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا معطل کر دیا۔ سرحدیں بے کار کر دیں اور مہدی معصوم امام جو غائب تھا اس کے دعویٰ میں یہ معطل کیا تھا کہ اس کے جھنڈے تلے ہی جہاد ہوگا۔ اس کے علاوہ جائز نہیں۔ اس خانہ جنگی نے دشمنان اسلام کے لیے یہ فرصت پیدا کی خصوصاً رومیوں نے بہت غنیمت جانا تاکہ وہ بڑی بڑی اسلامی سرحدیں واپس لیں ان کی مسلمانوں کے دلوں میں بہت ہیبت بیٹھ گئی تھی۔ ان کے عہد میں امت میں مصائب کا بہت اضافہ ہوا حتیٰ کہ فارس اور رے، کے ملک اور دار الخلافہ اصفہان کو ساسانی لے گئے۔ اور شہنشاہ کا لقب ایجاد ہوا اور نئے انداز سے کسریٰ لقب ابھرا۔ (موقع مفکر الاسلام۔ ماذا ينتظر السنة

من الحكومة العراقية الشيعية: ۲۰۰۵ / ۵ / ۵) ان کے زمانہ میں ہی اصول کی کتابیں تالیف ہوئیں جو کہ تشیع فارسی کی ہیں جیسا کہ کلینی، قمی، الصدوق، طوسی، المفید ہیں یہ نمودار ہوئے اور ان کے شیعہ کے مؤرخ ظاہر ہوئے جنہوں نے اس طرف توجہ کی اور ان کی تاریخ کو سہارا دیا۔ ان میں ابوالفرج اصفہانی ہے۔ یہ فارسی الاصل نہ تھا لیکن یہ تشیع فارسی کا خادم تھا اس کی تالیفات آل بویہ کے زمانہ میں بہت پھیلی تھیں۔

(۲) دولتِ فاطمیہ

یہ ۲۹۷ھ سے لے کر ۵۶۷ھ تک رہی۔ اسے غلاموں کی حکومت بھی کہتے ہیں ان کی حکومت بلاد مغرب میں قائم ہوئی۔ یہ یہودیت کی اصل میں سے ہے۔ (سیطرة الشيعه)

اس کی بنیاد یمون القذاح الفارسی الباطنی نے رکھی تھی۔ اس کا نام عبید اللہ تھا اور اس نے خود کو مہدی کا لقب دیا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے الہ کہا تھا۔ اور اس کے علم غیب کا دعویٰ کیا تھا۔ اس نے اہل بیت کی طرف انتساب کیا ہے۔ اور کہتا تھا میں اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اس کی حکومت کا نام دولتِ فاطمیہ رکھا ہے۔ حقیقت میں یہ دولت باطنیہ ہے۔ (دولت سلاجقہ) اور بروز مشروع اسلامی لمقاومة التغلغل الباطنی والغزو الصلیبی: ۵۴) جوہر صقلی اسماعیلی کے قبضہ کے بعد ۳۵۹ھ میں یہ مصر منتقل ہوئے۔ اور یہ اہل مصر کے، اہل شام اور اہل یمن و حجاز کے سینوں پر قابض رہے۔ یہ دو صدیاں قابض رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حکومت کو صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ختم کیا یہ ۵۶۷ھ کی بات ہے۔ مسلمانوں کے لیے ان کی حکومت کیسی تھی اس عرصہ میں انہوں نے امت مسلمہ کے ساتھ کیا سلوک کیا وہ درج ذیل ہے۔ عبیدیوں نے یہ سیاست کی کہ اہم مناسب پر یہود و نصاریٰ کو متعین کر دیا تاکہ مسلمانوں کو ذلیل کریں اور انہوں نے مصریوں کو مجبور کیا کہ یہ سنی مذہب تبدیل کریں اور غالی شیعہ ہو جائیں انہیں ترغیب اور لالچ بھی دیا اور ڈر یا دھمکا یا بھی تھا۔ انہوں نے عبادت کے ہر نشان کو بدل ڈالا اور اپنے مذہب کا رنگ دیا۔ عید میلاد اور موجودہ صوفیانہ طریقہ جو مصر میں ان کے آثار قدیمہ میں سے ہیں۔

انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین پر علانیہ سب و شتم کیا۔ اور اذان میں ”اشھدان علیا و لئی اللہ“ اور ”وحی علی خیر العمل“ کا اضافہ کیا۔ ابن بابویہ قمی کہتا ہے۔ آذان میں یہ اضافہ صفویوں کے دور میں پیدا ہوا ہے۔ یہ مفوضہ غالی گروہ ہے ان کے ہاتھوں وجود میں آیا ہے۔ (التوحید للقمی: ۲۳۸؛ من لا یحضرہ الفقیہ: ۱۳۳) ابراہیم حیدری بتاتا ہے اذان میں یہ اضافہ عراق میں ۱۸۷۰ میں ہوا یہ اس وقت ہوا جب قاجاری بادشاہ ناصر الدین شاہ نے کربلا کی زیارت کی اس نے موذن کو حکم دیا اس نے یہ اضافہ کیا شیعہ کے ہاں اس کی ابتدا ہونے لگی۔ (تراجید یا کربلا: ۳۸۴) انہوں نے نماز تراویح کو معطل کیا ان کے عہد میں ہی نصیر یہ اور دروز فرقی نمودار ہوئے۔ انہوں نے روم کی بازنطینی حکومت سے مسلمان سلجوقی ترکوں کے خلاف معاہدہ کیا یہی سلجوقی ترک ہیں جنہوں نے بعد میں عراق میں آل بویہ کی حکومت کو گرایا اور عبیدیوں کے ہاتھوں سے شام کو آزاد کرایا۔ انہوں نے ان صلیبی کافروں سے جو کہ شام میں حملہ آور ہوئے تھے۔ ان سے معاہدہ کیا تھا جو نور الدین زنگی اور محمود اور اسد الدین شیرکوه اور صلاح الدین کی مصر کی جانب پیش قدمی روکنے آئے تھے یہ ان کے حلیف بن رہے تھے۔

انہوں نے عالم اسلام کو تقسیم کر دیا تھا۔ اور امت کو فتنہ میں ڈال دیا۔ اور مسجد اقصیٰ جو کہ مقدس ہے اسے ضائع کر دیا۔ انہوں نے از ہر یونیورسٹی بھی تعمیر کی تاکہ غالی شیعہ مذہب کا پرچار کریں مگر اللہ نے اسے اسلام کے لیے مینارہ نور بنا دیا۔ انہوں نے لوگوں کے عقائد خراب کیے حتیٰ کہ حاکم عبیدی نے خطباء کو ۳۹۶ھ میں حرمین میں بلایا اور انہیں خرابی پھیلانے کا حکم دیا۔ تاہم امت کے علمائے کرام نے اس نفاق کا چچھا کیا اور اس کی تردید کی۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے باطنیہ کے رد میں کتاب تالیف کی اس کا نام انہوں نے ”کشف الاسرار و ہتک الاستار“ رکھا۔ وہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

باطنیہ ایسی قوم ہے جو رافضیت ظاہر کرتی ہے اور خالص کفر دل میں رکھتی ہے۔ (البدایہ والنہایہ: ۳۴۶-۱۱) انہوں نے علمائے کرام اور اہل سنت کے قائدین کے خاتمہ کے لیے شہنوں کے ذریعہ قاتلانہ حملے کرنے کی سیاست کھیلی۔ انہوں نے حشاشین (ہیروئن نوش) کی جماعت تیار کی جس کی بنیاد حسن صباح فارسی نے رکھی تھی۔ یہ وہ تھا جس نے اسماعیلی باطنیہ فرقہ کے عقائد کی تربیت حاصل کی اور شیعیت اختیار کر لی یہ بھی تکفیر کا قائل تھا کہ اہل سنت بالکل کافر ہیں جیسا کہ قرامطہ اور خرمیہ فرقوں کا خیال ہے۔ یہ وہ فرقے ہیں جو معتد، مامون اور معتصم کے دور میں تھے ان حشاشیوں نے اپنا رعب جمایا اور لاقانونیت پیدا کی اور بغداد اور موصل اور دمشق اور حلب وغیرہ میں انہیں خوفزدہ کیا اور مسلمانوں کو ہراساں کر کے رکھا۔

علی صلابی نے اپنی کتاب کے آخر میں لکھا ہے ادھر رجوع کرتے ہیں وہ اس عنوان کے تحت لکھتا ہے۔ وہ علمائے کرام اور سپہ سالاران جو باطنیہ کے ہاتھوں اچانک قتل ہوئے ان کے ناموں کی فہرست، یہ لوگ سیاست، فکر اور جہاد کے میدان میں اپنی قیادت و توجیہ کے شعبہ کے حکم کی اطاعت کرتے تھے اور مسلمان جب قتل ہوئے، ان میں سے زیادہ تر صلیبوں اور باطنیوں کی خدمت کے طور پر کرتے تھے۔ یہ مسلمان جب قتل ہوئے ان میں سے زیادہ تر روزے کی حالت میں تھے یا نماز جمعہ ادا کر رہے تھے یا مساجد میں دینی وعظ و نصیحت میں مصروف تھے۔ (دولة السلجوقیہ: ۶۵۶) اس نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ یہ باطنیہ اپنی حرکات کی وجہ سے مشرکوں سے بھی بڑھ کر کافر ہیں۔ اور ان کا نقصان امت محمدیہ کو جنگجو کفار سے بھی بڑھ کر ہے۔ جیسا کہ فرنگی تاتاری کافر تھے یہ ان سے زیادہ خطرناک تھے۔ یہ نادان مسلمانوں کے سامنے توشیعت اور اہل بیت سے دوستی کا اظہار کرتے ہیں حقیقت میں نہ تو ان کا اللہ پر ایمان ہے نہ اس کے رسول پر اور نہ ہی اس کی کتاب پر ایمان ہے۔ (فتاویٰ: ۱۴۹-۳۵) ان عبیدیوں کی امامیہ کے بڑی مدح سرائی کرتے ہیں، جیسا کہ محسن امین ہے محمد جواد مغنیہ ہے انہوں نے انہیں ان کی بزرگی کا معمار قرار دیا ہے اور اپنے مذہب کے داعی کہا ہے۔ (اعیان الشیعہ، الشیعہ فی المیزان)

(۳) ابن علقمی شیعہ کی خیانت

اس نے خلافت عباسیہ سے خیانت کی اور سقوط بغداد بھی تاتاریوں کے ساتھ مل کر اس کی سازش کی وجہ سے ہی ہوا ہے۔ یہ ۶۵۶ھ میں یہ سانحہ رونما ہوا تھا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن علقمی عباسی خلیفہ مستعصم کا وزیر تھا۔ لیکن اس نے منصوبہ بندی کر رکھی تھی کہ خلافت پر قبضہ کرے اور اہل سنت کو برباد کرے۔ اور غالی امامیہ کے مذہب کی سلطنت قائم کرے اس نے اس منصب وزارت کو غنیمت جانا اور خلیفہ کی

غفلت سے فائدہ اٹھایا کہ خلیفہ نے اس کے مشورہ کو نافذ کیا تو ابنِ علقمی نے اپنے منصوبہ کو تین مراحل میں نافذ کیا۔
(۱) اس نے لشکر کو کمزور کیا وہ اس طرح کہ اسے کھلا چھوڑ دیا اور ان کی تنخواہیں ختم کر دیں۔ اور فوج کی تعداد تھوڑی کر دی۔ صرف (۱۳۰۰۰) رہ گئی ان کی ایک لاکھ تعداد تھی جو جنگجو تھے۔ گھٹ کر تیرہ ہزار رہ گئی تھی۔ تاریخ نے یہی کام اس دور میں عراقی فوج میں دہرایا ہے۔ شیعہ گروہ نے ہر معاملہ قابض امر کی فوج کے ساتھ مل کر طے کیا تھا۔

(۲) (مرحلہ) جو ابنِ علقمی نے اختیار کیا وہ یہ تھا کہ اس نے تاتاریوں سے خط و کتابت جاری رکھی۔ اور انہیں شہروں پر قبضہ کا لالچ دیا اور ان کے سامنے آدمیوں کی کمزوری اور فوج کی قلت کا انکشاف کیا۔ یہاں بھی تاریخ نے خود کردہ ریا۔ غالی شیعوں کے گروہوں کے قائدین نے امریکہ سے مدد طلب کی یہ عراق پر قبضہ کرے پھر اس کی حکومت شیعہ کے حوالہ کر دے اور خود بھی اس میں رہے تاکہ اہل سنت کے مضبوط مراکز کا تصفیہ ہو سکے اور بہانہ یہ ہو کہ ہم دھمکیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔
(۳) مرحلہ یہ طے کیا کہ اس نے تاتاریوں کے خلاف لڑنے سے روک دیا۔ اور خلیفہ اور لوگوں کو بھی روک دیا۔ اس نے یہ

تاثرات پھیلار کھے تھے کہ تاتاری بادشاہ ان سے مصالحت چاہتا ہے۔

خلیفہ سات سو سوار لے کر نکلا جن میں قاضی تھے، فقہا تھے، امرا اور اہم ارکانِ سلطنت تھے اس حیلہ سے خلیفہ اور اس کے ساتھی قائدین کا خاتمہ تاتاریوں نے بغیر کسی محنت کے تمام کر دیا۔ جس نے خلیفہ کو قتل کرنے کا مشورہ دیا وہ نصیر الدین طوسی تھا۔ جو کہ اُلموت کے علاقہ میں حشاشیوں کا وزیر تھا۔ اور اسکے ساتھ ہلاک بھی تھا جو عراق کی جنگ کے راستہ میں اس سے ملا تھا۔ پھر یہ ملک پر حملہ آور ہوئے اور جو بھی مرد اور خواتین ملے اور بچوں اور مشائخ، بوڑھوں اور جوانوں میں سے جو بھی ملا نہیں قتل کر دیا۔ اور انہوں نے ہاشمیوں کو بھی قتل کیا۔ اور ان کی خواتین کو قیدی بنالیا۔ اور انہوں نے خطاب پیش اماموں اور حاملینِ قرآن کو بھی تہ تیغ کیا اور مساجد کو اور جمعات اور جماعتوں کو کوئی ماہ تک بغداد میں ویران کر دیا۔ سوائے یہود، نصاریٰ اور اہل ذمہ کوئی نہ بچا یا جو ان کی پناہ میں آیا وہ بچا۔ مسلمان مقتولوں کی تعداد لاکھوں میں پہنچ گئی۔ یہ ابنِ علقمی کی مجرمانہ کاروائی تھی اور طوسی کی وجہ سے بغداد کا سقوط ہوا اور تباہی آئی اور یہ اہم ترین سبب تھا مشرقی شہریت پستی میں گری اور مغرب میں منتقل ہو گئی۔ امامیہ کے اہم مراکز اور ستون ابنِ علقمی اور طوسی کی اس کارستانی کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور ان کے ساتھ فخر کرتے ہیں۔ ان میں ابراہیم رنجانی ہے۔ (آئمی المطالب: ۷۵۲) عقائد الامامیہ: ۲۳۱-۳) محمد باقر خوانساری ہے (روضات الجنات: ۲۷۹-۶) خمینی ہے یہ تو نصیر الدین طوسی کی یوں مدح کرتا ہے جو کہ تاتاریوں کا مفتی تھا اور بغداد کی خونریزی میں ان کا شریک تھا۔ یہ اس کے بارے میں کہتا ہے یہ بعد والوں میں سے افضل ترین ہے اور پہلوں سے اکمل ہے۔ یہ خواجہ نصیر الدین طوسی ہے اس کے مقام میں بلندی ہو۔ (کتاب الاربعین: ۶۱۲-۲)

ان کے علاوہ بھی اس کی ثناء کرتے ہیں۔ (الفکر التکفیری عند الشیعہ حقیقہ وافتراء: ۱۶۲) اس میں شیعہ مؤلف ابنِ کثیر رحمہ اللہ کی روایت سے بیان کرتا ہے پھر اس کے بعد وہ روایات لاتا ہے جو شیعہ کی کتب کے مشابہ ہیں۔ مثلاً، ریاض المسائل، ارشاد الاذہان کتابیں ہیں جن سے بیان کرتا ہے۔ پھر مؤلف نے وہ کتابیں جو طوسی اور ابنِ علقمی اور علی بن یقظین جیسے فتنہ پرور لوگوں کی تعریف کرتی ہیں ان کا ذکر کرتا ہے۔

(۴) حکومت صفوی

یہ ۹۰۷ھ تا ۱۱۲۸ھ تک رہی ہے۔ یہ بدترین اور خبیث ترین غالی شیعوں کی حکومت ہے جو روئے زمین پر رونما ہوئی۔ اس کی بنیاد شاہ اسماعیل بن حیدر صفوی نے رکھی تھی۔ اس نے ترکمانی قبائل کے سہارا پر اسے قائم کیا جو قزلباش کے نام سے مشہور تھے۔ اس کا دعویٰ تھا میں اہل بیت سے ہوں اس نے غالی شیعوں کو جمع کیا اور ایرانی ٹیلہ کے مشرق میں ٹھہرا اور وہاں صفوی سلطنت معرض وجود میں آئی جو اس کے بعد آذربائیجان اور قوقاز شک میں پھیل گئی اس نے دولت عثمانیہ کا مقابلہ کیا جو کہ اس وقت عالم اسلام کی قائد تھی۔ اور عید یوں نے دولت عباسیہ کے ساتھ دوبارہ تجربہ آزمائی کی تھی۔ اور دولت صفوی کی اساس اور نقطہ ارتکاز یہ تھا کہ بظاہر شیعہ بنیاد پر حکومت استوار کرے۔ لیکن یہ مجوسی زردشتی اور مشرائی یعنی ایرانی آریہ کے پرانے رنگ میں مکمل طور پر رنگی ہوئی تھی۔

(مجلۃ البیان: ۲۶۳، ص: ۷۴؛ الطقوس الشیعہ صناعة ایرانیہ)

صفویوں نے فارسی شیعہ عقائد کا پرچار کیا

شاہ اسماعیل صفوی نے شدید تباہ کن جنگیں اہل سنت کے خلاف ہپائیں، ازبک، عراق، قوقاز اور ایران میں جو جنگیں ہپائیں ان میں تقریباً دس لاکھ سنی مسلمان شہید ہوئے یہ سنی علما کو تلاش کرتا اور ان پر اچانک حملہ کرتا۔ ان کی کتابیں جلادیں ان کے مدارس گرا دیے اور ان کے مصحف پارہ پارہ کر دیے۔ جب یہ تبریز کے شہر پر قابض ہوا اور اس نے تشیع کو ان پر نافذ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے مشیروں نے اسے نصیحت کی کہ وہ ایسا نہ کرے۔ کیونکہ اس شہر کے باسی ۲۳ حصہ سنی مسلمان ہیں۔ تو اس نے جواب میں کہا: میں اس کا پابند ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور معصوم ائمہ میرے ساتھ ہیں۔ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ میں جب بھی لوگوں سے اعتراض سنو گا تو اللہ کی مدد سے میں ان میں تیغ زنی کروں گا۔ ان کے بارے میں اللہ میری مدد کرے گا۔ میں ان میں سے ایک بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ (لمحات اجتماعیه من تاریخ العراق: ۵۶-۱)

یہ صفوی شاہ دائمی جنگوں اور عثمانیوں کے ساتھ لڑائیوں میں مصروف رہا اور اس نے ان عثمانیوں کے خلاف اس وقت اسلام کے سخت ترین دشمن جو کہ پرتگالی تھے ان سے معاہدہ کیا اور خلیج عربی کے جنوب کی جانب سے کچھ حصے انہیں سونپ دیے پرتگالی فوج کا سپہ سالار ایک دستہ فوج لے کر شاہ اسماعیل صفوی کے پاس آیا اور شاہ سے کہا: میں تمہارا بہت احترام کرتا ہوں اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ تم نے اپنے ملک کے عیسائیوں کو بہت عزت و احترام دیا ہے اور میں جنگی بیڑہ، فوج اور اسلحہ پیش کرتا ہوں تاکہ تم اسے استعمال کر کے ہندوستان سے ترکوں کو نکال دو اور اگر آپ کا ارادہ ہو تو بلاد عرب پر بھی ٹوٹ پڑو۔ اور مکہ پر حملہ کرو اور دھڑ سے تم حملہ کرو اور آپ مجھے بحر احمر کی جانب پاؤ گے ادھر سے میں آؤں گا۔

(موقع مفکرۃ الاسلام۔ ماذا ينظر السنة من الحكومة العراقية الشيعية: ۲۰۰۵)

اس طرح ان صفویوں نے استعماری اور ظالم حکومتوں سے تعاون کیا اور شروع ہی سے عثمانیوں کے خلاف تھے اور جو ان کے خلاف تھا اس سے انہوں نے ہاتھ ملائے اور یہاں تک صورت حال پہنچ گئی کہ ان حکومتوں کے مقابلے میں دولت عثمانیہ کی ترقی رک گئی اور وہ آخری ہچکیاں لینے لگی۔ باقی رہا شاہ عباس کبیر جو کہ اسماعیلی صفوی کا پوتا تھا، یہ جرم کرنے میں اپنے دادا سے بھی دو قدم

آگے تھا۔ اس نے سیاسی قانون بنادیا تھا۔ یا تو شیعیت اختیار کی جائے یا پھر اس سے انکار کرنے والے کو قتل کر دیا جائے یا پھر اس کی آنکھوں میں گرم سلاخیں ڈالی جائیں۔

اس کی اس سیاست نے ایران کے زیادہ تر باسیوں کو شیعہ بننے پر مجبور کر دیا۔ جب کہ پہلے اس میں شیعہ کی تعداد سو میں سے دس تھی۔ اب اس کے ظلم نے اکثریت کو شیعہ بنادیا۔ (حوالہ مذکور) شاہ عباس عیسائیوں سے یورپ میں ملا، اور ان سے اس بات پر اتفاق کیا کہ دولت عثمانیہ انہیں تفویض کر دے گا اور بڑے بڑے صلح نامے پیش کیے اور ان کی دہلیز پر جا کر حمایت تحریر کر دی۔ اس نے کئی کنیمہ تعمیر کیے اور بڑے بڑے اقتصادی امتیازات انہیں دیے۔ جب عباس شاہ نے محسوس کیا کہ اب اس کے حمایتی پر تگلی کمزور پڑ گئے ہیں تو اب اس نے انگریز کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا (حوالہ مذکور) امت مسلمہ کے حسد کی وجہ سے ان صفویوں نے بڑے ہی قیمتی زمین کے علاقے ضائع کر دیے۔ انہوں نے بڑی خوشی سے اسلام کے خطرناک ترین دشمنوں کے سامنے دستبرداری اختیار کی اور خصوصاً دولت عثمانیہ کے دشمن روس سے ملاپ رکھتے تھے۔ ان کا مقصد صرف عثمانیوں کو چرکہ لگانا تھا اور روسی سلطنت کو مضبوط کرنا تھا۔ کیونکہ اس علاقہ کے باسی اہل سنت تھے اور اپنے عقیدہ پر مضبوط تھے شاہ نے طہما سب ثانی سے داغستان سے دستبرداری اختیار کر لی، بحر قزوین کے ساحل اور جیلان اور مازندران اور آرمیلیا اور جارجیا کے اجزاء اور قوقاز کے وسط کے اجزاء سے دستبردار ہوا۔ روس نے یہ علاقے غنیمت بار دہ سمجھ کر لے لیے۔ صفوی ہی سبب بنے تھے کہ اسلامی سلطنت کے پھیلاؤ میں ان کی وجہ سے رکاوٹ آ گئی۔ جبکہ یہ سلیمانی سلطنت خیر کی حامل تھی اور درگزر اور نرمی پر مبنی تھی اس دور میں شہریت ترقی کر رہی تھی صفویوں نے عثمانی خلیفہ کی کمر میں چھرا گھونپا، مجبوراً خلیفہ کو خلافت کے دار الخلافہ کی طرف مڑنا پڑا، یہ اس وقت میں ہوا کہ جب فتح پیغامبر یورپ کے علاقہ میں دعوت اسلامیہ کی پرمسرت بشارت دے رہے تھے۔ ان صفویوں نے خلیفہ کو مجبور کر دیا کہ وہ جلدی مسلمانوں کی سر زمین کی طرف پلٹے تاکہ صفویوں کی شرانگیزیوں سے مسلمانوں کی سر زمین کو بچائے یہ صورت حال اس وقفہ میں پیدا ہوئی جب حکومت سلطان سلیم اول اور سلطان سلیمان قانونی عثمانی کی تھی۔

عثمانیوں اور صفویوں کے جنگ و قتال کا محور و مرکز زیادہ تر ارض عراق رہی ہے۔ یہاں سلطان اول سلیم کی فوج صفویوں سے ٹکرائی یہ ایک فیصلہ کن مشہور معرکہ تھا جو واقعہ جالڈیران کے نام سے معروف ہے یہ ۹۲۰ھ میں ہوا تھا۔ سلطان کو اس میں بہت بڑی نصرت و غلبہ حاصل ہوا اس نے صفویوں کو عراق سے بھگادیا۔ (سیطرة الشیعة)

شیعہ کتب نے صفویوں کے فرمانرواؤں کی تائید کی ہے۔ ان کے درجات میں بہت غلو کیا ہے اور اسے ایران کے قبائل پر بزور شمشیر نافذ کیا اور اسے دولت و سلطنت کا مذہب قرار دیا۔ یہ خلفائے راشدین میں سے تینوں کو گالیاں دیتے تھے اور اسے لوگوں کے لیے آزمائش بنادیا۔ ان تائید کنندگان میں سے محمد باقر مجلسی ہے۔ نعمتہ اللہ الجزائری جو کہ فارسی تھا ان کے ساتھ جبل عامل اور لبنان علی کرکی، حارثی اور حر عاملی ہے یہ سب صفویوں کی حمایت کرتے تھے۔

ان کا اہم شیعہ امام علی عبدالعالی کرکی ہے۔ اسی نے حسینہ قبر کی مٹی پر سجدہ کی بدعت ایجاد کی تھی اسے شیعہ کا موجد لقب دیتے ہیں۔ یہ وہی ہے جس نے شاہ اسماعیل صفوی کر سجدہ کرنے کی اجازت دی تھی اور اس کی نسل سے دیگر بادشاہوں کو بھی سجدہ کرنے کی

اس نے اجازت دی تھی۔ (الصلہ بین التصوف والتشیع: ۲۷۳)

(۵) ایرانی خمینی کی حکومت

یہ ۱۳۹۹ھ میں قائم ہوئی۔ جو انقلابی تحریک خمینی لے کر اٹھا تھا اور اس نے اس کی قیادت کی تھی۔ یہ رضا شاہ پہلوی کی حکومت کے خلاف کامیاب ہوئی اس کی بہت ساری وجوہات تھیں۔ ان میں سے یہ وجہ بھی تھی کہ یہ اس بات کی علمبردار تھی کہ یہ پس ماندہ اور ناتوان طبقہ کی پوری قوت سے حمایت کرے گی اور ظلم بند کرائے گی اور فساد کے خلاف لڑے گی اور اسلام کے مطابق حکومت قائم کرے گی اس نعرہ پر ایرانی بڑے بڑے قبائل اور جماعتیں اور مختلف قومیتیں اور مسالک اس تحریک کی حمایت پر آمادہ ہوئے اور اس کا سہارا بنے۔ وجہ یہ تھی کہ یہ شاہ کی حکومت کے ظلم و فساد کے مختلف طریقوں سے تنگ دل ہو چکے تھے۔

خمینی تحریک کے غلبہ کا عام سبب یہ تھا کہ شاہ کے نظام کا سب سے بڑا حلیف امریکہ اور یورپ اس سے دستبردار ہو چکا تھا۔ ان حلیفوں نے شاہ سے اپنے مقاصد و مفادات حاصل کر لیے تو پھر خمینی کی راہ ہموار کی۔ یہ پیرس سے اڑتا ہے اور پورے اطمینان و امن سے تہران میں اترتا ہے اور حیرت انگیز تعداد میں لوگ اس کے استقبال کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں اور فوج اور امن کے متعلقہ ہر قوت اس کی طرف اٹھاتی ہے اور سی آئی ڈی کا سارا نظام اس کا ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔

خمینی حکومت نے غالی شیعہ کی تاریخ کے تجربات اور خطاؤں سے فائدہ اٹھایا۔ اور اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ یہ ہر مسلمان سے تعاون کرے گا اور ان پر پوری توجہ مبذول کرے گا اور ان کی حالت سدھارنے کا از نو آغاز کرے گا۔ یہ اعلان اوپر سے تو رحمت دکھائی دیتا تھا لیکن در پردہ اس میں مکر اور دھوکہ تھا۔

اس نے کہا یہ فلسطینی معاملہ میں عربوں کی تائید کرے گا اور بیت المقدس شریف واپس لے گا اس نے کہا یہ عالمی صلیبیوں سے دشمنی کا اعلان کرتا ہے خصوصاً امریکہ اور اسرائیل سے بیزار ہے، اس نے کہا: شریعت اسلامیہ میں ہم آہنگی استوار کرے گا، امامیہ مذہب پر تعصب اختیار نہ کرے گا لیکن جب اس حکومت نے پاؤں جمالیے اور ہاتھ مضبوط ڈال لیے تو اب اس کا اصلی چہرہ بے نقاب ہونے لگا اس نے اہل سنت کو تنگ کرنا شروع کر دیا، ایران میں یہ تقریباً (۳۶) فیصد تھے۔ انہوں نے شاہ کا تختہ الٹنے میں اس تحریک میں حصہ لیا تھا مگر یہ حکومت اب ان سے بدلے لے لگی۔ تھوڑے وقفہ میں ہی اس نے صفوی حکومت کے طور اطوار اختیار کر لیے درج ذیل میں دلائل ہماری اس بات کی تائید کرتے ہیں۔

اس حکومت نے عراق پر شدید جنگ برپا کر دی جو آٹھ برس جاری رہی جس میں مسلمانوں کا سرمایہ اور جائیں ضائع ہوئیں۔ اور ایران میں اہل سنت کے خلاف بڑی ہی سخت مصیبت آن پڑی، عرب کے لوگ، فارس اور بلوچی اور کرد اقوام میں سے بہت سارے لوگ اور علما قتل ہوئے۔ انہوں نے مفسر قرآن شیخ ناصر سبحانی کو شہید کیا اور عالم حدیث شیخ صالح ضیائی کو شہید کیا اور عبد الوہاب الخوافی کو شہید کیا اور بہمن شکوری کو شہید کیا اور شیخ احمد مفتی زادہ کو بھی اذیت دی انہیں دس برس تک قید کیا۔ پھر وہاں سے نکال کر گھر میں انہیں نظر بند کر دیا تاکہ اندر ہی فوت ہو جائیں۔ ایک اور عالم سید احمد میرین سید بلوچی ہیں انہوں نے پوری کوشش کی کہ قتل کر دیں مگر اللہ نے انہیں بچا لیا۔ ۱۹۹۲ء میں خراسان میں شیخ فیض کی مسجد کو ویران کر دیا۔ بلوچستان میں جامع مسجد کو انہوں نے

ویران کیا اور اس میں موجود اہل سنت کے دوسو نو جوان شہید کر دیے یہ وہ نو جوان تھے جو مسجد فیض کے مٹانے کے خلاف احتجاج کے لیے جمع ہوئے تھے اہل سنت کے نشانات مٹانے کا تسلسل اس ولی فقیہ کی حکومت کے زیر سایہ جاری ہے۔ ہماری اس کتاب کے طبع ہونے سے کچھ دیر پہلے یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ اہل سنت والجماعت کے ان دو علماء کو پھانسی کا حکم دیا گیا ہے جو کہ زاهدان میں تھے۔ ایک شیخ خلیل اللہ زارعی، اور دوسرے شیخ حافظ صلاح الدین سیدی ہیں ان سے پہلے بلوچستان صوبہ کے شیخ علی دھواری اور ملا محمد ربیعی سے جو کہ جامع مسجد کرمنشاہ کے امام تھے انہیں ان امن کے علمبرداروں نے بے خبری میں شہید کر دیا۔ اور ایران کے اہل سنت کے کبار علما میں سے دو عالم دین شیخ برہان عالی اور شیخ محمد شیخ کو بھی دھوکہ سے شہید کیا۔ (معاناة اہل السنۃ فی ایران) حکومت کی عفو و درگزر کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بتایا ہے اس کے سیکرٹری جنرل کے بقول کہ تقریباً (۵۰) دنوں کے دوران ہمارا اندازہ ہے کہ (۱۱۵) پھانسیاں دی ہیں یہ ایرانی صدارتی انتخابات ۲۰۰۹ جو خرمیران میں ہوئے ان کے بعد شمار کریں تو روزانہ دو افراد سے زیادہ افراد کو پھانسی دینے کی تعداد بنتی ہے۔ (مجله المجتمع شماره، ۱۸۶۷، ۸، رمضان: ۱۴۳۰-۶۴)

علاوہ ازیں اس متعصب حکومت نے بہت سارے جامعات، مساجد، اور مدارس اور سنی بستیاں تباہ کر دیں اور انہیں ہر حکومتی عہدہ سے محروم کر دیا۔ حتیٰ کہ انہیں اپنے بچوں کے نام رکھنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ انہوں نے حیرت انگیز انداز میں فارسی شیعیت میں بدلنے کے ہتھکنڈے استعمال کیے۔ خصوصاً اس شیعہ حکومت نے احواز اور عربستان کے علاقوں میں خاص توجہ مرکوز رکھی جسے شاہ کی حکومت میں خوزستان نام دیا گیا تھا یہاں بہت ستم کیا۔

اور فارسی شیعہ عقائد پر مبنی اس تحریک کے بانیوں نے ابتدائی طور پر ان علاقوں میں اسے جاری کیا جو غالی شیعوں کی حرکات سے علیحدہ رہنا چاہتے تھے جیسا کہ پڑوس میں عراق تھا۔ انہوں نے ایران میں یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ ایک مجلس تیار کی جو اس تحریک کے اعلیٰ افراد پر مشتمل تھی اس کا نام تحریک الاسلامیہ رکھا۔ اور انہوں نے حزب الدعویہ کا سہارا لیا یہ دونوں الثورۃ الاسلامیہ اور حزب اللہ یہ دونوں غالی شیعہ کی تنظیمیں ہیں۔ عراق پر ایٹک کے بعد امریکہ نے قبضہ جما کر اس کی حکومت ان دونوں تنظیموں کے سپرد کی تھی۔

اس سے پہلے انہوں نے حزب اللہ اور لبنان کی تنظیم حرکت اللہ اور ان جیسی تنظیمیں جو بحرین، کویت، سعودیہ اور افغانستان میں تنظیمیں ہیں اس متعصب حکومت نے ان کی سپورٹ کی اور جو جزیرہ عرب امارات کے زیر اثر تھے ان پر قبضہ کیا اور حوثیوں کی تحریک کی سپورٹ کی۔ جو کہ یمن میں ہے۔ یہ حوثی جو ہیں ان کی اکثریت معتدل اور صلح جوتھی۔ یہ زیدی شیعہ تھے۔ فارسی شیعہ کے مبلغوں نے انہیں امامیہ اثنا عشری شیعہ میں تبدیل کر دیا اور ان کی دوستی ایران کے شہر کے قہر کے بڑے شیعوں سے وابستہ ہو گئی کچھ حصہ ان میں زیدی ہی رہا مگر وہ بھی زیدیہ کے سخت ترین فرقہ کے متبع ہو گئے جو غلو کرتا ہے، یہ جارود یہ فرقہ ہے یہ بھی تقریباً اثنا عشری شیعہ ہی ہے۔ اس کتاب کے طبع ہونے سے کچھ دیر پہلے ان کی لڑائی یمن تک پھیل گئی ہے جو کہ صدہ میں ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ جبل دخان پر قبضہ کے بعد یہ سعودی بستیوں پر تسلط جمائے۔ انہوں نے سرحدی آدمیوں کو قتل بھی کیا ہے اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ان تنظیموں کی کارستانی میں ایرانی ہاتھ ہے۔

اب انہوں نے سوریا، مصر، سوڈان میں سرگرمیاں شروع کر رکھی ہیں اور انہوں نے ان ملکوں میں فتنہ گری کر رکھی ہے جہاں شیعہ کا نام تک نہ سنا جاتا تھا جیسا کہ القمرا اور ناخچر یا کے جزائر ہیں اور انہوں نے شمالی افریقہ کے عربی ملکوں میں اپنی سرگرمیاں پھیلا دی ہیں ان کی فتنہ پروری مساجد، جامعات، جو کہ مالیزیا اور انڈونیشیا میں ہیں وہاں تک پہنچ چکی ہے یہ تمام طرز عمل بالکل اسی طرح ہے جو فارسی بادشاہت میں تھا اس کی بنیاد بعینہ اس کا نقش ثانی ہے۔ یہ مسلمانوں کے عقیدہ صحیح کو تباہ کرنے کی سازش ہے کہ اس طرز عمل سے مسلمانوں کے عقائد جہاں تک ممکن ہو انہیں شیعیت میں بدل دیں۔

اس ولایت فقیہ کی نام نہاد حکومت نے علانیہ طور پر دشمن امریکہ جس کے خلاف یہ نعرے لگاتی رہتی ہے اس نے اس کی مدد کی جسے یہ شیطان اکبر کہتی ہے اور صبح و شام اس کے لیے اپنے منبروں پر لعنت کرتی رہتی ہے اس نے افغانستان کی اسلامی حکومت کے خلاف لڑائی میں اس کا ساتھ دیا ہے اور اسے گرانے میں اس نے اس سے پورا تعاون کیا ہے۔ پھر اس سے بڑا یہ تعاون ہے جس کا اس نے اقرار کیا ہے اور اس پر فخر کیا ہے اور اعلیٰ سطح پر اسے بہت اچھا جانا ہے کہ اس امریکہ کو جسے یہ حکومت شیطان بزرگ کہتی ہے اسے عراق میں داخل کرایا ہے۔ یہ عمل انہوں نے اپنے دادا ابن علقمی اور طوسی کی تاریخ دہرانے کے لیے کیا ہے۔

ولایت الفقیہ ایک شیعہ کا نظریہ ہے جو بہانیوں کے مشابہ ہے (بہائی بھی فرقہ ہے) ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا امام پوشیدہ علم بتاتا ہے اور امام ہی اس علم غیب کا دروازہ ہے جس کے ذریعہ یہ مستور علم حاصل ہوتا ہے۔ (عقائد الشیعہ: ۴۲۹) یہ ہے ان کا نظریہ اور یہ ہے اس کا کردار جو آپ نے پڑھا۔

(۶) عراق میں جعفری اور مالکی حکومت

۱۳۲۵ھ میں یہ قائم ہوئی وہ گروہ جنہوں نے عراق کی حکومت کو امریکی قبضہ میں دلادیا۔ یہ صحیح حکومت نہیں اور نہ ہی وہ گروہ ہے جو اس جھنڈے تلے جمع ہوئے جن کا نام انہوں نے شیعہ اکٹھا رکھا ہے۔ حکومت کے نائبوں نے بھی طہران میں ان اتحادی شیعہ جماعت کے لوگوں کو ولی فقیہ کے برابر قرار دیا ہے یہ بات واضح ہے کہ ان کا رجوع اور مرکزی نقطہ نظر فارسی مذہب ہے آل حکیم کی مجلس اپنی تمام صورتوں میں خواہ سیاسی ہو یا فوجی ہوں ان کا قائد فارسی ہے۔ اسے اسی راہ پر لگایا جاتا ہے اور اسی مذہب کی ایک سرساز کرائی جاتی ہے اور طہران میں اسے مسلح کیا جاتا ہے اور حزب الدعوة کی اکثریت فارسی ہے یا فارسی الاصل ہے۔ حزب الدعوة کی بنیاد ۱۹۵۹ء رکھی گئی۔ اس کے نمایاں افراد مرتضیٰ عسکری اور محمد بحر العلوم اور مہدی حکیم اور محمد باقر حکیم اور حسن شیرازی اور مہدی شیرازی ہیں اور تیار صدری کے قائدین اور اس کے پیروکار اور مقلد بھی فارسی مرجع سے وابستہ ہیں۔ کاظم حائری جو کہ قم میں رہتا ہے اور جیش مہدی کے جتنے بھی ملیشیا ہیں یہ سب اس کے حکم کی فرمانبرداری کرتی ہیں اور شیعہ تنظیمیں جو بھی ہم ذہن ہیں اور مختلف ملکوں میں پائی جاتی ہیں یہ علی الاعلان کہتی ہیں کہ یہ ولی فقیہ سے دوستی رکھتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ واضح اور جرأت مند لبنان کی حزب اللہ کا لیڈر ہے جو بارہا کہہ چکا ہے کہ اس کی مطلق دوستی سید علی خامنہائی سے ہے۔ یہ اعلان وہ فخر و اعزاز کے ساتھ میڈیا کی سکرین کے سامنے کرتے ہیں۔

جہاں امریکی قبضہ کے بعد جزوی غلبہ ان گروہوں کو ملا ہے۔ وہاں عراق میں انہوں نے فساد برپا کیا ہے ان کو غلبہ دینے سے

پہلے شیعہ گروہوں کے اقرار اخبار کے صفحات اور بیانات پر شائع ہوتے تھے اس سے یہ راز کھل چکا ہے کہ ان گروہوں کو جو احکام اور ہدایات ملتی ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا گروہی ہوں یہ اوپر سے ان کے پیروکاروں کی طرف سے آتی ہیں۔ عراق کے مختلف علاقوں کے پیروکاروں کو اوپر ہی سے یہ حکم ہوتا ہے خصوصاً بغداد میں گھیراؤ جلاؤ اور لوٹ مار اور حکومت کے اداروں کو تباہ کرنے کی ذمہ داری دی جاتی ہے۔ ان میں زیادہ تر شیعہ ہیں اور کبھی تو یہاں تک نوبت ہوتی ہے کہ نجف کے حوزہ علمیہ سے جاری ہونے والے احکام پر توجہ نہیں دی جاتی، ان کی پکار اور فتاویٰ پر بھی کان نہیں دھرتے۔ یہ ان کا تقیہ ہے اور دکھاوا ہے اور کچھ نہیں، کیونکہ عملاً انہوں نے قبضہ کرنے والی تمام قوتوں کو اپنی مرضی اور ارادہ سے چلایا ہے۔ کوئی ادارہ اور عمارت اور اہم مرکز ایسا نہیں جہاں انہوں نے لوٹ مار اور گھیراؤ جلاؤ نہ کیا ہو جی کہ بغداد میں مکتبہ وطنیہ کی عمارت بھی ان کے ستم کا نشانہ بنی ہے یہ تھوڑی سی باقی بچی ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ بغداد میں مغلوں کے اجتماع نے بھی وہی کیا جو غالی شیعوں کے اکٹھے نے کیا ہے۔ یعنی انہوں نے بھی قتل و غارت کی شیعوں نے بھی خون کی ہو لی کھیلی۔ (الفکر التکفیری: ۱۷۱)

ان کی ملیشیا بھی ان قبضہ کرنے والوں سے تعاون کرتی ہے۔ حالانکہ بظاہر ان کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے پھر بھی یہ غالی شیعہ وسط عراق اور جنوب میں انہوں نے اہل سنت کے قتل عام کا ارتکاب کیا اور اس کے ارد گرد میں بھی قتل و غارت برپا کی اس کا یہ مقصد ہو گز نہیں کہ شیعہ نے قتل و غارت کی ہے تو یہ خود نشانہ ستم نہیں بنے۔ بلکہ یہ بھی قتل ہوئے اور جلاوطن ہوئے، قبضہ کے سالوں میں اسی حکومت کے سائے میں جسے شیعوں نے خود قائم کیا تھا۔ اس میں ان کی مشکلات بیان نہ کرنا انصاف نہیں اور نہ ہی یہ سلیقہ تحریر ہے۔

تاہم جو بھی ان پرواقتات رونما ہوئے یہ خود ساختہ اور سازش یافتہ تھے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اہل سنت کے قتل کی سند جواز حاصل کریں اور انہیں ملک بدر کرنے کا بہانہ بنائیں اور ان سے بغداد کو صاف کر دیں۔

باقی گروہی دہشت گردی کا جرم جو وقوع پذیر ہوا ہے اس کی ذمہ دار حکومت ہے۔ شیعہ گروہ بندی اور اس کے مراکز اور اس کی تنظیمیں اور ملیشیا ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ یہ فوجی قوت رکھتی ہیں اور اپنے ماننے والوں اور مقلدوں میں با اثر ہیں اور ان کے دینی مراکز بھی اتنے مؤثر نہیں۔

اور قبضہ کرنے والی فوج سے بھی ان کی حلف سازی ہے اور انہیں زبردست ایرانی اعتماد بھی حاصل ہے اور ہر قسم کے ذرائع ابلاغ کے وسائل بھی رکھتے ہیں۔ اور ان کی جیلیں جو کہ خفیہ اور علانیہ ہیں ان میں ہزاروں اہل سنت بند ہیں۔ جنہیں ان کے گھروں سے اٹھایا گیا ہے اور ان کے محلوں سے پکڑا گیا ہے اور کئی سال ہوئے انہیں بامشقت قید میں ڈال رکھا ہے اور ان کا کوئی جرم بھی نہیں۔

ان تنظیموں کی جو کہ دینی کہلاتی ہیں ان کے جرائم یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ یہ مردوں کی عزت پامال کرتے ہیں اور خواتین کی عزت و حرمت کو توڑتے ہیں۔ جیسا کہ مقامی اور بین الاقوامی ہیومن رائٹس کمیٹیاں اس کی گواہی دے چکی ہیں۔ علاوہ ازیں ان میں متعدد بیماریاں پھیل چکی ہیں جیسا کہ میڈیانے بتایا تھا جو سید طارق ہاشمی کے ہمراہ نمائندے تھے جب

کہ وہ جیل خانہ جات اور قیدیوں کے حالات کا جائزہ لینے گئے تھے اور ہیومن رائٹس کی کمیٹی نے بھی یہ خبر نشر کی تھی یہ خبر ایک اخبار میں ۲۷-۴-۲۰۱۰ء میں شائع ہوئی تھی۔

شٹی کی جیل سے یہ تحقیق شدہ جزیلی ہے کہ قیدی مردوں کے ساتھ جنسی کھیل کھیلایا گیا ہے۔ جو جیل میں جلاد تھے جن پر حزب الدعوة کا گروہی تعصب چھایا تھا اور یہ فعل شیعہ نوری مالکی کی قیادت میں ہوا تھا۔ یہ گھناؤنا اور غیر فطری فعل اس کی اجازت سے ان متعصب فرقہ پرستوں نے کیا۔ ان جرائم کی تائید وہ ویڈیو بھی کرتی ہے جو نائب صدر محمد دانی باہر لے کر فرار ہوا اور بعد میں اس نے برطانوی ٹیلی ویژن پر جاری کر دی۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ ناتواں اہل سنت ان مجتمع قوتوں سے دور تھے یا اپنا دفاع کرنے سے قاصر تھے۔ اپنے محلوں اور مساجد کا دفاع نہ کر سکے۔ اس پر یہ ملامت کے اہل نہیں بلکہ گروہی تعصب نے انہیں مرعوب کر دیا تھا۔ اور قبضہ کرنے والی قوت اس سے بری نہیں قرار دی جاسکتی کیونکہ یہ ان گروہی متعصب افعال کو پروان چڑھاتی رہی ہے۔ اس نے ہر صورت ان شیعہ گروہوں سے تعاون کیا ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ قوت ان شیعوں کے ہر فعل میں کافر مار رہی ہے۔ خواہ یہ بالواسطہ رہی ہے یا بلاواسطہ رہی ہے یا پر سکوت تحریک کے طور پر ان پر راہ کشادہ کرتی رہیں ہیں باقی رہیں بغداد میں القاعدہ کی سرگرمیاں ان کا نقصان اہل سنت نے شیعہ کی بہ نسبت زیادہ اٹھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے علاقوں میں صحوات نامی جماعتیں تشکیل دی ہیں کہ القاعدہ کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ قاعدہ اور اس کی شاخیں جو ہیں ان میں دڑاڑ پڑ گئی ہیں مگر انہیں ایران سے سہارا مل رہا ہے اس کی سرگرمیوں کا ایران میں جائزہ لیا جاتا ہے اور اس کا ساز و سامان اور پیروکار عراق میں ہیں۔

ایران نے القاعدہ سے علیحدہ ہونے والے گروہوں کو استعمال کیا ہے اور شیعہ جماعتوں کو گروہی آگ جلانے کے لیے براہیجتہ کیا ہے تاکہ شیعہ کی اکثریت سے اور اس کے گروہوں اور ملیشیا سے عوام کی توجہ ہٹ جائے کہ یہ ظلم انہیں نظر نہ آئے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ محقق جو جستجو کرنا چاہے کہ قطعی اور یقینی انداز پر کوئی سرگرمی القاعدہ کے سر لگائے تو یہ ناممکن ہے وجہ یہ ہے کہ وہ مواقع جہاں سے بیانات جاری ہوتے ہیں کہ القاعدہ نے فلاں سرگرمی اپنے ذمہ لی ہے۔ یہ امریکی ذرائع ابلاغ سے جاری ہوتے ہیں یہ ایجاد ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ ایسی خبریں شائع کرے اس لیے یہ قابل اعتماد ذریعہ نہیں القاعدہ کے متعلق خبروں کو مانا جائے۔

وہ اذیت جو شیعہ کو القاعدہ کی سرگرمیوں سے لاحق ہوئی ہے۔ وہ اتنی ہی نہیں جتنا اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے بلکہ زرکا کا مقام شیعہ عربی خاندان کی جگہ ہے۔ وہ امریکی حکومت کے سامنے ذبح خانہ بنا رہا ہے۔ اس کی بھیٹ سیکٹروں شیعہ چڑھ چکے ہیں، شیعہ ان کی خونریزی بند نہیں کر سکے اور نہ ہی یہ انہیں حکومتی ظلم سے بچا سکے ہیں، جو شیعوں کے نام سے ہی حکومت کر رہے ہیں اور اس کے ذرائع ابلاغ شب و روز کی مظلومیت کا نوچہ کرتے رہتے ہیں جیسا کہ یہ ان کی پرانی تاریخ ہے۔ ایک خونریز سانحہ ماہ محرم ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰۰۷ء میں ہوا۔ اس میں عربی خاندان ہدف بنے یہ ایران سے دوستی نہ رکھتے تھے اور اس کی فرقہ پرستانہ کاروائی کو پسند نہ کرتے تھے۔ ان نشانہ زدہ خاندانوں میں ایک خاندان جوائمہ ہے حکومت ان پر قبضہ کر فوج کے ذریعہ حملہ آور ہوئی اور ان پر میزائل داغے یہ اسی انداز پر تھا جو امریکی حکومت نے اہل سنت کو دبانے کے لیے اختیار کیا تھا اور وہی الزام لگایا گیا جو اہل سنت پر

لگایا کہ یہ دہشت گرد ہیں ان کا القاعدہ سے رابطہ ہے اس لیے ان کا ہدف لیا گیا ہے اور ہم اسی لیے حکومت پر قابض ہیں۔

اہل سنت کے خلاف شیعہ حکومت کی چند خونریز یوں کا بیان

جو غالی شیعوں کے گروہوں ملیشیا، فوج اور حکومت نے غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے اور غالی صدریوں نے جو انہیں سہارا دیا ہے اور موت سکواڈ نے جو انہیں اعتماد دیا ہے ہم اسے عنوانات کی شکل میں بیان کرتے ہیں ان میں سے ہر عنوان اپنے ضمن میں بڑی خوفناک تفصیل لیے ہوئے ہے۔ ان کی تفصیلی معلومات کے لیے ان دو کتابوں کی جانب رجوع کریں۔ (۱) غربان الخراب فی وادی الراشدین (۲) مساجد فی وجہ النار۔

ان میں سے ہر ایک کے آخر میں تصویری خاکے ہیں جو ان بہیمانہ جرائم کی سنگینی کا پتہ دیتے ہیں جو اہل سنت کے ساتھ عراق میں روار کھے گئے۔

نیز مسلمان علمائے کرام کی کمیٹی کے بیانات کی جانب بھی رجوع کیا جاسکتا ہے جنہوں نے کئی جرائم کی توثیق کی ہے جو مذکورہ دو کتابوں میں درج کیے گئے ہیں۔

(۱) پہلے غربان الخراب کتاب سے عناوین کی فہرست دی جاتی ہے

- (۱).....مسلمانوں کو دھوکہ دہی سے قتل کرتے رہے۔
- (۲).....اغوا اور علما کے خلاف فحری اور انہیں پایہ زنجیر کیا۔ اور پھر ان کا ہر جانہ طلب کیا وہ لینے کے بعد پھر بھی مغوی کو قتل کرتے تھے۔ اور کبھی ایسا ہوتا کہ لاش کوڑا کرکٹ میں پھینکنے یا نہر میں پھینکنے سے پہلے بھاؤ کرتے تھے۔
- (۳).....اہل سنت سے بغداد خالی کرنے کے لیے ہجرت پر مسلمانوں کو مجبور کرتے تھے۔
- (۴).....وحشیانہ سزاؤں کے وسائل اپناتے۔
- (۵).....موت کی کوٹھری میں رکھتے۔
- (۶).....ان شیعوں کا موساد کے ساتھ رابطہ تھا۔
- (۷).....ڈیوٹھ سکواڈ اور جرم کے شرکا تھے۔
- (۸).....خیمہ سامراء میں انہوں نے بم بلاسٹ کیا جس کے شعلوں نے درخت کے پتے جلادیے۔
- (۹).....حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے انہوں نے عربی ٹیلی ویژن کا اسٹیشن اڑا دیا۔
- (۱۰).....حکومت کا نفرنس کے انعقاد سے مضبوط ہوتی ہے۔
- (۱۱).....جیش مہدی کو ترک کرنے کی شہادت۔
- (۱۲).....مشائخ کو دھوکہ سے قتل کرنا حریہ شہر میں مسجد الفاروق کے مؤذن کو آگ سے جلادیا۔ اور جامع غزالیہ کے مؤذن کو انہوں نے ذبح کیا۔
- (۱۳).....اپنے برے پڑوسی ایران سے اچانک قتل کرنے کے جدید انداز سیکھے ہیں۔

(۱۴)..... اجتماعی اندھی قبریں

(۱۵)..... یہ انسان وحشی تھے۔

(۱۶)..... یہ قبائلی غداری کے مرتکب ہوتے تھے۔

(۱۷)..... جہاد کے محلہ کو ذبح خانہ بنا دیا۔ اور محمودیہ کو قتل گاہ میں بدل دیا۔

(۱۸)..... حاویہ نفط میں نمازیوں کو جلادیا۔

(۱۹)..... اہل سنت کی خواتین کو اغوا کیا اور انہیں قتل کیا۔

(۲۰)..... سنی بچوں کو بھون کر اس کی لاش کو کھانے کی ٹرے میں رکھ دیتے۔

(۲۱)..... ایک آدمی جو کہ سنی تھا کو تنور میں جلادیا کیونکہ اس کا نام عمر تھا۔

(۲۲)..... ثورہ شہر میں انہوں نے (۴۰) سنی افراد کو آری سے دوخت کر دیا۔

(۲۳)..... ان کے حسینی نام کے ادارے موت کے گھونسلے ہیں شیعہ نے خود اعتراف کیا ہے ملیشیا جیش مہدی کے ہاتھوں سنیوں کو سزائیں دی گئیں۔

(۲۴)..... عراق کے ہسپتال اور مدارس یہ ڈیڑھ سکوڑ کی قیادت کے مرکز اور ٹھکانے بن چکے ہیں۔

(۲۵)..... عراق میں دسیوں ہزار فوجی ایرانی انقلاب کی نگہبانی کے لیے موجود ہیں۔

(۲) فہرست ”مساجد فی النار“ کتاب سے

یہ کتاب مرکز الرشید للدراسات والحوث کی طرف سے جاری ہوئی ہے یہ وہ کتاب ہے جو ایسے کامل واقعات کی روئداد بتاتی ہے مثلاً کہ سامراء اور اس کے ملحقہ علاقوں میں خیموں پر بم بلاسٹ ہوا۔ عراق میں اہل سنت کی مساجد کو آگ سے جلادیا گیا اور ان کے ائمہ کافی تعداد میں شہید کیے گئے۔ مؤذن شہید ہوئے اور ان کا خیال رکھنے والے بھی تہ تیغ کئے گئے۔

علاوہ ازیں یہ کتاب ایک تاریخی اور عقائدی اور میدانی تجزیہ پر بھی مشتمل ہے۔ اسے پانچ اساتذہ نے تحریر کیا ہے۔

اس میں ان منصوبہ بندیوں اور تیاریوں کی تفصیل کو جو شیعہ گروہوں نے جو کہ حاکم ہیں اور ایران سے حمایت یافتہ ہیں جو انہوں نے عراق میں فرقہ واریت کی آگ جلائی تھی بیان کیا گیا ہے۔

(۱)..... امام ہادی اور امام عسکری علیہ السلام کی قبروں پر جو کہ سامراء میں ہیں بم چلا کر جو کہ ان کا میڈیا اس حادثہ سے پہلے ہی اشارات دے چکا تھا یہ کاروائی ان متعصب شیعہ نے خود کی اس لیے کہ بعد میں سیاسی فوائد حاصل کریں اور سنیوں سے تبادلہ کریں اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس مکاری کی منصوبہ بندی اور اس جرم کی منظم سازش حکومت ایرانی کی حمایت یافتہ نام نہاد امن پسند شیعہ تنظیموں نے کی تھی۔ سید طارق ہاشمی جو کہ عراق کے نائب صدر ہیں انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ وقف شدہ املاک کو اپنی تحویل میں نہ لیا جائے اور وحشیانہ حملے اور اہل سنت کی مساجد پر شخون مارنا بند کریں تو جعفری حکومت نے اسے نہیں مانا۔ یہ تنظیمیں ہر لحاظ سے حکومتی سرپرستی سے یہ کھیل کھیل رہی ہیں ایک حزب اسلامی ہے اور دوسری مجلس جلدی ہے۔ جو کہ سامراء شہر میں ہے شہر میں اور

ان دونوں اماموں کی قبروں کو تحویل میں لینے کے نظام سے رکنے کا حکم، دونوں خیموں کے اندر بم پھٹنے کی جھوٹی سازش کے وقفہ تک رو بہ عمل تھا۔ بعد میں اسے توڑ دیا گیا اور اسے تحویل میں لے لیا اور اس پر آنے پر پابندی لگا دی۔ یہ پابندی رات سات بجے سے صبح آٹھ بجے تک تھی۔

اسی طرح ڈیڑھ سگھاؤ جو کہ شیعہ کی فرقہ واریت کا شاخسانہ ہے اس کی حوصلہ افزائی کے لیے۔ اور اہل سنت سے انتقام اور بدلہ لینے کے لیے ان سے تعاون کرنے کی تو عراق کی قومی امن کمیٹی کا مشیر جو کہ ایرانی الاصل ہے ربیعی نے واضح کہا ہے کہ یہ سارا کھیل اور پابندی ہم نے مجرموں پر قابو پانے کے لیے برپا کی ہے وہ تین افراد ہیں وہ اہل سنت تھے جن میں سے ایک زبیر کارہاشی تھا اور دو قدیم بصرہ کے تھے۔ انہوں نے انہیں اٹھایا کئی برس گزر گئے نہ تو ہمیں ان کا نام سننے کو مل رہا ہے نہ ہی یہ علم ہے ان کے متعلق کیا حکمانہ کاروائی ہوئی ہے۔ پتہ نہیں ان بے چاروں کو زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔

اس سے یہ فریب دہی اور مکروا صبح ہوتا ہے جو ان شیعہ نے حکومت سے مل کر اہل سنت سے کیا اور جبکہ اسی افراتفری کے دوران جب اہل سنت کو ذبح کیا جا رہا تھا شیعہ نے مطالبہ کیا کہ سامراء میں مزاروں کے نام شیعہ وقف شدہ املاک ان کے سپرد کی جائیں اور شیعہ کی اکثریت نے ایران کی دوست تنظیموں کے گرد مٹنا شروع کر دیا۔ یہ ان کی ملی بھگت کی واضح دلیل ہے۔

(۲)..... یہ ہے کہ اس ظلم کی آتش فشانی میں سیاسی اور دینی قائدین کی شعلہ نوا تصریحات اس فتنہ کی آگ میں اور تیل ڈالنے کا کام دیتی ہیں۔ ملیشیا شیعہ جو بدلہ اور انتقام لینے کے کینہ سے بہاؤ لی ہو چکی ہے اس نے ایک ایک دن میں (۶۰۰) سے زائد سنی قتل کیے ہیں اور (۱۵۰۰) خاندانوں کو ہجرت پر مجبور کیا ہے (۱۶۸) مساجد پر حملہ آور ہوئی ہے ان میں سے زیادہ تر بغداد کے رصافہ جگہ میں تھیں اور (۵) دینی اداروں پر حملہ کیا یہ باقاعدہ فوجی کاروائی تھی جو منظم منصوبہ بندی سے بروئے کار لائی گئی۔ یہ جمہوریت کا رد عمل نہ تھا جیسا کہ تسلط جمانے والی تنظیموں اور شیعہ کے لیڈروں نے جھوٹا پروپیگنڈہ کیا تھا۔

(۳)..... (۲۰) حسینیہ جات سے شیعہ ملیشیا نکلی جو تیار کی گئی تھی اور ٹریننگ یافتہ تھی اور مسلح تھی یہ سامراء کے حادثہ کے فوراً بعد گئی جو بروز بدھ ۲۲-۲-۲۰۰۶ میں ہوا تھا۔

(۴) اس نے اہل سنت کی مساجد اور مدارس جنہیں مکمل طور پر خاکستر بنا دیا گیا اور وہ مساجد جنہیں میزائل دانغے گئے جو کہ آر، بی، جی میزائل سے تباہ کر دی گئیں۔ ان کے علاوہ وہ مساجد جن پر انہوں نے قبضہ کیا اور شیعہ ملیشیا نے انہیں بند کر دیا۔

(۴)..... ان متعصب فرقہ پرستوں نے بغداد کے فضائی میڈیا پر بھی حملہ کیا تھا۔ یہ (۱/۳/۲۰۰۶ء) کی بات ہے اور اس کے ملازموں میں سے بعض کو قتل کیا وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اہل سنت کے حق میں اور ان کی مساجد کی بربادی کے بارے میں ان کے خفیہ جرائم کو پشت از بام کیا تھا۔

میڈیا کے عراقی حزب چینل کو اسلامی کے زیر اثر ہونے میں کوئی شک نہیں حالانکہ سیاسی طور پر سنی اس میں شریک ہیں مگر یہ مشارکت بھی بے اثر ہے اور نہ ہی ہر ظلم کو بار بار برداشت کرنا شیعہ پر اثر انداز ہو سکا ہے یہ چیز بھی ان کا خون ملیشیا کی اذیت سے جو کہ شیعہ کی فرقہ واریت کی علمبردار ہے اس سے محفوظ نہ کر سکی۔ سنی آخر کار ملک سے باہر ٹیلیوژن پر اسے چلانے کے لیے مجبور

ہوئے۔ سامراء کے خود ساختہ حادثہ کے بعد حزب اسلامی کے بصرہ کے قریب دفتر سے حملہ ہوا جس میں ٹیلی ویژن اسٹیشن جلادیا۔

(۵)..... انہوں نے ناپسندیدہ ثقافت کا بیج بویا۔

(۶)..... ملک بدر کرنے کی سیاست اور اس کے وسائل کی بنیاد رکھی اور اسے عملاً رواج دیا۔

(۷)..... فارسی قوم اور گروہی شہروں کے دور ہونے کے باوجود ان کی ضروریات پوری کرتے تھے۔

(۸)..... اہل سنت کے وہ لوگ جنہیں سزائیں دی گئی ہیں اور ان کی ہولناک سزا کے طریقے کہ وہ سزا سے فوت ہونے سے

پہلے جس اذیت سے گزرتے تھے یہ دل ہلا دینے والا ظلم ہے، یہ ستم رانی کی مشق بغداد میں ہو رہی تھی جو کہ دار الخلافہ ہے۔

نیویارک ٹائمز اخبار نے ذکر کیا ہے کہ امریکی فوج کو حملہ کے دوران اطلاع ملی کہ ایرانی مسئول کے بغداد میں ٹھکانے کے قریب دار الخلافہ میں ایسے محلے ہیں یہ انہیں نقشہ سے پتہ چلا کہ بغداد سے ہجرت کرنے والے اہل سنت جہاں رہتے ہیں انہیں ہدف بنانے کا منصوبہ بنایا جائے۔ (شمارہ ۳۲۶۳/۷)

باقی رہی بصرہ کی حفاظت تو سامراء میں خود ساختہ بم دھماکوں کے فوراً حادثہ کے فوراً مساجد کو نشانہ بنانے کا اعلان ہوا۔ اور منظم طریقہ سے ظلم و ستم کا آغاز ہوا۔ زیادہ تر مساجد کو ان فرقہ پرست شیعہ نے تالے لگا دیے۔ ان کے ائمہ اور مؤذنوں کو قتل کر دیا۔ اور متعدد نمازی بھی قتل کر دیے اور متعدد کو منتشر کر دیا گیا اور مساجد کو مسمار اور بند کر دیا اور بعض تو بند ہی رہیں اور چار برس سے بند ہیں۔ سلوک اہل سنت سے انہوں نے کیا ہے۔ انہوں نے دو جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہما طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جو کہ الزبیر قضاء میں ہے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کا نام طلحہ خیر رکھا تھا۔ ان شیعہ پرست گروہوں نے جمعہ کی فجر ۲۹/۵/۱۴۲۸ھ مطابق (۱۵/۶/۲۰۰۷ء میں ان کے مرقد کو دھماکہ سے اڑایا۔

اور دوسرے صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو کہ رسول اکرم ﷺ کے خادم تھے۔ ان کے مرقد کو بھی انہوں نے نشانہ بنایا۔

اس حادثہ کے بعد کئی بار انہوں نے اس داستان خونچکاں کو دہرایا ہے۔ ۲۰۰۵ء میں حادثہ ہوا جس میں دوسو سے زائد اہل سنت لقمہ اجل بنے۔ اور دو ہزار خاندان ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور بہت بڑی تعداد میں اہل سنت سزا پانے کے بعد قید و بند میں ٹھونک دیے گئے۔

بصرہ کی وہ مساجد اور جامعات جو ظلم کا شکار ہوئیں

درج ذیل تفصیل اجتماع الکویتیہ (شمارہ ۱۷۰۵/۱۰/۶/۲۰۰۶ء بمطابق ۷/۷/۲۰۰۷ء ملاحظہ فرمائیں۔ جامع العرب جو خوفناک ذبح خانہ بنا تھا وہ اس ظلم پر گواہ ہے یہ قدیم بصرہ کی جامع مسجد ہے۔ اسے بدترین ظلم کا نشانہ بنایا گیا اس کے کئی اجزاء گرا دیے گئے ہیں۔ توپوں کی ضربوں کے اب بھی نشانات ہیں اس کے بعد اسے ذبح خانہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ (۱۶) نوجوانوں کی زندگیاں برباد کر دیں۔ حواس کی چوکیداری کر رہے تھے۔ ان کی یہ چوکیداری اس وجہ سے تھی کہ اس شیعہ گروہ نے اس جامع پر حملہ کیا تھا۔ یہ گروپ وزارت داخلہ کے تابع تھا۔ ۳/۶/۲۰۰۶ء ان چوکیداری کرنے والوں کے ساتھ وہ مقامی لوگ بھی مل گئے تھے

جولاؤ ڈسپیکر کے ذریعہ مدد کے لیے بلائے گئے تھے ان ظالموں نے بجلی کا ڈی، یہ اس لیے کیا کہ انہیں ایک دوسرے سے ملنے نہ دیں۔ پھر ان ظالموں کے ساتھ مسلح افواج بھی مل گئیں اور انہوں نے ٹینکوں کے ذریعہ توپوں سے گولے برسائے اور آر۔بی۔جی میزائل گرائے جن سے جامع مسجد کو شدید نقصان پہنچا۔ اس کے بعد یہ مسجد میں داخل ہوئے اور سات نوجوان شہید کر دیے۔ اور (۹) نوجوانوں کو اغواء کر لیا اور دوسرے دن ان کی لاشیں ملیں یہ نوجوان چوکیدار مدارس کے طلبا تھے جو آخری سالانہ امتحانات کی تیار کرتے ہوئے مذاکرہ کر رہے تھے ان کی عمریں (۱۶) برس سے زیادہ نہ تھیں۔

(بیانات ہبة علماء المسلمین بیان: ۲۷۲، ۸/۵/۱۴۲۷ھ، بمطابق: ۴/۶/۲۰۰۶ء)

اور مسجد کواز کے امام اور اس کے گارڈ قتل کر دیے۔ اور جامع حمزہ کو انہوں نے جلادیا۔ اور جامع ابن عبد اور جامع فاروق اور جامع حسنین کے موزنوں کو بھی انہوں نے قتل کر دیا۔ اور جامع مناصیر کے بہت زیادہ نمازیوں کو قتل کر کے مسجد کو بند کر دیا۔ اور انہوں نے جامع مسجد شہید یوسف الحسنان کو بھی زیادتی کا نشانہ بنایا۔ یہ یوسف یعقوب حسان تھے۔ یہ علماء مسلمین کمیٹی کے رکن تھے۔ اور بصرہ شہر کے مفتی تھے۔ انہیں ڈسٹھ سکواڈ میں سے ایک شیعہ فرقہ کے تربیت یافتہ دہشت گرد نے شہید کیا تھا۔ جس نے ایران میں تربیت لی تھی اور اسی جگہ سے اسے سہارا ملا۔ اس کا بصرہ کے متعدد سیاستدانوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ انہیں اس وقت شہید کیا گیا جب وہ بصرہ کی مسجد کبیر میں نماز جمعہ کے لیے جا رہے تھے۔ یہ (۲/۵/۱۴۲۷ھ، ۱۶/۶/۲۰۰۶ء) میں حادثہ رونما ہوا۔

فیحاء، براك، اور عثمان جامع مساجد بھی جلائی گئیں۔ اور انہیں تباہ کر دیا گیا اور مؤذن اور گارڈ کو شہید کر دیا گیا۔

جامع عشرہ مبشرہ کا مینار اکھاڑ دیا۔ اور اسے جلادیا اور اس کے امام کو شہید کر دیا اور ان کی لاش کا منہ کیا اور انہیں انگریزوں کے قبرستان میں پھینک دیا جو قدیم بصرہ میں ہے۔ اور مسجد السلام جسے انہوں نے جلادیا اس کے امام کو نہ پاسکے اس کی والدہ کو شہید کر دیا۔ مساجد پر زیادتیوں کی داستان بہت طویل ہے جو بصرہ کی بستیوں اور اس کے نواحی علاقوں میں مسمار کی گئیں۔ ان کے علاوہ جامع شہید طہ ہے جو حمدان میں ہے جو ابو خصب کے علاقہ میں ہے۔

متعصب شیعہ کا بہتان اور جھوٹ

تین منحوس برسوں میں جو کہ ۱۲۲۶، ۱۴۲۸ھ، بمطابق ۲۰۰۵ء، ۲۰۰۶ء، ۲۰۰۷ء ہیں یہ شیعہ کی گروہی حکومت جو عراق میں قابض تھی یہ روزانہ رسمی اعلان کرتی تھی کہ اس نے (۴۰) یا (۵۰) لاشیں ملی ہیں۔ جو نامعلوم تھیں اور سرراہ پھینکی ہوئی تھیں۔ یا عام میدان میں پڑی ہیں یا بوسیدہ پانی میں پڑی ملی ہیں یا نہروں میں پڑی ملی ہیں جن کی صورتیں بگڑی ہیں یہ شیعہ ملک عراق میں ہوا ہے اتنی تباہی اور خونریزی ہلاکو کے بغداد میں بھی نہ ہوئی تھی۔

ان حادثات کا مشاہدہ کرنے والے درج ذیل تنبیہات و ملاحظات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

(۱)..... ان لاشوں کی تعداد اس رسمی اعلان سے کئی گنا زیادہ تھی علمائے مسلمین کی کمیٹی کی طرف سے جاری ہونے والی معلومات کے مطابق جو کہ تصدیق شدہ ہیں یہ تعداد روزانہ سو سے لے کر تین سو تک لاشوں کی تھی۔

(۲)..... یہ لاشیں زیادہ تر وہ تھیں جو بے گناہ تھیں ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اہل سنت تھے۔ انہیں رستوں میں ہی گرفتار

کر لیا گیا۔ یا تلوار کے زور پر پکڑا جاتا، یا اپنے گروہ کے پاس بیٹھے ہوئے گرفتار کر لیتے، یا شہر سے یا خاندان میں ہوتے تو انہیں دبوچ لیا جاتا۔ اور انہیں حکومتی قید میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اور ملیشیا کے آدمی جب انہیں شدید ترین سزا دیتے ہیں اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں انہیں سزا دلواتے جن کا طریقہ انوکھا تھا اور سوچ بھی علیحدہ تھی ان سنگین سزاؤں کے بعد انہیں قتل کر دیا جاتا ہے اور اس کے بعد ان کی لاشیں برہنہ کر کے کسی گڑھے میں پھینک دیتے ہیں اور حلیہ بگاڑ دیتے ہیں تاکہ پہچان نہ ہو سکے یہ کس کی لاش ہے۔

کچھ تعداد ہسپتالوں میں منتقل کر دی جاتی ہے تشدد سے اس کی پہچان نہ ہو سکتی تھی۔ اور ہسپتالوں میں اجرت پر ملازم ہیں جو کام کرنے کے شرف سے آشنا ہیں نہ ہی انسانی شرف سے شناسا ہیں نہ ہی انسانیت کی خود حفاظت سے انہی سروکار ہے وجہ یہ ہے کہ وزارت صحت کینہ پرور غالی شیعوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ ان زنجیوں کو آگ میں ڈال دیتے تھے کہ لوگوں کو یہ تاثر ملے کہ انہیں گولیوں سے مارا گیا ہے۔

(۳)..... اس وقفہ میں ہر جہت سے مالک اور اس سے پہلے جعفری حکومت کا حکم نافذ ہوتا تھا۔ جو کچھ بھی ہوتا تھا ان کے علم میں ہوتا تھا اور ان کے حکم سے ہوتا تھا۔ لہذا ان لاشوں کو کربلاء اور نجف کے دونوں شہروں کے قریب دفن کر دیا گیا۔ کبھی ان کے لیے جہاز تیار ہوتے تھے جن میں ان کو منتقل کیا جاتا یہ ایسا قدم تھا خباثت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اور ایسی مردہ ضمیری بھی کبھی نہیں دیکھنے میں آئی جسے یہ بظاہر کار خیر تصور کر رہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان فوت شدگان کو یرغمال بنا کر تاریخ کو جھوٹ سے مسخ کیا ہے اور بہتان کے ظلم سے داغدار کیا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ شیعہ نے قربان کیے ہیں اور انہیں قتل کرنا عمدہ سنت ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے یہ قربانی نہیں یہ شیعہ کے ظلم کی تاریخ ہے۔ (بیان ہیئۃ علمائے مسلمین: ۳۶۸)

ہماری اس کتاب کی طباعت سے پہلے عالمی ذرائع ابلاغ نے پانچ وسائل نشر کیے ہیں یہ نہایت ہی اہم دستاویزات ہیں جنہیں وکی لیکس نے خفیہ رکھا تھا۔ اس نے ان رازوں سے پردہ کشائی کی ہے جن سے مغربی حکومت اور عربی حکومت کے رسوا کن راز ظاہر کیے ہیں اور خصوصاً عراق کے بارے میں جو دستاویزات نشر کی ہیں وہ نوری مالکی کی شخصی کیفیت ظاہر کرتی ہے۔ اس کی حکومت کے وقفہ میں جو وزیر اعظم تھا اس کی قیادت میں شیعہ فرقہ واریت کے ڈیڑھ سو لاکھ نے اجتماعی ہلاکت کی کاروائی کی جو عراق میں اہل سنت کے خلاف جاری ہوئی اور انہیں ایرانی سہارا تھا مال مہیا کرنے میں تربیت میں اور ان فرقوں کو مسلح کرنے میں ایران کا پورا کردار تھا۔

امریکی افواج نے اس ہلاکت خیزی میں مداخلت نہ کی تھی جیسا کہ اکتوبر ۲۰۱۰ء میں نشر ہونے والی دستاویزات سے پتہ چلتا ہے اور ذرائع ابلاغ بتاتے ہیں کہ ان جرائم میں جو اہل سنت کے خلاف سرزد ہوئے ان میں شریک ہونے والے اور ان کی تواریخ تیار کرنے والے اور انہیں قید کرنے کے وسائل اور سزا دینے کے طریقے اور اغواء کرنے کے انداز میں ایران کا مشورہ اور سہارا شامل ہے خاص طور پر جیش مہدی کے ملیشیا اور تنظیم بدریہ مجلس اسلام کا ہی ایک رنگ ہے اور حکیم کے خاندان کی قیادت میں یہ مجلس چل رہی ہے ان کا بہت حصہ ہے۔

جہاں شرعیہ اور وطنیہ اس قبضہ کے خلاف ہے جو امریکہ اور شیعہ نے کیا ہے حدیثہ علمائے مسلمین نے بارہا اعلان کیا ہے کہ اس امریکی اور شیعہ قبضہ کی کسی نے تائید نہیں کی۔ (الجزیرہ ٹی۔وی ۲۳/۱۰/۲۰۱۰ء)

ٹی۔وی نے ان جرائم کے مقامات بیان کیے ہیں جو کہ توثیق شدہ ہیں۔ آواز اور تصویر بھی اصلی ہے اس نے اپنی نشریات میں اور پروگرام میں انہیں دکھایا ہے خصوصاً موجودہ دہشت گردی کے عنوان والے پروگرام میں اسے دکھایا ہے جو بڑی ہی حرمت دری پر دلالت کرتے ہیں کہ عراقی باشندوں کے حقوق کیسے پامال کیے جا رہے ہیں۔ اور ان قتل گاہوں کی داستانیں بتا کر یہ دنیا کو بے یقینی کا شکار کر رہے ہیں۔ اب تو امریکی مرکز سے بھی یہ ظلم کی داستانیں بیان ہونے لگی ہیں۔ اب تو امریکی وزارت دفاع کے ذرائع ابلاغ ”پینا گان“ سے انہیں حاصل کرنا ممکن ہے کیونکہ اس نے کہا ہے یہ عراقی ظلم کی دستاویزات اس سے چرائی گئی ہیں۔

یہ مشاہدات اور لمحات اگر عقائد کے ساتھ ملائے جائیں تو ہمارے سامنے واضح ترین صورت اور گہرے نتائج ابھرتے ہیں عقیدہ و تاریخ اور واقعات پڑھنا امتوں اور گروہوں کے تعارف کا بہترین ذریعہ ہیں ایک چیز کی طرف جھکاؤ حقیقت کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ مگر حقیقت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رسوخ بھی پاتی ہے اور خوب آشکارا ہوتی ہے۔

جب یہ غالی شیعہ قبضہ گیر ہوئے انہوں نے قوت و حکومت کی زمام تھام لی تو اسلام کے خلاف ان کی جنگ اور کینہ پروری نمایاں ہوئی اور مسلمانوں کے خلاف کینہ توڑی کھل کر سامنے آئی اگرچہ انہوں نے اس کا اظہار سخت ترین دشمنان اسلام سے حلیف بن کر ہی کیا ہو۔ مسلمانوں کی مخالفت ضرور کی ہے کفار کے عمل کو بار بار دہرانے میں، مثلاً مساجد کو گرانے اور انہیں جلانے کا کام، اور جامعات کو مٹانے نمازیوں کے قتل کرنے میں ان کے سامنے وہی اسوہ تھا جو ان کے بھائیوں نے بوسینا اور سوفسطائی یہودیوں نے اسلامی جمہوریت میں اور ہندوؤں نے ہندوستان میں اپنایا تھا۔ اور حق تبارک و تعالیٰ کہتا ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهِ ۗ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (البقرة: ۱۱۴)

”اس سے بڑا کون ظالم ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکتا ہے یہ کہ ان میں اس کا نام ذکر کیا جائے اور انہیں برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لائق نہیں کہ وہ اس میں داخل ہو مگر ڈرتے ہوئے اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور اس کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔“

بحث: ۲۴

ایک دوسرے کے قریب آنے کا دعویٰ

وحدت امت کے لیے مسلمانوں کو حکم ہے کہ اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی کو تھام لیں اور تفرقہ پیدا نہ کریں، یہ بات اسلام کے عظیم اصول میں شامل ہے۔ کتاب و سنت کا یہی پیغام ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (۳/ آل عمران: ۱۰۳)

”اللہ کی رسی کو اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو۔“

حق تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ وَ

أَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (۴/ النساء: ۵۹)

”پس اگر تم کسی چیز میں تنازع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لیے اچھا ہے۔“

یہ ربانی توجیہات ہیں جو واضح پیغام دے رہی ہیں کہ فرقہ بندی اور انتشار سے دور رہیں۔ اور اسے دور کرنے کا صریح طریقہ بھی بتایا ہے کہ یہ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے سے ہوگا اور اللہ کے احکام کی طرف رجوع کرنے سے اور نبی ﷺ کی سیرت کی رہنمائی سے فرقہ واریت ختم ہوگی۔ اس قرآنی پیغام سے ثابت ہوا کہ تقریب و وحدت امت کی دعوت کے لیے یہ لازمی ہے کہ حق کے قریب آئیں اس سے دستبردار ہو کر یا باطل طریقہ سے قربت و وحدت پیدا نہیں ہو سکتی۔ تقریب امت کے داعی اور اسے ایک مرکز پر لانے والوں کی یہ بہت بڑی بھول ہے کہ فقہی اختلاف میں ہم آہنگی کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور اصولی عقیدہ سے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ اس سے وحدت پیدا نہیں ہوگی ہر اتحادی کوشش میں یہ صورت رہی ہے صرف نجف میں ہونے والی ایک کانفرنس میں اصولی اعتقاد میں اتحاد کی بات ہوئی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ اس کا ذکر ہوگا اور اس کے ثمرات اچھے ظاہر ہوئے تھے۔ کیونکہ اس سے اس بیماری کا بنیادی علاج ہوا تھا۔ اور افتراق امت کو جڑ سے اکھاڑا گیا۔

پہلے بھی اور آج بھی تقریب اور وحدت امت کی جدوجہد ہوتی رہی ہے اجتماعی بھی اور انفرادی بھی اور کبھی سنیوں کی جانب سے کبھی شیعہوں کی جانب سے مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل سنت کو امامیہ کے عقائد پھیلانے کا پابند کیا گیا جہاں شیعہ آبادی زیادہ ہے اہل سنت عقائد کی تائید کریں جبکہ شیعہ اہل سنت کے عقائد پھیلانے کا ذمہ دار نہیں۔ اور شیعہ کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ از ہر یونیورسٹی میں امامیہ کا مذہب پڑھایا جائے گا۔ اور از ہر کے دیگر اداروں میں بھی یہی ہوگا۔ مگر قم اور نجف کے حوزہ علمی میں سنی مذہب کی تعلیم نہیں دی جائے گی۔

اس سے شیعہ کو فائدہ ہوا کہ اہل سنت نے ان کی طرف میلان کیا ہے اور انہوں نے یہ جرات کی کہ ازہر یونیورسٹی کے شیوخ تک پہنچ گئے کہ وہ فتویٰ امامیہ مذہب کے مطابق دیا کریں اور اسے پانچواں مسلک قرار دیں جس کی اطاعت جائز ہے جیسا کہ دیگر چار فقہی مسالک کی اطاعت جائز ہے دیار مصر کے مفتی اور شیخ سکریں پر نمودار ہوئے اور انہوں نے شیعہ مذہب کے لیے اظہار پسندیدگی کیا اور اسکی اطاعت کی اجازت دی۔ اس سے دو سال پہلے یہ شائع ہوا کہ ازہر کے سابقہ استاد محمود شلتوت رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کا فتویٰ دیا تھا۔ مگر ان کے جامعہ کے دو مقرب استاد جنہوں نے ان کی کتابوں اور مقالات کو جمع کیا تھا۔ ایک یوسف قرضاوی اور دوسرے احمد عسال اس فتویٰ سے واقف نہیں ہو سکے اور ان مصادر میں اس فتویٰ کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قاہرہ میں موجود دارالتقریب کی طرف سے خود ساختہ ہے اس دفتر کا مدیر محمد تقی قمی ہے۔ یہ ۱۳۶۴ھ کی بات ہے۔

اس سے شیعہ کی شاطری کا علم ہوتا ہے کہ یہ اپنے مسلک کی اشاعت کے لیے کیسے کیسے جھوٹے تھکنڈے اختیار کرتے ہیں کہ سوائے اثنا عشری مذہب کے اور کسی کی اطاعت نہیں کرتے سب کو چھوڑ دیتے ہیں محمد حسین فضل اللہ مسائل اعتقاد (۱۱۰) میں جواب دیا ہے کہ اہل بیت کے مذہب کے بغیر عبادت کرنا جائز نہیں۔ یہی فتویٰ خالصی، خاکی، سستانی کا ہے۔

عبادت تو دور کی بات ہے یہ مسلمانوں کو اپنا بھائی ہی قرار نہیں دیتے ان کے مذہب اور ائمہ سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ نمینی کہتا ہے: ہمارا ہمارے شیعہ کے علاوہ اور کوئی بھائی نہیں اگرچہ وہ مسلمان ہی ہو۔ ان سے براءت کے بعد ہمارے اور ان کے درمیان اخوت ختم ہے اور ان کے مذہب اور ائمہ سے بھی ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ اخبار اور اصول مذہب تقاضا کرتے ہیں۔ (المکاسب المحرمۃ: ۲۵۰-۱)

اہلسنت کی کئی جماعتیں بہت خوش تھیں کہ ایرانی انقلاب اوائل میں ان کا حمایتی ہے کیونکہ کچھ شعار سے یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ حکومت سب مسلمانوں کی ہوگی اور روئے زمین کے ناتوانوں کی نصرت و حمایت کرے گی۔ عالم اسلام کی یہ آرزو تھی کہ ان شعاروں کی تائید کرے لیکن،

بسا آرزو کہ خاک شدہ

کے تحت ابھی کچھ وقفہ ہی ہوا تھا تو پتہ چلا یہ تو وہی صفوی شیعوں کی حکومت ہے۔ جو جدید لبادہ اوڑھے قائم ہوئی ہے۔ اس انقلاب کے بعد اہل سنت سے بدسلوکی اور عراق میں روش بد نے انہیں مایوس کیا۔ اور عراق کو قبضہ کے بعد امریکہ نے جو ایران کے تابع تنظیموں کے حوالے کیا تھا یہ بہت ہی بری بات ہوئی ہے خمینی کی کتابیں اس پر سب سے بڑا گواہ ہیں۔

(دیکھیے خمینی کی کتاب: الوجه الآخر، شذوذ فی العقائد، شذوذ فی المواقف)

آدمی ان داعیوں پر تعجب کرتا ہے۔ جو درجہ تخصص رکھتے ہیں یہ ایران سے نکلتے ہیں اور مسلمانوں کے علاقوں میں گھومتے ہیں اور تقریب و وحدت امت اسلامیہ کے علمبردار ہیں۔ یہ ایسے وقت میں اپنے ایرانی کم درجہ ہم وطنوں اہل سنت جو کہ ایرانی قوم کا تیسرا حصہ ہیں تقریباً (۱۹) ملین یعنی کروڑوں کی تعداد میں ہیں انہیں ان کے وسیع حقوق سے محروم کر رہے ہیں کہ یہ اپنے بچوں کے نام بھی اپنی مرضی سے نہیں رکھ سکتے۔ اور اپنی زبان بھی استعمال نہیں کر سکتے اور انہوں نے مسلمانوں کو حکومتی منصبوں سے

روک رکھا ہے۔ ان میں سے نہ تو کوئی وزیر ہے نہ نگران ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے ریاست کے دستور کو گروی بنا رکھا ہے کہ یہ صرف فارسی قوم اثنا عشری شیعہ ہی کے لیے ہے یہ کس منہ سے وحدت امت کی پکار دے رہے ہیں جبکہ سنی حقوق پامال کر رہے ہیں۔ تیس برس گزرنے کے باوجود اس نام نہاد اسلامی انقلاب نے طہران میں اہل سنت کو مسجد تعمیر کرنے سے محروم رکھا ہوا ہے جبکہ اہل سنت کی وہاں تعداد لاکھوں میں ہے۔ یہ دنیا میں واحد دار الخلافہ ہے جو سنی جامع مسجد سے محروم ہے۔ اور شرعی اذان کو ترس گئی ہے اور اس وقت یہودیوں کے یہاں (۷۶) عبادت خانے ہیں اور ان کی تعداد صرف (۲۵) ہزار ہے۔ اور لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے لیے مسجد کی اجازت نہیں۔ اس سے ان وحدت امت کے علمبرداروں سے اہل سنت کو صدمہ پہنچتا ہے۔ ہم غور و فکر کے لیے گزشتہ وحدت امت کے بارے میں دعویٰ کی تفصیل درج ذیل میں بیان کرتے ہیں جو پہلے زمانہ میں اتحاد امت ہوا تھا۔

(مجله المجتمع شماره: ۱۸۵۵، ص: ۵، ۶/۶/۲۰۰۹ء)

(۱) نجف کا نفرنس ۱۱۵۶ھ بمطابق ۱۷۴۳ء

یہ وہ اجتماع ہے نادر شاہ نے اسے خصوصی دعوت دے کر منعقد کیا تھا۔ اس کے سامنے فارس کے علاقے ترکستان، افغانستان اور ماوراء النہر کے علاقے سرنگوں تھے۔ اس کی رعیت میں تین قومیں تھیں۔ اس تک یہ بات پہنچی کہ جو اس کی فوج کے اہل سنت ہیں وہ شیعہ کو کافر قرار دیتے ہیں اس نے ارادہ کیا کہ یہ کفریات کے فتویٰ کو رعیت سے ختم کرے۔ اس نے اس مقصد کے لیے کانفرنس کا انعقاد کیا۔ جو ۲۵ شوال ۱۱۵۶ھ میں نجف میں قائم ہوئی اس میں فارس کے علاقے اور نجف کے علما اور شیعہ کے مجتہد جمع ہوئے۔ اور اہل سنت الجماعۃ کے علما بھی آئے۔ اردلان، افغانستان اور ماوراء النہر کے علاقے بخاری وغیرہ سے بھی علما آئے اور یہ کانفرنس علامۃ العراق سید عبداللہ بن حسین سیدی کی صدارت میں ہوئی یہ وہی ہیں جنہوں نے اس واقعہ کی تفصیل تحریر کی ہے۔

اس کانفرنس میں بے شمار لوگ آئے تھے۔ عرب و عجم اور ترکستان سے بھی لوگ حاضر ہوئے۔ ان سے ہی نادر شاہ کی فوج تیار ہوئی تھی اسی علاقہ کے رہائشی فوج میں داخل تھے۔

سلطان نادر شاہ آخری دور کا فارس کے علاقے کا عظیم ترین بادشاہ تھا۔ یہ کانفرنس کی سرگرمیوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ جو اس کانفرنس میں قرارداد پاس ہوئی وہ بڑی جرأت مندانہ اور تاریخ ساز تھی۔ اس میں شیعہ علما اور مجتہد بھی متفق تھے۔ ان کا رئیس بلاد فارس کا مفتی ملا پاشی علی اکبر تھا۔ اور کر بلائی سید نصر اللہ حائری بھی موجود تھا۔ انہوں نے یہ قرارداد وحدت امت پاس کی کہ یہ اہل سنت کے مذہب کے مطابق تمام خلفائے راشدین سے راضی ہیں اور خبیث شاہ اسماعیل صفوی کی تمام بدعات سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور جو قرآن پاک میں شک کرتا ہے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دیتا ہے اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اس میں اہل سنت کے علما نے بھی شیعہ کا اعتراف کیا اور تمام نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان سے تسامح کیا جائے۔ اور فروعی اختلاف میں انہیں آزادی ہے اور دونوں فریق کے مسلمانوں کی خونریزی حرام ہے۔ اس قرارداد پر جو تحریر تھی اس پر کانفرنس کے تمام نمائندوں نے اپنی مہریں بھی لگائیں۔

اس طریقہ سے نادر شاہ کا فرقرار دینے کے فتویٰ کے اسباب سے نجات پاسکا اور اس خیر اور حق پر اپنی رعیت کی صفوں میں

وحدت پیدا کرنے میں کامیاب ہوا۔

لیکن یہ اتحاد زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ بادشاہ کی وفات کے بعد صورت حال بدل گئی۔ اور اس کا فیصلہ ختم ہو گیا۔ مورخ وردی جو کہ شیعہ ہے وہ ذکر کرتا ہے امامیہ کے بعض علما کی نیت صاف نہ ہونے کی وجہ سے یہ معاہدہ تین ماہ تک ہی برقرار رہ سکا۔ دین صفوی کے آدمی اٹھے کہ نادر شاہ پر بے خبری میں قاتلانہ حملہ کریں کیونکہ یہ صفوی اصول کے مطابق نہ تھا۔

اس بادشاہ کی وفات کی بنا پر یہ بدعات دوبارہ جاری ہوئیں اور عام شیعہ کے درمیان پھیل گئیں وہی بچا جسے اللہ نے بچایا۔ ان بدعات کے شیعہ میں لوٹ آنے کے بعد، شیعہ امامیہ پھر اپنے سابقہ طریقہ امت کو کا فر قرار دینے کی جانب پلٹ آئے۔ اور امت کی ہر نسل کو کا فر قرار دینے لگے۔ اور تاریخ اور ائمہ اہل بیت کی سیرت اسے منحرف قرار دیا۔ (منہج اہل البیت: ۱۶۳) اس مؤلف نے کانفرنس کی تفصیل کی جانب اشارہ کیا ہے جو مختصر تحفہ اثنا عشری میں وارد ہوئی ہیں۔ (لحات اجتماعین مؤتمرا نجف) اس دور کے تبصرہ نگار احمد کاتب نے کانفرنس کی قرارداد کو دوبارہ زندہ کیا ہے اور اس کے نتائج کی تعریف کی ہے۔

(کتاب التشیع السیاسی والشیع الدینی: ۴۵۵)

(۲) استاد عباسی کا تجزیہ

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی جو کہ علم کے میدان کے اور دعوت دین کے میدان کے ایک اہم فرد ہیں جو عالم اسلام میں اہم مقام رکھتے ہیں اور اس کے مردان خاص میں سے ہیں۔ یہ دمشق میں کلیہ شریعہ کے پرنسپل تھے۔ ان کی متعدد تالیفات ہیں ان میں سے سب سے زیادہ نمایاں یہ کتاب ہے۔ (السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی)

استاد سباعی رحمہ اللہ نے بہت جدوجہد کی تھی کہ امامیہ شیعہ کے علما کے ساتھ مل کر وحدت امت پیدا ہو اور انہوں نے اس پر بہت تعاون کیا اور کوشش کی کہ عالمی اسلامی کانفرنس منعقد ہوتا کہ طرفین میں الفت ومودت اور دوستی کی دیوار کو مضبوط کیا جاسکے۔ ان کے خیال میں تقریب اور وحدت امت کا اہم سبب یہ تھا کہ فریقین کے علما ملاقات کریں اور ایسی تالیفات جاری کریں جو آپس میں قربت کا باعث ہیں اور اس مواد کی نشر و اشاعت روک دیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہیجان پیدا کرتا ہے۔

اس کے لیے وہ تقریب و وحدت کے داعی کبیر لیڈر سے ملے جس کا نام عبدالحمین شرف الدین موسوی ہے اسی طرح انہوں نے شیعہ کے دیگر قائدین، تاجروں اور ادیبوں سے بھی ملاقات کی اور اس سے سباعی کو بہت مسرت ہوئی کہ شیعہ لیڈروں نے انہیں بہت وسیع پیمانے پر خوش آمدید کہا ہے لیکن یہ ایک مختصر سی مسرت تھی بعد میں انہیں بہت بڑا دھچکا لگا کہ اس موسوی نے ایک کتاب جاری کی جس میں جلیل القدر صحابی سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سب و شتم تھا کہ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے کا سرچشمہ تھے۔ اس نے ان پر نفاق اور کفر کی تہمت لگائی اور انہیں دوزخی قرار دیا۔ اس نے سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ہی طعن و تشنیع کا نشانہ نہیں بنایا تھا بلکہ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی زیر عتاب ملایا اور اس شیعہ کے علاوہ دوسرے شیعوں نے بھی یہی کیا تھا یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقیر اور بھوکا ہونے کی عار دلاتا ہے۔

اب ان کے خلاف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں بھی اہل علم اٹھ کھڑے ہوئے اور غیرت مند محقق جوش میں آگئے۔

جن میں عبد المنعم صالح علی عزی ہیں انہوں نے ”دفاع عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ“ کتاب لکھی دوسرے محمد عجاج الخطیب ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کا نام رکھا۔ ابو ہریرۃ روایت الاسلام، محمد ابو شہبہ ہیں انہوں نے کتاب، دفاع عن السنۃ، لکھی۔

اس کے بعد استاد سباعی نے یہ معلوم کر لیا کہ شیعہ نے جو دعوت دی ہے کہ امت میں وحدت پیدا کی جائے اور جو یہ وحدت امت کا جھنڈا اٹھائے پھرتے ہیں اس سے ان کی غرض صرف اور صرف یہ ہے کہ اہل سنت کے عوام کو اپنی طرف کھینچ لائیں۔ اور ان کے شیعیت کے رموز و اشارات پردہ میں رہیں۔ جو یہ اپنی کتابوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن طعن اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر طعن و تشنیع کے اشارے دیتے ہیں ان پر پردہ رہے اور یہ علما کی ان کے متعلق خاموشی سے اور ان کے فتویٰ سے کہ شیعہ کے بارے میں اس فتویٰ سے پورا فائدہ اٹھائیں کہ ہمارے اور شیعہ کے درمیان صرف جزوی اختلاف ہے۔ علما جو شیعہ سے عقائد کے اختلاف بیان کرتے تھے انہوں نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا، اب ان کے متعلق بات چیت بند تھی جبکہ پہلے ان کے غلط ہونے کی تشہیر ہوتی تھی۔ (مقدمہ کتاب السنۃ و مکانہا فی التشريع الاسلامی)

اور جب کوئی جرأت کرتا یا ڈراتا اور آگاہ کرتا کہ شیعہ عقائد درست نہیں تو قیامت برپا ہو جاتی ایران اور اس کے لیڈر اور زیر اثر میڈیا چیخ اٹھتا اور وحدت امت کا نوحہ خواں ہو جاتا اور نذر دار کرتا ہے یہ فتنہ بھڑکانے سے امریکہ اور یہودیوں کو فائدہ ہوگا۔ جب یہ احتیاط کے نام پر فرقہ واریت چلانے لگی اور خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تو آخر کار علامہ شیخ یوسف قرضاوی بول اٹھے اور اس بولنے کی وجہ یہ ہے کہ ایرانی میڈیا نے انہیں نفاق، رجل اور صیہونیوں کی خدمت کی تہمت لگا دی۔ اور ایرانی مرجع کے وکیل علی ستانی نے تہمت لگائی اور محمد باقر مہری جو کہ ایرانی الاصل ہے اور کویت میں ہے اس نے بھی شیخ کو ناصبی اور اہل بیت سے عداوت رکھنے والے قرار دیا ہے (جریده السياسة الكويتية: ۱۱ / ۱۰ / ۲۰۰۸ء) یہی کام ایرانی سفارت کاروں نے بھی کیا تھا۔ (۲۰۰۸ / ۹ / ۱۳)

اس بہتان بازی کے بعد شیخ نے کہا تھا اہل سنت کے نزدیک کوئی محفوظ ثقافت نہیں جو شیعہ کے خلاف لڑ سکے اور ہم جو علمائے سنت ہیں انہیں بچانے والی ثقافت سے مسلح نہیں کریں گے وجہ یہ ہے کہ ہم اس کے بارے میں بات کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں خوف یہی ہے کہ اگر ہم ان شیعہ کی مانند شروع کر دیں تو وحدت امت کی سعی متاثر ہوگی اور فتنہ بھڑک اٹھے گا۔ شیخ تقریب اور وحدت امت کی کافر نسوں بھی شریک ہوتے رہے ہیں جو مختلف ممالک میں منعقد ہوتی رہی ہیں۔ لیکن وہ آخر میں اس نتیجہ تک پہنچے ہیں۔ فرماتے ہیں:

میں اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ وحدت امت کو سبوتاژ کرنے کا منصوبہ جاری ہے اور یہ شیعہ قوم اپنے اس مقصد تک رسائی کے لیے پختہ ہیں جو انہوں نے منصوبہ میں رکھا ہے اس کے لیے انہوں نے مال جمع کر رکھا ہے اور آدمی تیار کر رکھے ہیں اور انہوں نے اس کے لیے ادارے قائم کر رکھے ہیں۔

لہذا اب یہ گھڑی آن پہنچی ہے کہ ان تجربات کی روشنی میں شیعہ کی وحدت امت کی برائے نام دہائی کے خلاف خطرے کی گھنٹی بجادوں۔ (جریده الدستور لمصریہ: ۳۰ / ۹ / ۲۰۰۸ء)

(۳) شیخ موسیٰ بن جبار اللہ ترکستانی (متوفی: ۱۳۶۹ھ) کا تجزیہ

یہ شیخ ایک جلیل القدر عالم ہیں۔ روس کے کبار علمائے کرام میں سے ہیں یہ مسلمانوں کے شیخ المشائخ ہیں یہ قیصری دور کے آخر میں تھے اور روس کے سوفسطائی حکومت کی ابتداء میں ہوئے ہیں اس عالم ذی وقار نے امت کے بکھرے شیرازہ کو متحد کرنے میں بہت جدوجہد کی تھی اور اہل سنت اور شیعہ کے درمیان اتحاد میں نہایت ہی عظیم اور قیمتی محنت سے کام لیا ہے انہوں نے بڑے ہی اہتمام سے شیعہ کتب کو پڑھا پھر ان کے ملکوں کی زیارت کی یہ ۱۳۵۳ھ کی بات ہے ان میں سات ماہ تک رہے ان کے مشاہدے اور علمی حوزہ جات کی زیارت کی اور ان کی محافل اور ماتموں میں جو نجف میں منعقد ہوتے تھے ان میں شریک ہوئے اور شیعہ کے ایک بڑے مرجع محسن امین عالمی سے طہران میں ملے۔ اور اس سے گفتگو کی اور اس کے سامنے ایک رسالہ پیش کیا اور کچھ اس سے مماثل دیگر رسائل بھی نجف اور کاظمیہ کے علما کے پاس بھیجے اور ان سے امید کی کہ یہ بہت زیادہ احترام اور ان کی قدر افزائی کریں گے۔ اہم امور کا جواب دیں گے جو کتب شیعہ میں ہیں اور وہ امت کے درمیان اتفاق میں رکاوٹ ہیں۔

جن امور کی شیخ نے نشاندہی کی تھی ان میں سے ایک یہ تھا کہ قرآن کی تحریف، صحابہ کرام پر سب و شتم کرنا اور ائمہ میں غلو کرنا اور غیر شیعہ کو کافر قرار دینا وغیرہ، شیخ نے کہا ان باتوں کو دور کریں یہ اتحاد میں رکاوٹ ہیں۔

شیخ جبار اللہ فرماتے ہیں: میں نے ایک برس تک انتظار کیا بلکہ اس سے اوپر مدت انتظار میں رہا، مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ صرف بڑے شیعہ مجتہد نے جو بصرہ تھا اس نے (۹۰) صفحات پر مشتمل کتاب میں جواب دیا۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن طعن سے لبریز تھے۔ انہیں شیخ نے اپنی کتاب الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعہ میں نقل کیا ہے اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کے ذریعہ شرف امت کا دفاع کیا ہے اور دین کی حرمت کی حفاظت کی ہے اور جو اس امت کے عصار اول کے حقوق کی بعد والی امت پر اور مجھ پر ذمہ داری عائد ہوتی تھی یعنی صحابہ کرام کے حقوق کی نگہبانی تھی میں نے وہ پوری کی ہے۔

(مسئلہ التقریب: ۱۹۹-۲)

مناسب ہے کہ ہم یہاں ایک شیعہ مرجع کے اقوال بیان کریں معروف یہ ہے کہ یہ عراق میں وحدت و تقریب کا بہت بڑا داعی ہے یہ ہے آیت اللہ عظمیٰ مہدی خالصی (متوفی: ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۳ء) یہ شیعہ کے دیگر فرقوں سے الگ ہے اس نے بغداد میں نماز جمعہ قائم کی ہے اور اس نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اذان میں علی ولی اللہ کی شہادت غالی شیعوں نے وضع کی ہے۔ اسے شیخ صدوق نے بھی اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں غالی شیعہ کا عمل قرار دیا ہے اس نے یہ کہنا چھوڑ دیا تھا اور اذان سے اسے ختم کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور یہی موسیٰ موسوی کہتا ہے اور اسی طرح احمد کاتب نے اسے بدعت شمار کیا ہے اور مسلمانوں کے درمیان اسے تفرقہ کا باعث قرار دیا ہے۔ (البیان الشیعی الجدید)

جب مہدی خالصی نے اس شہادت کو بدعت قرار دیا تو اس کے پیروکار بھڑک اٹھے تاہم وہ اس موقف پر برقرار رہے۔ اس نے اس بارے میں کتاب تالیف کی ہے جس کا عنوان ”الاعتصام بحبل اللہ“ ہے اس میں یہ مسلمانوں کو وحدت کی دعوت دیتا ہے لیکن پھر بھی فوراً کہتا ہے اثنا عشری ائمہ ایمان کے ارکان ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال صرف ان ائمہ کی ولایت کے

ذریعہ ہی قبول کرتا ہے۔ (۴۳)

اس میں مسلمانوں کی واضح تکفیر ہے جن کے ساتھ یہ وحدت امت کا دعویٰ کرتا ہے اور مزید یہ کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ پر طعن کرتا ہے کہتا ہے:

اگر یہ کہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ بیعت رضوان کرنے والوں میں شامل ہیں اور اس آیت میں آتا ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (۴۸/ الفتح: ۱۸)

”البتہ تحقیق اللہ راضی ہوا ان ایمانداروں سے جو درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔“

یہ کہتا ہے۔ اگر آیت کا یہ حصہ کہ اللہ ان لوگوں سے راضی ہے جنہوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی ہے۔ تو یہ ہر بیعت کرنے والے پر اللہ کی رضا کی دلیل ہے لیکن اس میں جو یہ آتا ہے کہ ایمانداروں سے راضی ہے تو یہ اس میں دلالت ہے کہ وہ ان سے راضی ہے جن کا ایمان خالص ہے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کا ایمان خالص نہ تھا لہذا یہ آیت انہیں شامل نہیں۔

(احیاء الشریعہ فی مذهب الشیعہ: ۶۳-۱؛ منقول از مسئلہ التقریب: ۱۱۲-۱)

ایک دوسرے بیان میں کہتا ہے یہ مطالبہ ہو رہا ہے کہ اہل سنت شیعہ کے ساتھ مشارکت کریں۔ شیعہ کی رائے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح و تنقید ہے یہ بھی تنقید کریں تو مشارکت ہوگی۔ پھر یہ کہتا ہے اگر یہ انکار کرتے نہیں تو ہم تقیہ کی جانب رجوع کریں گے تاکہ فرقہ واریت سے بچیں اور وحدت کا کلمہ منتشر نہ ہو۔ (الاسلام سبیل السعادة والسلام: ۹۰)

غور فرمائیں، قارئین کرام! کہ یہ اقوال تقریب اور وحدت امت کی کوئی خدمت کر رہے ہیں اور متعدد ادوار میں یہ وحدت کے ہدف کو کیسے پورا ہونے دیں گے وہ جس کی تاکید محمد باقر الصدر نے کی ہے وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے جس کا نام ہے ائمہ اہل بیت کہ متعدد ادوار میں وحدت کا ہدف ائمہ ہیں۔ یہ بات ان کے اقوال کے خلاف ہے یہ تو وحدت کے ہدف کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔

وحدت کے لیے پہلے تعصب کا بت توڑنا ہوگا

صنم توڑنا یہ اس کتاب کا عنوان ہے جو فارسی زبان میں جاری ہوئی ہے یہ چار سو صفحات سے متجاوز ہے۔ اسے علامہ سید ابو الفضل بن رضا برقی نے تالیف کیا ہے جنہوں نے قم کے حوزہ علمیہ میں تعلیم حاصل کی اور اجتہاد کا درجہ پایا۔ اثنا عشری جعفری مذہب کے مجتہد تھے یہ آیت اللہ عظمیٰ کے لقب کے حامل تھے۔ ان کی سینکڑوں تصانیف تھیں اور ابحاث و رسائل تھے یہ اپنے شباب میں متعصب شیعہ تھے۔ پھر اللہ کے فضل سے راہ حق پائی اور یہ کتاب تالیف کی، یہ اس کے بعد لکھی تھی کہ عقل محکم تھی اور گفتگو اور ہوس اور تعصب پر غالب تھی۔

مسلمان ہونے کے بعد شیخ نے وہ تکالیف برداشت کیں جو تاریخ میں ہر مصلح برداشت کرتا رہا ہے۔ انہیں قید میں ڈالا گیا۔ ان کی اہانت کی گئی اور شدید سزائیں دی گئیں پھر انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔ اس سے پہلے انہیں ان کی مسجد سے بھی نکال دیا گیا۔ اور انہیں بے خبری میں قتل کرنے کی بھی کوشش کی گئی، یہ بیمار ہوئے ان کا گھر میں علاج کیا جانے لگا کیونکہ ایک ڈاکٹر نے انہیں ہسپتال

سے چلے جانے کا مشورہ دیا کہ ان کی جان خطرے میں ہے اس کے بعد انہیں سخت ترین ایران کی سیاسی قید میں بند کر دیا۔ آخر ۱۹۹۲ء میں ۸۰ برس کی عمر سے زیادہ عمر میں وفات پا گئے۔ اور انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے شیعہ کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ (کسر الصنم: ۲۳-۲۴)

جب انہوں نے مسلمانوں کے انحطاط پر افسوس کا اظہار کیا اور یہ غم اپنے سر لیا کہ ان میں باہم قرب ہو۔ اور وحدت ہو، تو اپنی کتاب میں کہا:

میں نے قصد کیا تھا کہ اثنا عشری مذہب پر توجہ دوں کیونکہ یہ بہترین مذہب ہے اس کے پیروکار اسے سب اچھا تصور کرتے ہیں یہ خود کو اہل بیت کے پیروکار گمان کرتے ہیں۔ میں نے اسے نقد و جرح کے لیے چنا اور میں نے ابتداء ان کی بہترین کتاب سے کی جس کا نام اصول الکافی ہے اس میں میں نے سینکڑوں اشکالات پائے۔ میں نے دیکھا کہ اس کتاب حوالے خرافات اور اوہام کا شکار ہیں اور اسے میں نے قرآن پاک، قواعد عقلیہ کے مخالف پایا۔ جب یہ حال اس کتاب کا ہے جو بہترین ہے تو دوسری کتابوں پر تو سو افسوس کے اور کیا کیا جائے۔

مزید فرماتے ہیں: ہر قوم کا ایک خاص بت ہوتا ہے۔ کسی کا حجر ہے، کسی کا شجر ہے، کسی کا انسان ہے، کسی کا کتاب ہے۔ جو چیز بھی کسی انسان کو منحرف کر دے یا عقل صحیح سے دور لے جائے اور جس سے مذموم تعصب پیدا ہوا ہے ہم اس کا صنم کہہ سکتے ہیں۔ اس میں سے ایک اصول الکافی ہے یہ اپنے مضامین کے اعتبار سے قرآن کے خلاف ہے اور اس کے ماننے والے قرآن کو کافی نہیں سمجھتے اس اصول الکافی کو کافی تصور کرتے ہیں اور اپنی سعادت کے لیے اسی پر کفایت کرتے ہیں اور اسی عقیدہ پر ان کا تعصب جم چکا ہے۔

شیخ نوری طبرسی کہتا ہے: اسلام میں کافی کی مانند اور کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی۔ (المستدرک: ۵۳۲-۳) مجلسی اور مامقانی کہتے ہیں کہ کافی ہماری کتابوں میں سے ثقہ اور مضبوط ترین کتاب ہے۔ اور یہی کتاب امام مہدی کے اور اس کے نائبوں کے ہاتھ میں ہوگی اور اس کی صحت کے مطابق ہی وہ فیصلہ کریں گے۔ (المقدمة الاولى: ۲۷)

شیخ نے مقدمہ ثانیہ میں یہ سوال اٹھایا ہے یہ کیسے کہتے ہیں کہ امت کے لیے قرآن غیر کافی ہے اور یہ کتاب اصول الکافی اسے کافی ہے۔ مزید کہا: یہ کتاب جو کہ الکافی ہے، مسلمانوں کے درمیان وحدت و اتحاد میں رکاوٹ ہے یہ ایک بت کی مانند ہے اس بت کو پاش پاش کرنا ضروری ہے اور توحید کی طرف لوٹنا ضروری ہے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی صنم کتاب کو اللہ کی رضا کے لیے لکھا ہے اور رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے ہوئے لکھا ہے اور اختلافات ختم کرنے کے لیے تحریر کیا ہے اور وحدت و اتحاد بین المسلمین کی دعوت کے لیے تالیف کیا ہے اور بعض انتشار اور نفاق اٹھانے کے لیے لکھا ہے یہ اختلافات خود ساختہ جھوٹی روایات جو ہماری کتابوں میں یعنی شیعہ کی کتب میں وارد ہوئی ہیں ان کے سبب سے پیدا ہوئے ہیں۔ (کسر الصنم: ۱۴) شیخ رحمہ اللہ ان وجوہات کی بنا پر صحیح راہ پر چلے جو مذہب کے درمیان ہم آہنگی والی تھی جو اسلام سے نسبت رکھتی تھی۔ یہ لازمی بات ہے پہلے آپس میں ہم آہنگی پیدا کی جائے پھر وحدت پیدا ہوگی۔ اور ہم آہنگی تب

ہوگی جب اس کی رکاوٹیں دور کی جائیں۔ ان رکاوٹوں میں سے اہم ترین رکاوٹ وحدت امت میں یہ باطل پرورتائیں ہیں جنہیں شیعہ نے اپنا دین قرار دے رکھا ہے۔ اور یہ جھوٹی روایات جن کے رنگ میں یہ دین پرست رنگا جاتا ہے۔ منافقانہ اور ورغلاہٹ کا رنگ ہے جو دل کو کینہ سے بھرتا ہے اس سے اہل سنت کے خلاف دل میں کینہ جنم لیتا ہے یہ وہ اہل سنت ہیں شیعہ کی کتب جنہیں پلید اور نجس قرار دیتی ہیں۔ ولد الزنا کہتی ہیں۔ اور کہتی ہیں ان کی تکوین اور پیدائش کے وقت شیطان ان کے باپ کے ساتھ شریک تھا۔ شیخ برقی اپنے مسلک کا اہل سنت سے زیادہ ادراک رکھتے تھے۔ جو کہ تقریب امت کے داعی ہیں یہ ان سے بھی زیادہ جانتے ہیں جنہوں نے دھوئیں پر وحدت و اتحاد کا ارادہ کیا ہے یعنی شیعہ کا بغض اسی طرح دھواں بن کر نکل رہا ہے یہ اتحاد کے پھول اوپر رکھتے پھرتے ہیں۔

خواب غفلت سے بیدار ہونے والے شیعہ اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہیں

علامہ آیت اللہ برقی تنہا عالم نہیں جو خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور محفوظ علم کی طرف لوٹے بلکہ یہ ایک اہم گروہ ہے جس نے حق کی طرف رجوع کیا۔ امت کا فریضہ ہے کہ ان کا اہتمام کرے اور انہیں نمایاں کرے۔ متعدد مراجع اور شیعہ کے ائمہ کشف حق اور راہ صواب کی طرف ہدایت یافتہ ہوئے ہیں۔

برقی سے پہلے اور بعد میں کبار علمائے کرام کی ایک جماعت نے اپنے مذہب کی گراوٹ واضح کی اور اسے پڑھا اور درست کیا۔ ان میں سے جنہوں نے شکلی تقارب جو تفتیہ کے ائمہ کے ساتھ قرار پایا تھا اور جوان میں آگاہی کے ستون تھے انہوں نے پہلے ہی اہل سنت کے ساتھ بڑی توجہ کا اہتمام کیا تھا جیسا کہ آیت اللہ تہجدی ہیں انہوں نے مزید معرف حاصل کی اور بحث و تحقیق سے کام لیا اور انہوں نے سچے علما سے سہارا لیا تا کہ ان کے لیے اپنا جلیل القدر پیغام پہنچانا ممکن ہو سکے یہ وہ اپنی قوم کی خیر خواہی کے لیے اور ان کے اعتقادات کی تصحیح کے لیے کر رہے تھے اسی کارخیر میں ان میں سے بعض اپنی طبعی موت فوت ہوئے اور بعض کو شہید کر دیا گیا جو علمائے شیعہ اہل سنت کی طرف پلٹے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱)..... مصطفیٰ طباطبائی یہ برقی سے بھی کئی برس پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ برقی نے اپنی کتاب ”کسر الصنم“ میں ان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ میں ان سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ یہ بھی قم کے حوزہ علمیہ سے فارغ تھے یہ بھی اجتہاد کے رتبہ پر فائز تھے پھر شیعیت کو ترک کر دیا۔

(۲)..... ڈاکٹر علی مظفریان ہیں یہ سرجن ڈاکٹر تھے انہوں نے شیعیت کو ترک کر دیا۔ شیراز میں ایک مسجد کے امام ہو گئے۔

(۳)..... علامہ احمد کسروی ہیں انہوں نے بھی شیعیت ترک کر دی۔ یہ بھی رتبہ اجتہاد تک رسائی والے تھے۔ انہوں نے ایک کتاب بھی تالیف کی جس کا نام دراستہ التشیع تھا۔ انہیں شیعوں نے شہید کر دیا تھا۔

(۴)..... علامہ اسماعیل اسحاق خوینی من آیت اللہ عظمیٰ عبدالکریم خوینی ہیں شیعوں نے انہیں ختم کرنے کا حکم دے رکھا ہے کیونکہ ان کا موقف اور وہ تالیف جو انہوں نے کی ہے اور اس کے آخر میں رسالۃ التبیح کے نام سے بڑا جراثیم انداز اور مضبوط قدم اٹھایا ہے کہ اسے خمینی کو بھیجا تھا۔

(۵).....سید حیدر قلمدار ہیں۔ انہوں نے کافی عرصہ سے شیعیت چھوڑ دی تھی۔ شیعہ نے انہیں بے خبری میں قتل کرنے کی کوشش کی اللہ نے انہیں بچا لیا۔ تاہم اس کے چند برس بعد طبعی وفات سے دنیا سے رخصت ہوئے۔

(۶).....سید اسد اللہ خرقانی ہیں۔

(۷).....ڈاکٹر شعار ہیں۔

(۸).....آیت اللہ شریعت سفیجی ہیں۔ جو شیعہ مذہب سے تائب ہوئے۔

خلیج کے وہ افراد جنہوں نے شیعہ مذہب سے توبہ کی

(۱) ابو خلیفہ علی تضیبی یہ بحرین سے ہیں۔ انہوں نے رسالہ لکھا (ربحت الصحابة ولم اخسر اهل البيت)
(۲) محمد سالم خضر ہیں۔ (۳) علی جوران ہیں۔ (۴) عبدالعزیز مکی بحرانی ہیں۔ (۴) لبنان سے شیعہ مذہب ترک کرنے والے علی عنان۔ (۵) حسان محسن ہیں (موقع مہتدون لماذا ترکنا التشيع / انٹرنیٹ)

عراق میں تشیع سے تائب ہونے والے

(۱).....ان میں سے نمایاں آیت اللہ عظمیٰ ابوالحسن اصفہانی موسوی ہیں۔ اس کی انہیں شیعہ نے یہ سزا دی کہ ان کے بچے ذبح کر دیا۔ جبکہ نجف کے حضرة علویہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ ان کا قصور یہ تھا کہ وہ اصلاح کی دعوت دیتے تھے۔ اور غالی صفوی شیعیت سے باہر آگئے تھے۔ اس کے بعد ان کا پوتا موسیٰ علی اپنے دادا کے مشن کے مطابق مذہب امامیہ کی تصحیح کے لیے کھڑا ہوا۔ اس بارے میں چند کتب بھی تالیف کیں۔ ان میں ”الشیعہ والتصحیح“ ہے اور ”شیعة العالم استیقظوا“ ہے اور ”الثورة البائسة“ ہے۔

اور عراق میں اس دور میں جو نمایاں ہو کر ابھرا ہے وہ احمد الکاتب ہے۔ یہ بھی حوزہ علمیہ میں پروان چڑھا۔ اور یہ بچپن سے ہی امامیہ مذہب کی بشارت دینے کا آرزو مند تھا لیکن اس کی عمر کے بعد والے چند مراحل ایسے آئے کہ یہ حیرت میں ڈوب گیا۔ اور امامیہ کے مراجع اور لیڈروں کی گہرائی میں اترا۔ اس نے قم کے مکتبے اور طہران کے مشہد میں غوطہ زنی کی اور گہری سوچ سے کام لیا کہ ان سے کوئی ایسی کتاب نکال لائے جو اثنا عشری مذہب کے قواعد کی نگران ہو یعنی ایسی ہو جو مضبوط دلائل سے اسے بنیاد سے اکھاڑ دے مگر یہ تنقید علمی ہو اور ولادت مہدی امامت اور ائمہ کی عصمت والی روایات کے متعلق پڑھی لکھی ہوں فضول نہ ہوں۔ (تطور الفكر السياسي الشيعي) اس نے کئی کتابیں دیکھیں آخر میں اس نے یہ ثابت کیا کہ شیعیت کی اصلیت صرف سیاسی ہے اور عقائد بعد میں ملائے گئے ہیں۔ اور اس نے ۱۱۴ھ پوائنٹ میں اس کی حد بندی کی ہے اور کہا دینی تشیع سے آزادی کے لیے یہ پوائنٹ بہت ضروری ہیں۔

(۱).....بناوٹی اور فرضی مہدی منتظر کے نظریہ کو چھوڑ دیں۔

(۲).....اثنا عشری نظریہ پر نقد و جرح کی جائے۔

(۳).....عصمت ائمہ کے فلسفہ پر نقد و جرح کریں۔

(۴)..... ولایت کا عقدہ حل کیا جائے۔

(۵)..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق شیعہ موقف میں نظر ثانی کی جائے کیونکہ یہ درست نہیں۔

(۶)..... اور فقہ کے دیگر مذاہب کو مثبت انداز میں دیکھا جائے۔

(۷)..... دینی مرجعیت کا صفحہ بند کیا جائے۔ اس کی وضاحت میں کاتب اپنی کتاب (البیان الشیعی الجدید) میں لکھتا ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام کے دینی ادارے میں اجارہ داری مرجعیت یہ کینہ کے انداز پر ہے جو عیسائی پادری کہتے ہیں یہ اس کی تقلید کو نہیں مانتے ہمارا عقیدہ ہے کہ تقلید حرام ہے اور بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی یہ ہے مرجعیت جسے چھوڑنے کا ہم نے کہا ہے کہ بغیر دلیل امام کی طرف رجوع نہ ہو۔

(۸)..... ولایت فقیہ کے موقف سے دستبردار ہوں۔ کاتب اس کی وضاحت میں بھی لکھتا ہے۔

ہم دین کے آدمیوں کی حکومت نہیں مانتے نہ ہی ہم ولایت فقیہ کے نظریہ کے قائل ہیں جو غائب امام مہدی کے نیابت کے متعلق فرضی طور پر قائم کیا گیا ہے یہ وہ نظریہ ہے جو فقیہ کو مطلق طور پر یہ حقوق دیتا ہے کہ یہ امت سے بالاتر ہے اور ہر قانون سے بلند ہے اور اسے دستور سے تجاوز کی اجازت ہے۔ لہذا اس سے گلو خلاصی کرنا لازم ہے۔ (البیان الشیعی الجدید)

(۹)..... خمس (پانچواں حصہ) جو علمی مراجع لیتے ہیں اس پر نظر ثانی کریں۔

(۱۰)..... شیعہ عبادت کے خاص طریقے ان پر نظر ثانی کریں۔

(۱۱)..... اور گروہی عنوانات سے علیحدگی اختیار کریں۔

(۱۲)..... اجتماعی مقاطعہ (بایکٹ) ختم کریں۔

(۱۳)..... ایمان کی اور مومن کی اصلاح پر نظر ثانی کریں۔

(۱۴)..... تاریخی باتوں پر گروہی غوغا آرائی سے آزاد ہوں۔

تو تب اصلاح امت اور وحدت امت ممکن ہے وگرنہ صرف یہ آواز صدابصحراء واقع ہوگی۔ عراق میں فرات کے اوسط میں نوجوان نسل میں سید محمد سکندر یا سہری اٹھے۔ انہوں نے قرآن کریم پر توجہ دی پہلے اسے غور سے پڑھا۔ اس کے بعد اہل بیت کی طرف منسوب روایات میں سے جو ضعیف اور صحیح تھیں ان کی تحقیق کی جھوٹی الگ کیں اور صحیح کو چھانٹا۔ پھر یہ کمر بستہ ہوئے انہوں نے امام باقر اور امام صادق کی فقہ سے وہ روایات جمع کیں جو قرآن کے موافق تھیں۔ اور دوسری روایات جو ان پر جھوٹ گھڑی گئی تھیں وہ سب پھینک دیں جن سے شیعہ کی بڑی اہم کتاب الکافی بھری پڑی تھی۔ انہوں نے تین کتابیں تالیف کیں۔ (القرآن و مراجع الامامیہ) وغیرہ اور انہیں بغداد کے حسینیات اور دیوانیہ کے علمی مراکز میں تقسیم کیا اس میں ایک دعوت تھی اور تعلیم تھی اور اصلاح کی تڑپ تھی۔ حتیٰ کہ انہیں اپنی اس اصلاح کے لیے اپنی جان کی قیمت چکانی پڑی۔ جب وہ نماز جمعہ کے لیے جا رہے تھے تو بدجنسوں نے انہیں شہید کر دیا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ یہ بیداری کا نور بجھ جائے گا اور دین حق کی طرف پلٹنے کی مشعل ٹھنڈی پڑ جائے گی

لیکن یہ ان کی خام خیالی تھی اس شہادت کے بعد عراق کے جنوب اور اس کے وسط کے عربی قبائل کے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد اس دین حق کی شعاعوں سے منور ہونے لگی۔ انہوں نے انٹرنیٹ اور کیبل کے زمانہ میں آنکھ کھولی ہے اس میں سے انہوں نے حقائق کا ادراک کیا اور تقلید کے مراکز ملائیت کے نمائندوں کے رسوا کن کارناموں سے آگاہ ہوئے۔ یہ مبارک بیداری کی لہر نے انہیں آگاہ کیا کہ اور جس چیز کا انہیں خصوصی علم ہوا وہ یہ تھا کہ ان کے قبائل جہالت کی بنا پر ۱۵۰ھ میں جب دولت عثمانیہ آخری ہچکی لے رہی تھی اس وقت شیعہ ہوئے تھے پہلے تو سب سنی تھے اس طرح ان کے سامنے اپنی اصلیت کھلی۔

عربی قبائل پر شیعیت کا حملہ اس زمانہ میں ہوا جب جہالت عام ہوئی۔ علما موجود نہ تھے اور مادی و مالی چمک نے ہیجان پیدا کر رکھا تھا اور نکاح متعہ کی عام اجازت تھی اور مومنہ یعنی قصہ گو اور شاعر جو نجف کے سب سے بڑے مجتہد سے اعتماد یافتہ تھے یہ خود کو دینداری کے روپ میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ یہ مختلف عربی قبائل میں پھیل گئے جو سنی تھے۔ ان کی بستیوں میں گئے۔ اور محرم کے مہینہ میں قربت الہی کے نام پر عبادات کیں۔ اور اہل بیت کے مناقب بیان کرنے پر توجہ مرکوز رکھی۔ اور ان کی مظلومیت کو اپنی گفتگو کا مرکز بنایا۔ یہ عوامی لہجہ میں گفتگو کرنے اور شیعہ اشعار ان قربتوں اور عبادتوں کے کام میں سناتے تاکہ ان دیہاتیوں کے میلانات میں ہیجان پیدا کریں اور قبائلیوں کو ابھاریں۔ اس وقت بنو کعب اور سواعد کے قبائل اور بنو لام، جبو اور ربیعہ اور تمیم اور خزاعی، اور زید اور بو محمد، خزرج اور شمر طوکا اور دقافہ وغیرہ قبائل شیعہ بن گئے۔

(دور الشیعہ فی تطور العراق السیاسی: ۶۹، لمحات اجتماعیہ)

باطل پرستوں کی محنت اور حق پرستوں کی سستی

اس بیداری کے مقابلہ میں جس کا اوپر ذکر ہوا ہے، امامیہ کی جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ شیعہ اگر کسی سنی عالم میں دسواں حصہ بھی شیعیت کے بارے میں نرم پہلو پاتے ہیں تو اسے بادلوں سے بھی بلند تر کر دیتے ہیں اور عالم اسلام کے لیے اسے چیلنج بنا دیتے ہیں۔ انہوں نے 'المراجعات' کتاب نشر کی ہے اسے ہر جگہ پھیلایا ہے اور متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا ہے ان کا خیال میں اس میں شیخ سلیم بشری کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ ان میں تشیع کا میلان تھا۔ یہ جامع از ہر کے سب سے پہلے استاد تھے۔ یہ دو مرتبہ از ہر کی استادی پر سرفراز ہوئے ایک مرتبہ ۱۹۰۰ء سے لے کر ۱۹۰۴ء تک۔ اور دوبارہ ۱۹۰۹ء سے لے کر ۱۹۱۶ء تک استاد رہے۔

حالانکہ یہ کتاب جس میں شیخ کا ذکر ہے یہ بہتان طرازی کا پلندہ ہے اس کے مولف نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تقریب اور وحدت امت کا بہت بڑا داعی عبدالحسین موسوی عالمی جو ہے اس نے اسے وضع کیا ہے اور اپنی زبان استعمال کی ہے اور اپنا قلم چلایا ہے اس کی باقاعدہ تصدیق ہو چکی ہے۔ حالانکہ شیخ سے اس بارے میں ایک اشارہ بھی نہیں ہوا کہ وہ شیعیت کا میلان رکھتے تھے نہ تو ان کی زندگی میں نہ ہی موت کے بعد کبھی ان کے بارے میں شیعہ کے لیے نرم گوشہ کی اطلاع ملی ہے۔ یہ صرف اس عبدالحسین کی بری کارستانی ہے اس نے اتنا بڑا بہتان ان پر باندھ دیا ہے اور شیخ کی وفات کے بعد (۲۵) برس سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا تھا جب اس کتاب کو اس جھوٹے نے نشر کیا۔ اس کتاب کے مراجعات کی تردید میں بہت زیادہ کتابیں تالیف ہوئی ہیں جن میں سے وفات مع المراجعات ہے۔ یہ شیخ عثمان خمیس کی تالیف ہے اور ایک "الحجج الدامغات لنقض کتاب

المراجعات“ ابو مریم اعظمی کی ہے اور ”السباط الازرعات فی کشف کذب و تدریس صاحب المراجعات“ عبداللہ غامدی کی ہے اور شیخ بشری رحمہ اللہ کے خاندان نے مراجعات کے بہتانوں کی تردید کی ہے، اس میں یہ بتایا ہے شیخ کے نو بچے ہیں، ان میں سے بعض علمائے دین ہیں، ان میں سے کسی نے بھی اس موسوی کی بہتان طرازی کو جو اس نے ان کے والد محترم پر کی ہے اسے درست قرار نہیں دیا۔

اس کے باوجود یہ منافق کی زبان والے اس کتاب مراجعات کو دنیا کے کونے کونے تک لے اڑے ہیں۔ سوال یہ ہے اس حوزہ علمیہ کے ان شیعہ کے جو ہدایت یافتہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں کیا گیا ہے یہ جم غفیر اپنی منافقانہ کتاب پھیلا رہا ہے اور اہل سنت خواب غفلت میں لٹا جا رہا ہے۔

یہ تقارب اور وحدت امت جو امامیہ شیعہ کی کتب میں بیان ہوا ہے یہ سنی بے خبر لوگوں کے لیے ایک جال ہے جو بندرت بچ نہیں اس میں پھنسانے کے لیے لگایا گیا ہے اگر یہ اپنے عقائد ظاہر کریں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کا فر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، یہ اگر انہیں عوام کے سامنے پیش کریں تو ایک بھی عقل رکھنے والا ان کی بات نہ سنے گا۔ لیکن یہ تقیہ استعمال کرتے ہیں، اپنے مذہب کی حقیقت چھپاتے ہیں اور جھوٹی باتیں اہل سنت کے نام لگا کر اور سنی مصادر میں آنے والی باطل روایات پھیلا کر دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ ان سے بچاؤ کے لیے اور ان کے باطل اور ردی ہونے کے لیے انہیں ذکر کیا گیا ہے۔ مگر یہ دغا بازی سے کام لے کر لوگوں کو سناتے ہیں۔

اگر کسی کو اس میں شک ہے تو وہ فضائی میڈیا انٹرنیٹ وغیرہ میں ہونے والی ان کی بات چیت کی جانب رجوع کرے یہ اس اہم اور خطرناک فریب کا دروازہ کھولے گی اور اس کا علاج بتائے گی۔

اس کی ایک نشست بھی اس جھوٹ سازی سے خالی نہیں جو نہایت رسوا کن ہے یہاں تک نوبت ہے کہ اس جھوٹ کو سنی علما کی طرف اس کثرت سے منسوب کیا گیا ہے اور ان کے بیانات جو جھوٹے ان طرف منسوب ہیں اتنی تکرار سے بیان ہوئے ہیں کہ یہ آیات قرآنی کو پس پشت ڈالنے کا باعث بن چکے ہیں۔

ہماری اس پریشانی کی دلیل یہ ہے کہ تراویح کے بعد صریح مناظرانہ گفتگو ہوئی تھی۔ جو رمضان ۱۴۲۹ھ میں ہوئی تھی۔ آیت اللہ جناب نے نقل میں بہت زیادہ جھوٹ بولا تھا۔ اور اہل سنت علما پر بہتان تراشا تھا اور اس نے اپنے اس جرم سے معذرت بھی نہیں کی حتیٰ کہ پروگرام کے مدیر نے اس کا سامنا بھی کیا تھا۔ اور اسے روکا تھا یہ غلط بات ہے دیگر مہمان علما بھی وہاں موجود تھے اور لاکھوں مشاہدہ کرنے والے بھی موجود تھے، یہ اپنی غلط بات پر مصر تھا۔

ضمینی کی کتب کی جانب بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔ اس کے مکارانہ اور فریب کارانہ اسلوب سے مطلع ہوں۔ ہماری بات کی تائید ہوگی ضمیمہ جب چاہتا ہے باطل رائے کو قوت دیتا ہے جیسا کہ اس نے قاری کو ثبوت سے بے پروا کرنے کے لیے بیعت غدیر کو اہل سنت کے مراجع سے بیان کیا ہے حالانکہ یہ مکمل جھوٹ ہے۔ اس نے امام ابن جریر طبری (متوفی: ۳۱۰ھ) کی طرف کتاب کی نسبت کی ہے جس میں بیعت غدیر کو ثابت کیا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ یہ ابن جریر طبری غالی شیعہ ہے ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا

اس امام کا نام کیسے مل گیا اور لقب بھی وہی ہے اور سن وفات بھی وہی ہے مگر جو امام طبری ہے وہ چوٹی کا امام اور اہل سنت کے سربراہ اور اماموں میں سے ہے۔ جو بغداد میں فوت ہوا اور صاحب تفسیر و تاریخ ہے اور اس نے خط ملط کر دیا ہے۔ اور خمینی کی کتاب جس میں اس نے یہ تدریس اور دھوکہ کیا ہے وہ کشف الاسرار ہے۔ (۱۷۳) اور مزید تفصیل خمینی کی کتاب، ”والوجہ الآخر: ۱۸۸“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

شیعی ملاں مرتضیٰ مطہری نے اقرار کیا ہے تقریب اور وحدت امت کی مشروعات اور منصوبہ جات کا اساسی اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہماری فضا تیار ہو اور ہم اپنی بضاعت اور پونجی کو پیش کر سکیں اور اپنے علمی سرمایہ کو بہترین سامان قرار دے سکیں تاکہ شیعہ معزول نہ رہے اور اس کے سامنے عالم اسلام میں اہم مواقع کی راہیں کھلی رہیں۔ (الامامہ: ۲۸-۲۹)

باقی جو عبدالحسین موسوی ہے یہ المراجعات کتاب کا مؤلف ہے جس میں جھوٹ اگلا ہے۔ اس نے ایک اور کتاب تالیف کی ہے جس میں وہ دعوت دیتا ہے۔ امت کی تالیف کی جائے فرقت سے اجتناب کریں۔ اس کے نزدیک تالیف اس میں ہے کہ امت غلو کے عقائد اور فارسی فطرت پر مبنی شیعیت پر مجتمع ہو۔ یہ اس کی کتاب کا واضح خلاصہ ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

(مقدمہ کتاب: الفصول المهمة فی تالیف الامۃ)

شیعہ امامیہ امت اسلامیہ میں ۱۰۰/۱ ہیں یہ اس تعداد کا انتہائی اندازہ ہے کہ یہ پوری دنیا میں (۱۵۰) ملین ہیں۔ (موقفنا من الشيعة؛ موقع: قصة الاسلام) حالانکہ بعض مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تعداد بھی مبالغہ والی ہے۔ دنیا کے شیعہ کی موجودہ تعداد اس سے کم ہے امامیہ شیعہ مصادر کی عادت ہے کہ یہ اپنی تعداد میں بہت مبالغہ بناتے ہیں کہ اسلامی ملکوں میں ان کی تعداد زیادہ ہے اور جھوٹ بولتے ہیں اور خیالی تعداد کا پلاؤ پکاتے ہیں اور حقیقی تعداد سے کئی گنا بڑھا کر گنتے ہیں یہ اپنے مقدس درباروں کے زائرین کی تعداد لوگوں کے سامنے بہت زیادہ بتاتے ہیں تاکہ لوگوں پر ہیبت چھا جائے اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ بیت اللہ کے حجاج کرام سے بھی زیادہ ان کی تعداد ہے۔

یہ امت اسلامیہ پر بین ظلم ہے کہ ڈیڑھ ارب لوگ اپنے موقف سے اتر کر ان کے حق میں دستبردار ہوں اور انہیں رضامند کریں جو تھوڑی تعداد میں ہیں اور بغیر کسی احترام کے مطالبہ کے اور عقیدہ امت اور اس امت کے رموز اور تاریخ کو پس پشت ڈال دیں بس انہیں راضی کریں یہ انصاف کا خون ہے۔

کتاب کے اہم نکات

تقریب اور وحدت امت کا درست طریقہ یہ ہے کہ اہل سنت علماء اور داعی کمر بستہ ہو جائیں۔ اور ثقافتی اور تربیتی ادارے اور ذرائع ابلاغ بھی ان سے تعاون کریں اور بڑی جدوجہد کریں کہ صحیح عقیدہ پھیل جائے۔ اور اس کے اور باطنیہ کے عقائد میں امتیاز پیدا کریں جو خود کو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ جھوٹ اور بہتان لگاتے ہیں۔

اور اہل سنت امت کے سامنے حقیقت آشکارا کریں اور بتائیں کہ ان فرقوں کے عقائد اور تاریخ کی حقیقت کیا ہے اور ایسی عملی صورت اختیار کریں کہ اہل سنت کی حفاظت ہو۔

اور ضروری ہے اور اہل سنت پر لازم ہے کہ انتہائی جدوجہد کریں اور جتنی بھی ہو سکے محنت کریں کہ شیعہ امامیہ کو آگاہ کریں کہ امامیہ کو ان کے ملاؤں نے غفلت میں ڈال رکھا ہے اور ان پر ظلم ڈھایا ہے کہ بہت سارے حقائق ان سے چھپا رکھے ہیں اور یہ ان سے تعاون کریں کہ انہیں حق کے قریب لائیں تاکہ یہ شیعہ بھی سلامتی اور اتحاد کی زندگی گزار سکیں اور سو ادا عظم مسلمانوں کے ساتھ جو ان کے بھائی ہیں اور امت اسلام ہیں ان کے سائے میں زندگی اپنائیں۔

واشگاف انداز میں حق کا اعلان کرنا ایک مومن کا لازمی فریضہ ہے۔ اگرچہ اہل وہوس اور اہل بدعت کے تفرقہ سے ہی ہو اور ان کے اعراض کے باوجود اور گروہ بندی اختیار کرنے کے باوصف حق کا اظہار جو کہ مومن کا فریضہ ہے وہ جاری رہنا چاہیے۔ حق پر فرقہ بندی اختیار کرنا باطل پر اتحاد کرنے سے بہتر ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم کو دعوت دیتے تھے جس کی اللہ نے ان پر ذمہ داری ڈالی تھی وہ اسے ادا کرتے ہیں قوم متفرق ہوئی کسی نے قبول کیا وہ مومن بنا اور جس نے انکار کیا وہ کافر و متکبر قرار پایا۔ حتیٰ کہ قریش نے نبی اکرم ﷺ پر تہمت لگائی کہ وہ جماعت میں تفریق ڈالتے ہیں اور قطع رحمی کرتے ہیں اور یہ کچھ اس دین کے ذریعہ کرتے ہیں جسے آپ لے کر آئیں ہیں۔

اس مقام پر چند سیاسی امور جو زندگی گزارنے کے لیے لازم ہیں ان کا ذکر ضروری ہے اور جو آپس میں درست انداز پر قریب کرنے والے ہیں ان سے اہل سنت اور شیعہ اسلام کے وسیع سائے میں سکھ کا سانس لے سکتے ہیں ان میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

(۱)..... قرآن پاک کی صحت اور توازن اور حفاظت کا عقیدہ ہو کہ یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ رب کائنات کی طرف سے

نازل ہوا ہے۔

(۲)..... یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مربی اول ہیں۔ اور یہ وہ نسل تھی قرآن پاک کی تیار کی ہوئی تھی یہ

ساری قوموں سے افضل ہے اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً خلفائے راشدین اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن ہر جرم سے اور ارتداد سے بری ہیں۔ یہ بشر ہیں۔ خطا و صواب ان سے سرزد ہو سکتا ہے اور ان کی خطائیں اللہ کی جانب ہیں اس کے سپرد ہیں۔ شریعت نے

(۳)..... بنو امیہ کے خلفا اور بنو عباس کے خلفا انسان تھے۔ ان میں سے بعض سے حق اسلام میں خطائیں ہوئی ہیں اور اہل بیت کے حق میں بھی خطا ہوئی ہے۔ خصوصاً یزید جس پر شہادت حسین ؑ کی ذمہ داری ہے۔ اس اقرار کے باوجود کہ ان خلفا کو میدانوں میں فتوحات حاصل ہوتی رہی ہیں اور علم اور اسلامی شہریت کی نشر و اشاعت کرتے رہے۔ روئے زمین پر کوئی بھی ایسی امت نہیں جو اپنی تاریخ کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور اپنی رموز اور قیادت پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے۔ اگر کوئی امت کی تاریخ کی سفید چادر پر سیاہ دھبہ ہوگا جیسا کہ واقعہ کربلا ہے یہ تاریخ اسلام میں سیاہ داغ ہے تاہم اس میں بہت سارے دروس اور عبرتیں پوشیدہ ہیں بعد والی نسلوں کے لیے مقام فکر ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی تاریخ کو قیامت تک وہیں جامد کر دیا جائے جہاں سیاہ داغ ہے۔

یہ وفاق و اتفاق کی اہم ترین ابتدائی چیزیں ہیں اگر ارادہ ہو کہ اتحاد کی بنیاد قوی اور راسخ ہو اور اتفاق مضبوط ہو وقتی ٹھہراؤ نہ ہو کہ قریب ہونے والی چند ملاقاتوں کو مثالی اور اچھی ملاقاتیں قرار دیں اور بعد میں پھر اختلاف سراٹھانے لگے۔
امامیہ شیعہ کی تقسیم دو جماعتوں میں کرتے ہیں۔

(۱)..... وہ جو خصوصیت ترک کرنے پر موافق ہو جائے اور وہ ان مبادیات کو قبول کر رہیں جیسا کہ مخلص شیعہ علما کا موقف حاصل ہوا ہے جو کہ نجف کی کانفرنس میں شریک تھے۔ ان کے نزدیک مسئلہ خلافت میں یہ جائز ہے مفضول اپنے فاضل کی امامت کرائے۔ زید یہ گروہ بھی اسے تسلیم کرتا ہے اسے مبداء اور بنیاد قرار دینے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

(۲)..... وہ گروہ ہے جو اس ہماری تجویز کو قبول نہ کرے گا اور وہ قرآن میں شک کی فضا پیدا کرے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرے گا۔ اور لاهوتی اور ائمہ کے لیے تقدس کے نظریہ کو اساس بنائے گا اور دوسروں کو کافر قرار دینے والے فتاویٰ پر اعتماد کرے گا اور مخالفوں کے مال اور خون حلال قرار دے گا۔ یہ گروہ غالی شیعہ اور رافضی ہے اور یہی عقائد مجموعی شیعہ کے ہیں جن سے پاک ائمہ عترت نے براءت کا اظہار کیا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس نظریہ والوں کے خلاف بغیر صلح کے جنگ کی تھی جیسا کہ اوپر ہم نے ذکر کیا ہے۔

اس فرقت کی موجودگی میں آپس میں قربت نہیں ہو سکتی اور نہ وفاق و اتفاق ہو سکتا ہے۔ یہ تب ہی ہوگا جب اللہ کے حکم کی طرف یہ گروہ لوٹے، اگر لوٹ آئے تو آجائے، اور یہی ہماری آرزو ہے۔ باقی ہدایت اللہ کی جانب سے ہدیہ ہے۔ یہ اسے عطا کرتا ہے جس کا کوئی مستحق ہے ہماری تو دعوت ہے۔ ارشادِ گرامی ہے:

﴿ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ (٣٩/الزمر: ٢٣)

”یہ اللہ کی ہدایت ہے اس کے ساتھ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ جسے گمراہ کرتا ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔“

اختتامی کلمات

یہ وہ کچھ زینتِ قرطاس ہوا ہے جو اللہ نے آسان کیا ہے، اسی کی مدد سے میں نے اسے جمع و تدوین کی صورت دی ہے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ سے دعا گو ہوں اس کے ذریعے لوگوں کو نفع دے اور اسے ایسا پیغام بنادے، جہاں بھی معاملہ گڈ ٹڈ اور جھوٹ سے داغدار کر دیا جائے اسے اس کے لیے نصیحت، تصحیح اور تنبیہ بنادے۔

میں کمال کا دعویٰ نہیں کرتا، یہ ایک جدوجہد ہے، اس میں جو صائب اور درست ہو وہ محض میرے اوپر میرے رب کا فضل ہے اسی کے لیے حمد و مجد ہے۔

اور اگر اس میں مجھ سے کسی مقام پر خطا ہوئی ہے تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں۔ کمال کے لائق صرف اللہ وحدہ سبحانہ ہے۔ ہم صرف اسی کی گواہی دیتے ہیں جو ہم نے جانا ہے غیب کے ہم نگہبان نہیں۔

اول و آخر تعریف صرف اللہ کے لیے ہے۔

و صلی اللہ و بآرک علی سید الانام محمد و علی آلہ و صحبہ الکرام

”اے رب! مجھے اپنے انعامات کے شکر یہ کی توفیق دے اور جو میرے والدین پر انعامات ہیں ان کے شکر یہ کی بھی توفیق دے اور مجھے نیک اعمال کی توفیق دے جنہیں تو پسند کرتا ہے اور اپنی رحمت کے ذریعہ مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔“

مؤلف کہتے ہیں: پہلے اسے (۳۰) شوال ۱۴۳۰ھ بمطابق (۱۹/۱۰/۲۰۰۹ء) میں طبع ہونے کو تیار کیا۔ اس کے بعد اس کی مراجعت کی اور بعض اہم اضافے کیے بعض اساتذہ اور قارئین کرام نے کچھ لغزشوں سے آگاہ کیا انہیں درست کرنے کے بعد اللہ کے حکم سے دوسری طباعت (۲۵/۱۲/۱۴۳۱ھ) بمطابق (۱۲/۱۰/۲۰۱۰ء) میں تیار ہوئی۔

یہ اعتراضات جو بہن بھائیوں کی طرف سے موصول ہوئے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ تھے، جو میرے ویب سائٹ پر آگئے۔ مجھے مسرت ہوئی ہے کہ یہ کوتاہیاں مجھ تک پہنچ گئیں اور کتاب میں بہتری کا باعث ہوئیں میں امید رکھتا ہوں یہ مجھے اپنی غائبانہ دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری دستگیری فرمائے عمل میں اخلاص و ثواب پیدا فرمائے اور ہمیں اپنے دین کی خدمت اور اپنی امت کی خدمت کی توفیق دے۔ وہی اپنے پسندیدہ اور محبوب کاموں کی توفیق دینے والا ہے۔ آخر میں ہم اس مفید کتاب کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان کی زینت بناتے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝﴾ (الحشر: ۱۰)

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان والے گزرے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کینہ نہ کر جو ایمان لائے۔ اے ہمارے رب بے شک تو شفقت والا مہربان ہے۔



اہل بیت کی پہچان